تذکرہ مشائخ قادریہ رحمہم اللہ

مؤرخ لاہور جناب محمد دین کلیم قادری

مکتبہ نبویہ ○ گنج بخش روڈ لاہور

مدینۃ الاولیا لاہور میں سلسلہ عالیہ قادریہ کی روحانی خدمات

تذکرہ
مشائخِ قادریہ رحمہم اللہ تعالیٰ

تالیف لطیف

مؤرخ لاہور جناب محمد دین کلیم قادری

مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ لاہور

53000

نام کتاب ـــــــــــ تذکرہ مشائخ قادریہ

تصنیف ـــــــــــ جناب محمد دین صاحب کلیم

تعارف ـــــــــــ صاحبزادہ سید مقبول محی الدین گیلانی

طابع ـــــــــــ ندرت پرنٹرز۔ لاہور

ناشر ـــــــــــ مکتبہ نبویہ۔ گنج بخش روڈ۔ لاہور

بار اوّل ـــــــــــ اگست ۱۹۷۵ء/شعبان المعظم ۱۳۹۵ھ

قیمت مجلد ـــــــــــ ۱۵ روپے

فہرست

نتیجۂ فکر

مولانا سیّد شریف احمد شرافت قادری نوشاہی سجادہ نشین،
ساہن پال شریف ضلع گجرات

قطعہ تاریخ طباعت

کتاب اولیائے قادریہ لاہور۔ تصنیف میاں محمد دین کلیم۔ بی اے

زہے مرد دانا جنابِ کلیم
بعلم و عمل اہلِ لطفِ عمیم

بتاریخ و تحقیق قدرش بلند
بلاہور فیضانِ او مستمند

باحوالِ صوفیۂ نیک نام
کہ بودند در فقر والا مقام

بخنوادۂ قادری بودہ اند
بعرفاں قدمہائے فرسودہ اند

کتابے بحالاتِ شاں ساختست
مقاماتِ شاں نیز بشناختست

بامدادِ مُوسئے حکیمِ زماں
کہ در عہد خویش ست شیرِ ژیاں

بطبعش نمود ست سعیِ کثیر
کہ مضمونِ او ہست بس دل پذیر

شرافت سنش جست آمد ندا
بگو۔ تذکرہ اولیائے ھُدا

۱۳۹۳ھ

تقریظ

شیخ الحدیث۔ عظیم البرکت۔ استاذ العلماء حضرت علاّمہ ابوالبرکات سیّد احمد رضوی قادری دامت برکاتہٗ۔ مہتمم دارالعلوم حزب الاحناف۔ لاہور

فقیر حقیر درماندہ نفس شریر ابوالبرکات سید احمد رضوی قادری مفتی و شیخ الحدیث دارالعلوم حزب الاحناف لاہور جملہ برادران اہلسنت والجماعت کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ کتاب مستطاب مسمیٰ لاہور میں اولیائے نقشبند کی سرگرمیاں اور لاہور کے اولیائے چشت اور لاہور کے اولیائے سہروردی مصنفات محترم میاں محمد دین صاحب کلیم بی اے کا فقیر نے خاص خاص مقامات سے مطالعہ کیا۔ مصنف نے تقریباً ساٹھ کتابوں سے بزرگان سلاسل ثلاثہ کے حالات کو نہایت تجسس اور تفحص کے ساتھ جمع فرما کر معتقدین اولیاء کرام پر عموماً اور سہروردی چشتی نقشبندی حضرات پر خصوصاً احسان فرمایا ہے کہ لاہور میں آنے کے بعد جس کے پاس یہ کتابیں ہوں گی اس کو کسی رہبر کی حاجت نہیں۔ وہ ان کتابوں سے ہر بزرگ کو جو زمین لاہور میں جواہرات کی طرح مدفون ہیں معلوم کر سکتا ہے گویا یہ کتابیں اس کے لئے مشعلِ راہ ہوں گی۔ فقیر دعا کرتا ہے مولیٰ تعالیٰ مصنف کے علم و عمل میں برکت دے اور ان کتابوں کو مقبول خاص و عام بنائے ہر سنی صحیح العقیدہ چشتی سہروردی۔ نقشبندی نیز قادری کو ان کتابوں کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

تعارف

حضرت صاحبزادہ سید مقبول محی الدین گیلانی سجادہ نشین سکندریؒ الکمالیؒ کیتھل

ڈیرہ غازیخاں

کتاب لکھنا اگرچہ محنت طلب اور مشکل تر ہے تو اس پر تقریظ لکھنا اس سے بھی دقت طلب اور مشکل ترین ہے اور کتاب بھی ایسی جو "کتاب اللہ" میں مذکور پاک۔ نیک، انبیاء اور صالحین کے نقش قدم پر چلنے والی برگزیدہ ہستیوں اور بالخصوص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خانوادہ کے خاص الخاص چشم و چراغ حضرت قطب ربانی۔ شہبازِ لامکانی۔ غوث صمدانی۔ محبوب سبحانی حضرت سیدنا محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے ارادتمندوں اور مریدانِ باصفا کا تذکرہ کہلائے۔ ایسی کتاب کا پیش لفظ لکھتے ہوئے دل کانپتا اور قلم تھرآتا ہے۔ بہرحال پیشتر ازیں کہ صاحب تصنیف کی کدو کاوش اور محنت و جستجو کی داد دی جائے بہتر ہوگا کہ اُن بزرگانِ باکمال کا اجمالی ذکر بطورِ تبرک کرکے میں بھی مصنف کے ساتھ ثواب میں شرکت کروں۔

یہ امر کسی سے بھی مخفی نہیں کہ اللہ جل شانہٗ مختلف اوقات و ازمنہ میں مختلف علاقوں اور قوموں کے لئے نفسِ امارہ کی دلدل میں پھنسنے والوں کی نجات کے لئے نبی، رسول۔ اور پیغمبر مبعوث فرماتا رہا ہے لیکن ایک وقت آیا کہ یہ فیضانِ خداوندی کسی علاقے۔ زمانے۔ فرقے۔ گروہ یا قوم کے لئے مخصوص نہ رہا بلکہ اللہ تعالیٰ نے حضور سرورِ کائنات۔ فخرِ موجودات۔ احمد مجتبیٰ۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آخری نبی اور رحمۃ اللعالمین بنا کر صرف جن و انس کا ہی نہیں بلکہ کائناتِ ارضی و سماوی کا رسول بنا کر بھیجا۔ آپ نے نہ صرف کلام پاک کے ذریعے تعلیم و تلقین اور رشد و ہدایت فرمائی بلکہ اپنی ساری مقدس زندگی بطورِ نمونہ ایک چلتا پھرتا قرآن بنا کر دکھا دی جو لوگ براہِ راست آپ کی تعلیمات سے مستفیض ہوئے وہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جماعت تھی۔ صحابہ کبار میں سے حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہٗ نے براہِ راست سب سے زیادہ آپؐ کے نورِ باطن سے استفادہ کیا۔ اسی بنا پر صوفیائے عظام کے تقریباً

تمام سلسلے آپ کی ذات گرامی پر ختم ہوتے ہیں۔ صوفیائے کرام کے چار مقتدا سالک ہیں یہ اربعہ سلاسل ۔ چشتیہ، سہروردیہ، نقشبندیہ اور قادریہ کے نام سے موسوم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے " فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ " کے تحت جس طرح بعض انبیائے کرام کو دیگر انبیائے کرام پر فضیلت دی ہے بعینہٖ تمام اولیائے کرام میں سے اللہ جل مجدہٗ نے حضرت سیدنا غوث الثقلین محبوب سبحانی حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بڑائی، بزرگی اور فضیلت عنایت فرما کر " قَدَمِی هٰذَا عَلٰی رَقَبَةِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہِ " کہنے کا حق عطا کر کے ولایت کے اعلیٰ و ارفع مقام پر مامور فرمایا ہے۔ حضورِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت غوث الثقلین محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خاص خلعت اپنے دستِ مبارک سے پہنچائی اور روئے زمین پر کوئی ایسا ولی نہ رہا تھا جس نے حضرت پیران پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رُوبرُو گردن تسلیم خم نہ کی ہو۔ ؎

اوست در جملہ اولیاء شہباز
چو پیغمبر در انبیاء ممتاز

؎
غوث الاعظم درمیانِ اولیاء
چوں محمد درمیانِ انبیاء

حضرت میراں شاہ میرؒ قَدَمِی هٰذَا عَلٰی رَقَبَةِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہِ کے یہ معنی بیان فرماتے ہیں کہ میرا طریق سب طریقوں سے اعلیٰ ہے۔ قدم سے مراد طریقہ ہے اور تمام اولیاء نے جو گردن جھکائی اس سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کہ حضرت غوث الثقلینؓ کا طریقہ یا مسلک سب سے اعلیٰ ہے۔

حضرت شیخ جمال العارفین ابوالوفاؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت غوث الثقلینؓ کے بارے میں حضرت خضر علیہ السلام سے پوچھا۔ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آنجناب کو تمام ولیوں سے اعلیٰ مرتبہ دیا ہے۔ پھر یہی بزرگ فرماتے ہیں کہ مجھ کو شیخ عبد القادر جیلانی کے سر پر ایسا نور دکھائی دیتا ہے جس کی شعاعیں مشرق و مغرب میں پھیلی ہوئی ہیں۔ پھر آپ نے غائبانہ طور پر خطاب کرتے ہوئے

فرمایا "اے شیخ عبدالقادرؒ اب تو ہمارا زمانہ ہے لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں تمہارا زمانہ آئے گا۔ جب ہر مُرغ کی زبان بند ہو جائے گی مگر تمہارا طوطی قیامت تک بولتا رہے گا۔

جوانی کے ایام میں حضرت غوث پاک شیخ حمادؒ کی صحبت میں بیٹھے تھے جب اٹھ کر باہر تشریف لائے تو حضرت شیخؒ نے فرمایا کہ اس عجمی نوجوان کا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہوگا۔ حضرت امام یافعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت غوث الثقلینؒ کی بارگاہ سے نقشبندیہ، چشتیہ، سہروردیہ اور کبرویہ سلسلوں کے مشائخ کو کافی حصہ ملا ہے وہ اس طرح کہ سلطان الہند حضرت معین الدین چشتی اجمیریؒ بغداد پہنچ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنجناب نے حضرت خواجہ صاحبؒ کو کچھ عرصہ اپنے حجرہ مبارک میں رکھا اور توجہ فرماتے رہے۔ حضرت خواجہ یوسف ہمدانیؒ حضرت غوث الاعظمؒ کی صحبت میں رہے۔ سلسلۂ سہروردیہ سے حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ ہمیشہ حضرت غوث الاعظم کی خدمت میں رہا کرتے تھے۔ حضرت شیخ ابوالنجیب سہروردیؒ جب آنجناب کی خدمت میں روانہ ہوتے تو اپنے اصحاب کو فرماتے کہ "وضو کر لو اور اپنے دلوں کی نگہداشت کر لو اور خبردار ہو جاؤ کیونکہ میں ایسے شخص کی خدمت میں جاتا ہوں جس کا دل اللہ تعالیٰ سے علم حاصل کرتا ہے"۔ حضرت شیخ الشیوخؒ فرمایا کرتے تھے مجھے جو کچھ ملا ہے وہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؓ کی برکت سے ملا ہے۔ ؎

شہرِ نقشبند اور شہرِ اجمیر و سہرورد
مخمور ہیں زبادۂ فیضانِ دستگیرؒ

حضرت عارف باللہ عبداللہ بلخیؒ نے خوارق الاحباب فی معرفۃ الاقطاب کے پچیسویں باب میں لکھا ہے کہ جناب غوث الاعظمؒ نے ایک دن بخارا کی طرف رُخ مبارک کر کے عام مجمع میں فرمایا کہ مجھے اس طرف سے ایک مزے دار خوشبو آ رہی ہے۔ میری وفات کے ۱۷۵ سال بعد اس جانب سے ایک مردِ کامل پیدا ہوگا جس کا نام بہاؤالدین نقشبند ہوگا۔ وہ میری نعمت خاص سے حصہ لے گا۔ چنانچہ جب حضرت شیخ بہاؤالدین نقشبند نے درویشی میں قدم رکھا حضرت سید امیر کلالؒ سے بیعت ہو کر ذکر و فکر میں لگے تو اسم اعظم آپ کے دل پر نقش نہ ہوتا تھا گویا راہِ سلوک سے فیض یاب

ہو کر فیضِ باطنی میں رُکاوٹ ہوگئی۔ آپ بے تاب ہو کر جنگل کو نکلے۔ حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا انہوں نے کہا۔ اے بہاؤ الدین مجھے اسمِ اعظم جناب غوث الاعظمؓ سے ملا ہے تو بھی ان کی بارگاہ میں حاضر ہو کر ان کی برکت سے جلد ہی فیض اور مراد پائے گا۔ چنانچہ متوجہ ہوئے اگلی رات ہی جناب غوث الاعظمؓ خواب میں ملے اور اپنے دائیں ہاتھ کی پانچوں انگلیوں سے ان کے سینے کی طرف اشارہ کیا۔ بس ان کے باطن میں اسمِ اعظم نقش ہوگیا۔ شاہِ نقشبند نے اپنے باطن میں اللہ کا نقش دیکھا اور ہر شئے پہ یہی نظر آرہا تھا۔ پھر جو آپ کا مرید ہوتا حضرت بہاؤ الدین نقشبندی بخاریؒ اس کے دل پر یہی نقش باندھتے اور فرمایا کرتے کہ میرے دل پہ جناب غوث الاعظمؓ نے یہ نقش باندھا ہے میں تمہارے دلوں میں باندھتا ہوں۔ اس دن سے آپ کی شہرت حضرت شیخ بہاؤ الدین نقشبندؒ کے نام سے ہوگئی۔ آپ کا یہ شعر بھی بڑی شہرت رکھتا ہے۔

شعر

بادشاہِ ہر دو عالم شاہِ عبدالقادرؓ است

سرورِ اولادِ آدمؑ شاہِ عبدالقادرؓ است

لطائف الغرائب میں حضرت خواجہ گیسودرازؒ لکھتے ہیں کہ جب حضرت غوث الاعظم نے بغداد میں یہ کہا کہ میرا قدم ہر ولی کی گردن پر ہے تو سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ اس وقت خراسان کے پہاڑوں میں مصروفِ عبادت تھے۔ آوازِ غوثیہ سُن کر آپ نے ایسی گردن جھکائی کہ پیشانی مبارک زمین سے جا لگی اور فرمایا آپ کا قدم ہمارے سر آنکھوں پہ۔ آپ نے فرمایا۔ غیاث الدین کا بیٹا معین الدینؒ تمام اولیاء سے گردن جھکانے میں آگے ہوگیا اور وہ جلد ہی ملکِ ہند کا سلطان ہوگا۔

امام ربانی حضرت مجدد الفِ ثانیؒ اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں کہ حضرت غوث الثقلینؓ مرکزِ ولایت ہیں عالمِ اسلام میں جسے کوئی عظیم روحانی مرتبہ ملا وہ حضرت شیخ عبدالقادرؓ قدس سرہٗ کی توجہ باطنی سے ملا۔ بے شک حضرت غوث الاعظمؓ مرکزِ ولایت و قطبیت ہیں۔ دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ مقام مدار العالمین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو حاصل تھا اور ان سے یہ مقام منتقل ہوتا ہوا آنجناب تک آیا اور ہمیشہ کے لئے وہیں مخصوص ہوگیا۔ نیز حضرت مجدد الفِ ثانیؒ آپ کے ایک شعر کی شرح یُوں فرماتے ہیں کہ آسمان ہدایت پر کئی سورج طلوع ہو کر غروب ہوگئے مگر میرا آفتاب

غروب نہ ہوگا۔

آپ فرماتے ہیں کہ ۵ ہزار یہودی اور نصرانی میرے ہاتھ پر حلقۂ اسلام میں آئے اور ایک لاکھ سے زائد مسلمان بُری عادات اور خواہش سے تائب ہوئے۔ وعظ ارشاد کا یہ عرصہ ۵۲۱ھ سے ۵۶۱ھ تک رہا اور ان چالیس سالوں میں آپ نے امت کی کایا پلٹ دی اور جو برائیاں زمانہ کی وجہ سے مسلمانوں کی تہذیب، ثقافت اور کردار میں داخل ہو گئی تھیں وہ رفع ہو گئیں برائیاں آپ کی توجہ اور تعلیم سے خوبیوں میں بدل گئیں۔ غیر مسلم اقوام کے افراد جوق در جوق حلقۂ اسلام میں داخل ہونے لگے۔

حضرت سعید بن صالحؒ فرماتے ہیں کہ حضرت غوث الثقلین کے خلفاء سراپا رحمت تھے۔ ۵۵۰ھ میں حضرت نے بہت سے ایسے داعیان ہدایت مختلف علاقوں میں روانہ کئے تھے جو آسمان معرفت کے روشن ستارے تھے جن کو تربیتِ قلوب اور اصلاحِ خلق کا بے نظیر تجربہ تھا۔ جن کے اندر شانِ تسلیم و رضا تھی۔ جن کو روحانی قوت میں کمال حاصل تھا۔ وہ داعیان معرفت سے گمراہوں کو راہِ راست پر لانے۔ عیش پرستوں کے قلوب کو سنوارا۔ جن کے دل بیمار تھے ان کا علاج کیا جو مبتلائے معصیت تھے ان کو پرہیزگار بنا دیا۔ جو زندانِ حرص و آز تھے انہیں آزاد کیا، جو ظلمت کدوں میں بھٹک رہے تھے انہیں نورِ خدا کی محافل سے روشناس کرایا۔

برِ صغیر پاک و ہند میں یہ سلسلہ عالیہ حضرت مخدوم شیخ محمد الحسنی الجیلانی اچویؒ حضرت مخدوم شیخ عبدالقادر ثانیؒ فرد الافراد شیخ الآفاق حضرت شاہ کمال کیتھلیؒ اور قطب الاقطاب راس الاولیاء حضرت شاہ سکندر محبوب الٰہیؒ کے ذریعے پہنچا۔ اعلیٰ حضرتؒ کی رفعتِ شان اور عظمتِ روحانی کا اندازہ ان اقوال سے ظاہر ہے۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ مبداو معاد میں رقمطراز ہیں "جب مجھے بزرگوں کا عروج حاصل ہوتا ہے تو مجھے سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت غوث الثقلینؓ کے بعد حضرت شاہ کمال قادریؒ ایسی کوئی عظیم المرتبت ہستی نظر نہیں آتی۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں اس درویش کو نسبت فردیت کا متاع ۔۔۔۔ جو اولیاء سنت کا آخری عروج ہے ۔۔۔۔۔۔ اپنے والد بزرگوار سے حاصل ہوا تھا والد بزرگوار کو یہ نسبت حضرت شاہ کمال قادریؒ نے عطا فرمائی جو اپنے زمانے کے صاحب جذب و کرامات اور خوارق میں

فردِ زمانہ تھے۔

اہل اللہ کی دوستی اور ارادت مومنوں کے لئے دوزخ کی آگ سے نجات اور جنت میں جانے کی کفیل ہے۔ صالحین کی صحبت اور ان سے عقیدت انسان کو صالح بنا دیتی ہے اور بموجب فرمان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم "جو شخص جیسے لوگوں سے الفت اور محبت رکھے گا قیامت کے دن اسی زمرے میں اٹھایا جائے گا" اہل سعادت کا دامن پکڑ کر کوئی شخص منزل مقصود تک پہنچے بغیر نہیں رہ سکتا۔ البتہ حسنِ ارادت شرط ہے اور یہی حسنِ ارادت و عقیدت محترم محمد دین کلیم صاحب کو اولیائے کرام، مشائخ عظام اور بزرگانِ والا شان سے بالعموم اور حضرت غوث الاعظمؓ سے بالخصوص ہے جس کی بیّن دلیل کتاب ہذا ہے۔

کلیم صاحب نے صوفیائے کبار کے ہر چہار سلاسل کے اولیاء اللہ کو چار مختلف اشاعتوں میں پیش کر کے ایک اہم تصوفانہ خدمت انجام دی ہے اس ضمن کی پہلی اشاعت "لاہور میں اولیائے نقشبند کی سرگرمیاں" دوم "لاہور کے اولیائے چشت" سوم "لاہور کے اولیائے سہرورد" شائع ہو چکی ہیں جن سے اہل علم، طالبان شوق اور سالکانِ راہ ہدایت استفادہ کر رہے ہیں۔ زیرِ نظر کتاب اس سلسلے کی چوتھی کڑی ہے۔ فاضل مصنف نے جس تجسس اور ذوق کے ساتھ اس کتاب کے لئے مواد اکٹھا کیا ہے اور پھر جس قرینے کے ساتھ ترتیب دیا ہے۔ وہ انہی کا حصہ ہے اس لئے وہ مبارک باد کے مستحق ہیں۔ معلوم ہوتا ہے اس سعادت کے حصول میں انہیں تائیدِ ایزدی حاصل رہی ہے کیونکہ ؎

این سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

مصنف نے سینکڑوں کتب اور مختلف رسائل کے گہرے مطالعہ کے بعد لاکھوں صفحات کا عطر کھینچ کر رکھ دیا ہے۔ ان کتب کے مطالعہ سے عام مؤلفین و مصنفین بڑے بڑے دفاتر کی ورق گردانیوں سے بے نیاز ہو سکتے ہیں۔ جب بھی کسی مصنف کو کسی ایسے اہم مضمون پر تصنیف و تالیف کی ضرورت پڑی اس سے متعلقہ ضروری مواد کتابِ ہذا سے فراہم پا کر لائبریریوں میں مہینوں کی تفحص و جستجو اور ضخیم کتب کی ورق گردانی کی زحمت سے بچ جائے گا۔ مصنف کی محنت قابلِ داد

اور لائقِ صد ستائش ہے۔ انہوں نے بعض ایسے بزرگوں سے بھی عوام الناس کو متعارف کرایا ہے جن کے متعلق عصرِ حاضر کے مشائخ و طالبین تک بے خبر تھے۔ ایسے بزرگان کے حالات کے ساتھ ان کے نام و مقام کی بھی نشان دہی کی ہے۔ اس طرح اس کتاب کی قدر و قیمت بہت بڑھ جاتی ہے یہ تذکرہ ایک ایسا علمی کارنامہ ہے جو مصنف کو اہلِ علم کی صف میں ایک اہم مقام دِلائے گا۔

دُعا ہے اللہ تعالیٰ اپنے فرمان " وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيقًا " کے مطابق کلیم صاحب کو اس اہم دینی اور قومی خدمت کے صلہ میں دنیوی بہتری اور فلاح و بہبود کے ساتھ ساتھ اُخروی نجات اور بلندیٔ درجات سے نوازے۔ آمین۔

سیّد مقبول محی الدین گیلانی

۲۹ / اگست ۱۹۷۱ء

پیش لفظ

سید ابوالظفر شریف احمد شرافت سجادہ نشین
دربار نوشاہی - ساھنپال شریف - ضلع گجرات

خدائے بزرگ جل و علا نے انسان کو زیست جیسی ایک لاثانی اور عظیم نعمت سے سرفراز فرمایا ہے جس طرح ہر چیز کے مصرف کا کوئی نہ کوئی طور و طریقہ ہوتا ہے اسی طرح انسان کو بھی توشۂ حیات کی خاطر چند قواعد وضوابط کی ضرورت ہے۔ جہاں قرآن ہماری زندگی کا ضابطہ ہے وہیں ساتھ ساتھ اس کے عاملین یعنی اولیاء اللہ کی حیات ہائے طیبہ کو بھی اپنا مسلک بنانا اور اسے پیش نظر رکھنا لازمی ہے۔ ہماری زندگی تبھی راہِ راست پر آسکتی ہے جب اسے سیرت اولیاء اللہ کے قالب میں منقلب کیا جائے

زیر نظر کتاب " سلسلہ عالیہ قادریہ اور لاہور" میں جناب میاں محمد الدین کلیم بی اے۔ نے اولیائے سلسلہ قادریہ لاہور کی مقدس زندگیوں کو احاطۂ قرطاس میں مدون کر دیا ہے۔ اگر ہم سیاحِ چشم ودماغ کو عہدِ مذکور میں وارد کریں تو وہ تمام شاہکار نظر آجائیں گے جن کے سمجھنے کے بعد اپنی زندگی آئندہ نسلوں کے واسطے اسوۂ حسنہ بن سکتی ہے۔

عصرِ ہذا میں تہذیب نو کا کردار یہ ہے کہ وہ نئی نسل کو اسلامی شعار سے غافل کر رہی ہے۔ لوگوں نے سمندِ زیست ایسی راہ پر چلانا شروع کر دیا ہے جو مطلق غیر اسلامی شعار کی منزل تک پہنچاتا ہے۔ اس ماحول میں ایسی کتاب کا مطالعہ نئی ذہنیت کے لئے فطرت اور تحقیق کی راہ کھول دیتا ہے جو موجودہ معاشرہ کے لئے خاصہ عمدہ شاہراہ ہے۔

مصنف موصوف ایک بلند پایہ تاریخ نگار ہیں۔ آپ نے ادبی رنگ میں جو بھی گلکاریاں کی ہیں انہوں نے ناظرین کے قلوب میں جگہ پائی ہے۔ جوں جوں ان پر حقیقی نظر جمتی ہے۔ لوحِ دل پہ اُن کے نقش عمیق اور انمٹ ہوتے چلے جاتے ہیں۔

ایسے ہی چند عدد عکس آپ کے قلم کے شاہکار ہیں جو لاہور کی تاریخ پر مبنی ہیں۔ جن میں سے "لاہور کی اولیائے نقشبند کی سرگرمیاں" "لاہور کے اولیائے چشت" "لاہور کے اولیائے

سہروردی " رنگِ طبع سے مزین ہو کر منظرِ عام پر آ چکے ہیں ۔ اب یہ کتاب لاہور کے قادری سلسلہ کے بزرگوں کی زندگیوں کا عکس ہے جس میں تاریخی اور مستند حوالوں کا رنگ بھر کر اسے جاذبِ نگاہ بنا دیا گیا ہے ۔

مصنف کی یہ بلند پایہ تصنیف روایات و حکایات کی تصویر نہیں بلکہ لاہور کے اولیائے قادریہ کی دینی اور روحانی کارکردگیوں کا تحقیقی مرقع ہے ۔ اس موضوع پر ایسی جامع اور مکمل کتاب کے مطالعہ کے بعد کسی اور کتاب کی ضرورت کم ہیں آتی ہے ۔

موصوف نے بزرگوں کے صداقت پر مبنی حالات و کوائف کی فراہمی ۔ چھان بین اور دیگر تحقیقاتی اصولوں کے جو طریقے استعمال کئے ہیں وہ اس بات کی روشن دلیل ہیں کہ مصنف کو بزرگانِ دین سے کتنا شغف اور پیار ہے ۔

یہ بات بہت انبساط اور فخر کی ہے کہ فاضل مصنف علم و تاریخ کی خدمت میں جو مسلسل کوشش کر رہے ہیں وہ قابل صد تحسین و آفرین ہے اور تقاضائے عصر بھی یہی ہے کہ دائرۂ ہستی میں کوئی ایسی شخصیت ضرور موجود ہونی چاہیئے جو اسلاف کے پوشیدہ کمالات کو سطحِ حال پر لائے اور اصحاب ذوقِ نظارہ کی تشنگی دُور کرے ۔

مَیں یہ وثوق سے کہتا ہوں کہ زیرِ نظر اذکار اولیائے کرام سے کیف و سرور کے جو چشمے پھوٹتے ہیں ان سے ہر شخص اپنی استعداد کے مطابق ظرفِ تمنّا لبریز کرے گا ۔

خدائے عظیم و برتر کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ فاضل مصنف نے کتاب ہذا کو ترتیب و تدوین کے بعد زیورِ طبع سے آراستہ کر دیا ہے جس کی تابانی مؤرخین مستقبل کے لئے ہمیشہ چراغِ راہ کا کام دے گی ۔ اولیائے عظام کی سیرت کو سعی بلیغ کے بعد یکجا مرتب و محفوظ کرنا ایک بڑا کارنامہ ہے جس کو میاں صاحب نے اچھی طرح پایۂ تکمیل کو پہنچایا ہے ۔ جزاہُ اللہ عنا خیرا لجزاء ۔

سید شرافت نوشاہی اصلحہ اللہ حالہٗ و بالہٗ
۱۲ ستمبر ۱۹۷۱ء

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

دیباچہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَحَبِیْبِنَا وَشَفِیْعِنَا وَنَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ رَّحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ وَخَاتَمِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ صَادِقِ الْوَعْدِ الْاَمِیْنِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَتْبَاعِہٖ وَمَنْ تَبِعَھُمْ بِالْاِحْسَانِ اَجْمَعِیْنَ ۝ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ وَعَلٰی وَارِثِ حَالِہٖ مَوْلَانَا الْاَمِیْنِ الْمَتِیْنِ الْقُطْبِ الرَّبَّانِیِّ وَالْفَرْدِ الْجَامِعِ الصَّمَدَانِیِّ مَحْبُوْبِ سُبْحَانِیْ غَوْثِ الْاَغْوَاثِ شَیْخِ الْکُلِّ وَسُلْطَانِ الْاَوْلِیَاءِ السَّیِّدِ نَا اَبُوْ مُحَمَّدٍ مُحْیُ الدِّیْنِ حَضْرَتْ عَبْدُ الْقَادِرِ جِیْلَانِیْ اَلْحَسَنِیْ وَالْحُسَیْنِیْ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْہُ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَاَوْلَادِہٖ وَعَلٰی جَمِیْعِ خُلَفَائِہٖ وَخُدَّامِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۝ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ۝

قُم باذن اللہ جو کہتے تھے وہ رخصت ہوئے
خانقاہوں میں مجاور رہ گئے یا گورکن

(علامہ اقبال)

یہ ورد کار عالم کے لطف عمیم اور رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عنایات و نوازشات سے یہ فقیر پُرتقصیر ان اولیائے کرام کی برکات کا امیدوار جن کے حالات اور واقعات اس کتاب کی زینت ہیں۔ محمد دین کلیم قادری ابن قبلہ وکعبہ میاں شہاب الدین قادری قدس سرہ العزیز ملتمس ہے کہ خدائے ایزد متعال کی کرم پروری سے تذکرہ اولیائے لاہور کے تین حصے بطور کتابی شکل (۱) لاہور میں اولیائے نقشبند کی سرگرمیاں (۲) لاہور کے اولیائے چشت اور (۳) سہروردی اولیائے لاہور شائع ہو چکے ہیں اور اب چوتھا حصہ جو کہ " سلسلہ عالیہ قادریہ " سے متعلقہ ہے۔ پیش خدمت ہے۔ سب سے پہلے اس

مبارک سلسلہ کے بانی سلطان الاولیاء والعارفین غوث العالمین محی الملت والدین سید عبدالقادر جیلانی حسنی حسینی رضی اللہ عنہ کے مکمل سلسلہ طریقت کی تاریخ بیان کی گئی ہے اور بعد کی بھی یہاں تک کہ اس متبرک سلسلہ کے پہلے بزرگ کا لاہور میں ورود ہوا۔ اور یہیں سے تاریخ لاہور کا پہلا باب شروع ہوگا۔ حضرت شیخ الاسلام کا اور آپ کے مریدین و منتسبین کا غلبہ چونکہ تمام دنیائے اسلام پر چھایا ہوا ہے اس لئے آنجناب کے تاریخی حالات اس کتاب میں تبرک کے طور پر درج کئے گئے ہیں بعد ازاں آپ کے صاحبزادوں میں سے شیخ سیف الدین عبدالوہاب قادری اور شیخ تاج الدین ابوبکر عبدالرزاق قادری کی اولاد کثرت سے اس برِ صغیر پاک و ہند میں تشریف فرما ہوئی اور ان دونوں اصحاب کی اولاد ہی پاکستان میں روحانی بادشاہت کی مالک ہے۔ اس لئے ان کے حالات بھی دیئے گئے ہیں تاکہ تسلسل قائم رہے۔ حضرت سید عبدالرزاق قادری کے ایک صاحبزادے حضرت سید جمال اللہ حیات المیر قادری لاہور تشریف لائے۔ انہوں نے لاہور میں ہزاروں افراد کو فیوض و برکات سے نوازا۔ بلکہ ملک کے دور افتادہ علاقوں کے اولیاء اللہ بھی لاہور میں آپ سے فیض حاصل کرنے کے لئے تشریف لاتے تھے۔ قدیم کتب کے ذریعے معلوم ہوا ہے کہ آپ قبرستان میانی میں اقامت گزین تھے اور یہاں آپ نے کافی عرصہ گزارا۔ بعد ازاں آپ کو حیاتِ جاودانی مل گئی اور سلسلہ عالیہ قادریہ کا یہ درخشندہ ستارہ ظاہری دنیا سے روپوش ہو کر باطنی طور پر خلقِ خدا کی رہنمائی کرنے لگا۔

زیرِ نظر کتاب کئی سال سے ترتیب دے دی گئی تھی مگر کاغذ کی ہوش ربا گرانی اور دیگر مجبوریوں کے باعث اس ضخیم کتاب کا زیور طباعت سے آراستہ ہونا بظاہر بہت مشکل تھا مگر اچانک حضرت قبلہ و کعبہ سید مقبول محی الدین گیلانی زیب سجادہ آستانہ عالیہ کمالیہ سکندریہ حال ڈیرہ غازی خاں کے ہمت افزا اور جرأت مندانہ اقدام سے اس کام کو شروع کر دیا گیا ہے جو ترتیب سنین کے حساب سے ہے۔ مزید براں پہلی تین کتابوں کے مجموعے میں اس حصہ کو بھی دو حصوں میں آپ کے فرمان کے مطابق کیا جا رہا ہے۔

حصہ اول: اس میں ایسے اولیائے عظام و صوفیائے عظام کا تذکرہ ہے جو سلسلہ عالیہ قادریہ سے منسلک تھے اور مدینۃ الاولیاء لاہور میں تشریف فرما ہوئے۔ لاکھوں انسانوں کو فیوض و برکات

سے نوازتے ہوئے یہاں سے برِ صغیر کے دوسرے حصوں میں جا کر مقیم ہو گئے۔

حصہ دوم: اس حصہ میں ان قادری اکابر کا تذکرہ ہوگا جو اس تاج البلاد لاہور شہر میں تشریف لائے اور یہاں کے ہی ہو رہے۔ لاکھوں انسانوں کو قادریہ فیوضات سے نوازا اور بالآخر یہاں ہی آسودۂ خاک ہوئے۔

زیرِ نظر کتاب میں خامیاں اور سقم ہوں گے جس کیلئے میں اہلِ فضل و کمال سے معذرت خواہ ہوں مگر اسکا کیا علاج کر پاکستان بھر کے تمام مشائخ کرام اور متولیان و سجادہ نشینان سے رابطہ قائم کیا گیا اور کوئی شنوائی نہ ہو سکی بالآخر پبلک کے اصرار پر اس کو شائع کیا جا رہا ہے اگر کوئی نقص ہو تو اسکو درگزر فرماویں یا بندہ حقیر کو اس سے مطلع فرمادیں تاکہ اسکی اصلاح کر دی جائے۔

اس ضمن میں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ میرا ایک مضمون "لاہور میں عُرس غوثِ اعظم کی تقریبات" یعنی شاہ جیلان نمبر ماہنامہ عرفات لاہور مئی جون ۱۹۷۲ء میں شائع ہو چکا ہے یہ مضمون خاصی اہمیت کا حامل ہے اسلئے اس کا مطالعہ لازمی ہے اور یہ عُرس غوث الاعظمؒ کے متعلق تاریخ لاہور کا ایک اہم باب ہے۔ اس ضمن میں میں ان بزرگان کا بھی بیحد ممنون ہوں جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت میں میرے ساتھ تعاون کیا۔ (۱) علامہ اقبال احمد فاروقی۔ (۲) حکیم محمد موسیٰ امرتسری۔ (۳) میاں جمیل احمد سجادہ نشین شرق پور شریف۔ (۴) صاحبزادہ سید مقبول محی الدین گیلانی ڈیرہ غازی خاں۔ (۵) صاحبزادہ سید خورشید محی الدین گیلانی شیخوپورہ۔ وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن۔

ہیچمدان

محمد دین کلیم۔ ۱۶۔ برنی سٹریٹ۔ گڑھی شاہو۔ لاہور

قادری سِلسلہ تصوف

سلسلۂ زُلفِ یار سِلسلہ ما بود
طالبِ آں روی را خوشتر ازیں جا بود
ہر کہ دِل خویش را بست با من سِلسلہ
ہر دم و ہر ساعتش کار بہ بالا بود
دست بدست آمدہ سلسلۂ پیرِ ما
تا بہ قیامت ہمیں سلسلۂ ما بود
مظہرِ او شاہ من بہتر اہلِ زمان
ذاتِ عزیزش یقیں ذاتِ معلّٰی بود

دست دریں سلسلہ ہر کہ زند قلب او
نرم شود ہمچو موم گرچہ او خارا بود
سلسلۂ قادری است آنکہ بحکم خدا
بر ہمہ قادر بود تا ہمہ دُنیا بُود
سلطنت سہل است خود را آشنائے فقر کن
قطرہ تا دریا تواند شد چرا گوہر شود

(حضرت شہزادہ دارا شکوہ قادری حنفی)

شانِ حضرت غوث الاعظمؒ

گر کسے واللہ بعالم از مئے عرفانی است
از طفیلِ شاہِ عبدالقادر گیلانی است
شیخِ خرقانی یکے از خرقہ پوشانِ ویست
زاں جہت اورا لقب در مرد ماں خرقانی است
سہروردی نیز ملتانی است پیشِ درگہش
گرچہ اُو را صد ہزاراں بندہ ملتانی است
ہست ہر دم جلوہ گر از چہرہ اش حُسنِ حسن
زاں جمالش مصطفٰی را راحت و ریحانی است
مبتلیٰ را یا شہِ گیلانی از لطف و کرم
سُوئے خود آوازہ کُن وا ماندہ از حیرانی است

(شاہ ابوالمعالی قادری لاہوری)

حضرت میراں خداوند جہاں
غوث جنّ و انس شاہِ عارفاں
محی الدین شیخ عبدالقادر است
انکہ اورا عرش باشد آشیاں
رہنمائی شاہراہ احمدی
دستگیر جملۂ درماندگاں

سیدالسادات فخرِ اولیا ــــ شیرِ دین شہبازِ اَوجِ لامکاں
کی توانم گفت من خود را مرید ــــ قادری باشد سگِ ایں آستاں

(حضرت شہزادہ دارا شکوہ قادری حنفی)

حضرت شاہ جیلاں کی تعریف و توصیف میں سارا جہان مصروف ہے۔

حضرت پیرانِ پیر کا اپنے متعلق فرمان

اَنَا الْبَازِیُّ اَشْہَبُ کُلِّ شَیْخٍ
وَمَنْ ذَا فِی الرِّجَالِ اُعْطٰی مِثَالِیْ
وَوَلَّانِیْ عَلَی الْاَقْطَابِ جَمْعًا
فَحُکْمِیْ نَافِذٌ فِیْ کُلِّ حَالِ
وَکُلُّ وَلِیٍّ لَّہٗ قَدَمٌ وَاِنِّیْ
عَلٰی قَدَمِ النَّبِیِّ بَدْرِ الْکَمَالِ
نَبِیٌّ الْھَاشِمِیُّ مَکِّیٌّ حِجَازِیٌّ
ھُوَ جَدِّیْ بِہٖ نِلْتُ الْمَعَالِیْ
اَنَا الْجِیْلِیُّ مُحْیُ الدِّیْنِ اِسْمِیْ
وَاَعْلَامِیْ عَلٰی رَأْسِ الْجِبَالِ
اَنَا الْحَسَنِیُّ وَالْمَخْدَعُ مَقَامِیْ
وَاَقْدَامِیْ عَلٰی عُنُقِ الرِّجَالِ
وَعَبْدُ الْقَادِرِ الْمَشْہُوْرُ اِسْمِیْ
وَجَدِّیْ صَاحِبُ الْعَیْنِ الْکَمَالِ

عراق و شام

شیخ نور الدین ابی الحسن علی بن یوسف شطنوفی صاحب بہجۃ الاسرار فرماتے ہیں۔

غَوْثُ الْوَرٰی غَیْثُ النَّدٰی نُوْرُ الْھُدٰی
بَدْرُ الدُّجٰی شَمْسُ الضُّحٰی بَلْ اَنْوَرُ

قَطَعَ الْعُلُوْمَ مَعَ الْعُقُوْلِ فَأَصْبَحَتْ
أَطْوَارُهَا مِنْ دُوْنِهِ تَتَحَيَّرُ
مَا فِيْ عُلَاهُ مَقَالَةٌ لِمُخَالِفٍ
فَمَسَائِلُ الْإِجْمَاعِ فِيْهِ تُسْطَرُ

شیخ محمد بن سعید ذریع الزنجانی صاحب "روضۃ النواظر و نزہۃ الخواطر" اس طرح فرماتے ہیں۔

شَهِدَتْ بِمَرْتَبِهِ جَمِيْعُ مَشَائِخٍ فِيْ عَصْرِهِ كَانُوْا لِغَيْرِ تَنَاسِهِ
إِذْ قَالَ مَأْمُوْرًا عَلَىٰ كُرْسِيِّهِ قَدَمِيْ عَلَىٰ رَقَبَاتِ كُلِّ أَكَابِرِهِ
فَحَنَتْ جَمِيْعُ الْأَوْلِيَاءِ رُءُوْسَهُمْ إِجْلَالَهُ بَادِيْهِمْ وَالْحَاضِرِهِ

شیخ شہاب الدین عمر سہروردی فرماتے ہیں۔

"اس میں ذرہ بھر بھی کلام نہیں ہے کہ حضرت غوث اعظم مرکز ولایت ہیں۔ اولیاء اللہ میں ان کو خاص برتری حاصل ہے۔ ان کی برکات کا آفتاب روز حشر تک ضیا بازیاں کرتا رہے گا"

حافظ عماد الدین ابن کثیر اپنی تاریخ میں یوں رقم طراز ہیں۔

"حضرت سیدنا عبد القادر جیلانی عوام الناس اور خواص کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی تلقین فرماتے۔ شریعت کے معاملہ میں کسی بڑے سے بڑے مخالف سے بھی نہیں ڈرتے تھے۔"

سیدنا ضیاء الدین ابو النجیب عبد القاہر سہروردی فرماتے ہیں۔

"سیدنا عبد القادر اس وقت تمام دنیا کے اولیاء اللہ میں ممتاز اور یگانہ حیثیت کے مالک ہیں اور اپنی نظیر نہیں رکھتے۔ وہ اگر چاہیں تو لوگوں کے مقامات کو سلب کر لیں اور چاہیں تو اصلی حالت پر رہنے دیں۔"

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی اپنی کتاب "فتوحات مکیہ" میں تحریر فرماتے ہیں۔

"بغداد میں شیخ الاسلام سید محی الدین عبد القادر گیلانی کو اس قدر منزلت اور مرتبت حاصل ہے کہ کل اقطاب۔ ابدال۔ اوتاد اور افراد آپ کے زیر نگین ہیں۔ اور آپ سب کے قائد ہیں۔

حضرت سید احمد الکبیر الرفاعی نے اپنے بھانجے شیخ ابو الفرج عبد الرحیم سے فرمایا۔

"اے فرزند! اس دور میں کسی میں اتنی طاقت نہیں ہے۔ جتنی سید عبدالقادر میں ہے اور جس حال میں وہ ہیں۔ وہ انہیں کے شایان ہے اور وہی اس پر فائز ہوئے"

علامہ ابن جوزی نے آپ کو "اولیاء اللہ میں سب سے زیادہ سربلند" "اصفیا کے سر کے تاج" "شیخ الاسلام" اور "پیشوا" کے القاب سے یاد فرمایا ہے۔

حافظ ابوعبداللہ محمد بن اپنی کتاب "شیخۃ البغدادیہ" میں لکھتے ہیں۔

"حضور دین اسلام کے ایک عظیم رکن ہیں۔ عوام الناس اور خواص کو آپ کی ذاتِ اقدس سے فیض حاصل ہوا ہے۔ آپ مستجاب الدعوات ہیں۔ اور ہمیشہ یادِ الٰہی میں مستغرق رہتے ہیں۔"

حافظ زین الدین المشہور ابن رجب اپنے طبقات میں حضور کو ان القاب سے یاد کرتے ہیں "شیخ زماں"۔ "سرورِ اہلِ طریقت" "پیشوائے خدا شناسان"۔ "سلطانِ پیران"

تاریخ اسلام۔ تاریخ سمعانی۔ تاریخ العبر اور دوسری مشہور و معروف کتب تواریخ میں بھی آپ کے اوصاف جمیلہ نہایت توقیر و تعظیم کے ساتھ درج کئے گئے ہیں۔

شیخ موفق الدین ابن قدامہ صاحب معنی فرماتے ہیں۔ کہ

"میں نے دین کے معاملے میں کسی شخص کو بھی آپ سے زیادہ باعثِ تعظیم نہیں دیکھا بادشاہ اور امراء وزرا حضور کی مجلس میں نیازمندانہ حاضری دیتے اور مؤدب بیٹھتے"

شیخ ابوالقاسم عمر بزاز بغدادی فرماتے ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اِنِّیْ فِیْ جِوَارِ فَتًی
حَامِیْ الْحَقِیْقَۃِ نَفَّاعٍ وَّ ضَرَّارٍ
لَا یَرْفَعُ الطَّرْفَ اِلَّا عِنْدَ
مُکْرَمَۃٍ مِّنَ الْحَیَاءِ وَ
لَا یُغْضِیْ عَلٰی عَارٍ۔

حمد پاک پروردگار کے لئے ہے۔ کہ میں ایسے جوان کی حمایت میں ہوں جو حقیقت کا حامی ہے اور نفع دینے والے ہیں۔ آپ سوائے سخاوت کے اپنی آنکھ اوپر نہیں اٹھاتے۔ حیا کے باعث اور عار پر چشم پوشی نہیں کرتے۔

شیخ ابوسعید قیلوی فرماتے ہیں۔

53000

"کہ میں نے بارہا حضرت شیخ عبدالقادر کی مجلس میں پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور دوسرے پیغمبروں۔ فرشتوں اور جنوں کا صف بہ صف مشاہدہ کیا ہے"

افغانستان:
حضرت مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامی صاحب نفحات الانس اس طرح لکھتے ہیں۔

گویم زکمالِ تو چہ غوث الثقلینا　　محبوبِ خدا ابنِ حسنؓ آلِ حسینا
سر بر قدمت نہاوند بگفتند　　تا اللہِ لقد اثرک اللہ علینا

روس:
حضرت خواجہ بہاءالدین نقشبندیؒ فرماتے ہیں۔

بادشاہِ ہردو عالم شاہِ عبدالقادر است
سرورِ اولادِ آدم شاہِ عبدالقادر است
آفتاب و ماہتاب وعرش وکرسی وقلم
نورِ قلب از نورِ اعظم شاہِ عبدالقادر است

بھارت:
حضرت خواجہ معین الدین والملت سید معین الدین چشتی اجمیری فرماتے ہیں۔

یا غوثِ معظم نورِ ہدیٰ مختارِ نبی مختارِ خدا
سلطانِ دو عالم قطبِ علیٰ حیران زجلالت ارض وسماء
در صدق ہمہ صدیقؓ وشی در عدل عدالت چوں عمریؓ
اے کانِ حیا عثمانؓ منشی مانندِ علیؓ با جود و سخا
در شرع بغایت پرکاری چالاک چو جعفر طیاری
برعرشِ معلیٰ تیاری اے واقفِ رازِ اَو ادنیٰ
در بزم نبی عالی شانی ستّارِ عیوب مریدانی
در ملکِ ولایت سلطانی اے منبعِ فضل وجود وسخا

چوں پائے نبی شد تاج سرت تاج ہمہ عالم شد قدمت
اقطاب جہاں در پیش درت افتادہ چو پیش شاہ گدا
گر داد مسیح بہ مُردہ رواں دادی تو بدین محمد جان
ہمہ عالم محی الدین گویاں بر حُسن و جمالت گشتہ فدا
از بس کہ قتیل نفس خود بیمار خجالت مندو ملم
شرمندہ۔رو سیاہ۔ منفعلم۔از فیض تو دارم چشم دوا
معینؔ کہ غلامِ نامہ تو شد دریوزہ گر اکرام تو شد
شد خواجہ ازاں کہ غلام تو شد دارد طلبِ تسلیم و رضا

حضرت قطبُ الدّین بختیار کاکی چشتی دہلوی یوں عرض کرتے ہیں

قبلۂ اہلِ صفا حضرت غوث الثقلین دستگیر ہمہ جا حضرت غوث الثقلینؒ
خاک پائے تو بود روشنی اہلِ نظر دیدہ را بخش ضیاء حضرت غوث الثقلینؒ
قلبؔ مسکین بہ غلامی درت منسوب است داغ مہرش بفزا حضرت غوث الثقلینؒ

حضرت مخدوم علی احمد صابر کلیری چشتی اس طرح پکارتے ہیں۔

من آمدم بہ پیش تو سلطانِ عاشقاں
ذات تو ہست قبلۂ ایمانِ عاشقاں
در ہر دو کون جز تو کسے نیست دستگیر
دستم بگیر از کرم اے جان عاشقاں

حضرت شاہ عبدالحق محدّث قادری دہلوی فرماتے ہیں۔

غوث اعظم دلیل راہ یقین بیقین رہبر اکابر دین
اوست در جملہ اولیاء ممتاز چوں پیمبر در انبیاء ممتاز
اولیا بندہ اش از دل و جان قدم او بر گردن ایشاں
وصف تعریف او ز من نہ نکوست خود کرامت او معروف اوست

حضرت مولانا احمد رضا خاں قادریؒ بریلوی فرماتے ہیں۔

نامد ز سلف عدیل عبدالقادرؒ　　نابد بخلف بدیل عبدالقادر
مثلش گر از اہل قرب جوئی گوئی　　عبدالقادر مثیل عبدالقادر

حضرت مجدد الف ثانی نقشبندی سرہندی فرماتے ہیں۔

"حضرت غوث الثقلین مرکز ولایت ہیں۔ دنیا نے اسلام میں جس کسی کو عظیم روحانی مرتبہ ملا وہ حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کرم سے ملا اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ آپ مرکز ولایت و قطبیت ہیں"

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی چشتی فرماتے ہیں۔

خداوندا بحق شاہ جیلاں　　محی الدین غوث و قطب دوراں
بکن خالی مرا از ہر خیالے　　دلیکن آنکہ زد پید است حالے

حضرت ابوالفتح سید محمد الحسینی خواجہ گیسو دراز بندہ نواز چشتی فرماتے ہیں۔

یا قطب ما یا غوث اعظم یا دلی　　روشن ضمیر
بندہ درماندہ ام جز تو نہ　　دارم دستگیر
بر در درگاہ والا سائلم　　یا آفتاب
خاطر ناشاد راکن شاد یا پیران پیرؒ

حضرت سیدنا نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی چشتی دہلوی کے ملفوظات "فوائد الفواد" مرتبہ حضرت خواجہ حسن علاء سجزی میں ہے۔ کہ ایک مجلس میں حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا۔

"چند ابدال پرواز کرتے خانقاہ عالیہ قادریہ بغداد پر سے گزرے۔ وہ خانقاہ سے علیحدہ ہوکر نہیں گزرے بلکہ اوپر سے گزرے۔ یہ بات ادب کے خلاف تھی۔ ان کی طاقت پرواز سلب ہوگئی۔ اور خانقاہ کی صحن میں گر پڑے۔ کئی دن اسی حالت میں رہے۔ جب آپ کی نظر کرم ہوئی تو پھر اپنی حالت میں آکر پرواز کر گئے"

سراج الدین بہادر شاہ ظفر فرماتے ہیں۔

مکن تشویش و باش اے دل غلام شاہِ جیلانی
غلامش را بود در ہر دو عالم قصرِ سلطانی
بہ بزم واصلانِ حق بہ بیں قربش بذاتِ حق
اسیر ہم مقبول یزدانی۔ وہم محبوب سبحانی
کند مشکل کشائی چونکہ دستِ فضل و احسانش
ہزاراں عقدۂ دشوار بہ کشاید بآسانی
بہ خاکِ آستانش گر نسالد مہر روئے خود
نگردد چہرہ اش زیباں بہ اوجِ چرخِ نورانی
فلک آورد تسبیح گہر از دانۂ انجم
کند تا ہر ملک در خانقاہش سبحہ گردانی
چہ باشد حاجت اظہار مطلب در حضورِ او
بہ ظاہر بر ضمیر اشس اسرارِ پنہانی
ظفر در دین و دنیا نیست دیگر دستگیر من
بغیر از پیر پیران۔ غوث اعظم قطبِ ربانی

ملا عبدالقادر بدایونی اس طرح کہتے ہیں۔

غوثِ اعظم منِ بے سروساماں مددے　　قبلۂ دین مددے کعبۂ ایماں مددے
مہبطِ فیض ابد گوشۂ چشمے کرمے　　مظہرِ سرِّ ازل واقفِ پنہاں مددے
خاکِ بغداد بود سرمۂ بینائیِ من　　دیدہ ام را چہ کند کحل صفاہاں مددے
ما گدائیم تو سلطان دو عالم ہستی　　از تو داریم طمع ای شاہِ جیلاں مددے
وطن آوارۂ مخصوص زبخت سیاہ ام　　مشعلِ تیرگی شامِ غریباں مددے

بلبل سرائے تو ام ای اشکِ بہار — موجبِ رونقِ ایں گلشنِ امکاں مددے

کلام امیر مینائی ملاحظہ ہو۔

کیا غم مری مدد پہ اگر غوثِ پاک ہیں — اللہ بھی ادھر ہے جدھر غوثِ پاک ہیں
حامی مرے شفیق مرے۔ داد رس مرے — ہیں اس طرف رسول ادھر غوثِ پاک ہیں
کر دیں گے ڈوبتی ہوئی کشتی کو دم میں پار — باندھے مری مدد پہ کمر غوثِ پاک ہیں
وہ کون ہے ملیح نہیں جو حضورؒ کا — فرمانروائے جن و بشر غوثِ پاک ہیں
آئی کوئی بلا تو سپر پہ غوثِ پاک ہیں

حضرت شاہ محمد سلیمان قادری چشتی پھلواروی فرماتے ہیں۔

عاشقِ خواجہ ہوں مَیں اور ہوں گدائے غوثِ پاک
جان نثار خواجہ ہے اور دل فدائے غوثِ پاک
شکر ہے ہر دم زباں مصروف ذکرِ خواجہ ہے
اور ہے لب پہ مرے ہر دم ثنائے غوثِ پاک
اپنا مسلک اپنا مذہب عاشقو بس ہے یہی
جس میں خواجہ کی خوشی جس میں رضائے غوثِ پاک
آرزو ہے یہ سلیماں کی کہ وقتِ جاں کنی
سر ہو خواجہ کے قدم پر اس پہ پائے غوثِ پاکؒ
(خواجہ ۔ حضرت معین الدین چشتی اجمیری سجزیؒ)

اب کلام حسرت موہانی پیش خدمت ہے۔

دستگیری کا طلبگار ہوں شیئاً للہ — میرِ بغداد مَیں ناچار ہوں شیئاً للہ
کیا کروں میری دعا بھی تو نہیں ہے مقبول — مَیں کہ اک فردِ گنہگار ہوں شیئاً للہ

غوثِ اعظم سے جو مانگو گے ملیگا حسرتؔ — پھر کہو حاضرِ دربار ہوں شیئاً للہ

کافی ہیں غوثِ اعظم جیلاں میرے لئے — حسرتؔ کوئی مدد نہ کرے کیا مضائقہ

جمالِ نورِ مطلق کے نظارے — کرد حسرتؔ حضورِ میرِ بغداد

کب سے کرتے ہیں غلامی شہِ جیلانی کی — رشکِ شاہی ہو نہ کیوں اپنی فقیری حسرتؔ

کتاب تفریح الخاطر مصنفہ ابن محی الدین الدری میں لکھا ہے۔ کہ جب سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء بغداد شریف پہنچے تو حضرتِ غوثِ اعظم کی اولاد سے آپ نے سید عمر قادری سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کی۔

پاکستان: سلطان العارفین حضرت سلطان باہو قادری گنج الاسرار میں فرماتے ہیں۔

شو مریداز جان باہو بالیقین — خاکپائے شاہِ میراں راس دین

ایضاً

شاہِ جیلانی محبوب سبحانی میری بانہہ پھڑلو گھٹ کر کے ہُو
پیر جنہاں دے میراں باہوؔ او کدھے لگدے تر کے ہُو

ایضاً

شاہِ میراں ہست ثانی شہرِ امیر — شہسوارِ معرفت روشن ضمیر

ہر کہ راپدرش بود عارف مقیم — چوں نہ باشد سید راہِ سلیم

اصلِ جیلانی زِ باطنِ مصطفےٰ　　این مراتب قادری قدرتِ الٰہ

حضرت شاہ ابوالمعالی قادری لاہوری "تحفہ قادریہ" میں فرماتے ہیں۔

گر کسے واللہ بعالم از مئے عرفانی است
از طفیلِ شاہِ عبدالقادر گیلانی است

ایضاً

شاہِ جیلانی ترا حق در وجود　　رحمۃ اللعالمین آوردہ است
ہر کہ آن تست مقبولِ خداست　　گرچہ ہر ناکردنی راکردہ است

ایضاً

تشنہ لب گریاں بہ سوئے بحرِ عرفاں میروم　　سدزدہ چوں سیلِ اشکِ خود بافغاں میروم
حاجیٔ بغداد گیلانم ز شوقِ حضرتش　　گہ سوئے بغداد گاہے سوئے گیلاں میروم
ہم عرب شد ہم عجم صید تو اے ترکِ عجم　　براسیرِ خویش رحمے کن کہ حیراں میروم
بادلِ پُر خون و چشمِ خوں فشاں درراہِ او　　میروم زانساں کہ گوئی در گلستاں میروم
باسگانِ کوئے او عقدِ محبت بستہ ام　　ہر دم از روئے وفا سوئے محبّاں میروم

ایضاً

از رہِ فقر و فنا گوئی شہِ بحر و برم　　تا بہ جان و دل گدائے شیخ عبدالقادرم
ہست دائم در طوافِ کعبۂ کویش دلم　　در رہِ صدق و صفا اینست حج اکبرم
مے نہم گریاں رُخِ خود بروزت ہر صبح و شام　　رحمتے بر روئے گرد آلودہ و چشمِ ترم
چیست در پیش کرمہائے تو جرمِ غربتی　　الکرم یا غوثِ اعظم بالترحم الکرم

پیر وارث شاہ قادری لکھتے ہیں۔

مدح پیر دی حب دے نال کیجے جیندے خادماں دی وچہ پیریاں نی
باہجہ اوس جناب دے پار ناہیں لکھاں ڈھونڈھدے پھرن فقیریاں نی

جیہڑے پیر دی نظر منظور ہوئے گھریں تنہاں دے پیریاں میریاں نی
روز حشر دے پیر دیاں طالباں نوں ہتھ سجڑے ملن گیاں چیریاں نی
اوہ تاں خاص محبوب اللہ دے نے قلماں لکھیاں جنہاں نکیریاں نی
وارث محی الدین نے پیر ساڈے سوہنے نام دیاں ساتوں دھیریاں نی

میاں محمد بخش مصنف سیف الملوک فرماتے ہیں۔

واہ واہ حضرت شاہ جیلانی و مظہر ذاتِ ربانی
سر پہ چھتر محبوبی والا دلبان دی سلطانی
غوثاں۔قطباں تے ابدالاں قدم جنہاں دے چائے
ئے برساں دے موئے جوائے ایسے کرم کمائے
غفلت غم دی مرض ونجے گی لوں لوں رہسی شادی
جس دن کرسن یاد محمد حضرت شاہ بغدادی

حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی سہروردی فرماتے ہیں۔

بیکساں را کس اگر جوئی تو در دنیا و دیں
ہست محی الدین سید تاج سرداراں یقین
دست گیر بے کساں و چارۂ بے چارگاں
شیخ عبدالقادر است آں رحمۃ اللعالمین
اولیاء اولین و آخرین سر ہائے خود
زیر پائش مے نہند از حکم رب العالمین
قطب اقطاب زمان و شہباز لامکاں
مہربان بے کساں نائب شفیع المذنبین
ثمرۂ شجرِ نبی و میوۂ باغ علی
سرو بستانِ حسن آں سرور دنیا و دین
نور گلزار حسین آں جوئبار رحمتش
پیر پیراں پیرِ من محبوب رب العالمین
ہر کسے نازد بہ کس اِلّا بہاء الحق زدل
مے فروشد از رہت از صدق ایمان و دین

ایک دوسری جگہ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی سہروردی فرماتے ہیں۔

معلیٰ محبِ سبحانی مقدّس قطبِ ربّانی | علیؑ سیرت۔ حسن ثانی۔ محی الدّین جیلانیؒ
بمعنی پیرِ کنعانی۔ بہ صورت یوسفؑ ثانی | بہ ہمّت شاہِ مردانی۔ محی الدّین جیلانی
رُخش لعلِ بدخشانی۔ لبش یاقوت مرجانی | حدیث سرّ حقانی۔ محی الدّین جیلانی
زہے منظورِ پیغمبرؐ نہال باغ آں سرور | زہے طوطی رضوانی۔ محی الدّین جیلانی
چہ ایرانی۔ چہ تورانی۔ چہ ہندی وچہ کوہائی | سگ درگاہ صمدانی۔ محی الدّین جیلانی
زہے پیمانے نورانی زہے فرخندہ پیشانی | کمالِ فخرِ انسانی۔ محی الدّین جیلانی
عطا بخشنے مہمانی شفا بخشنے مسلمانی | خطا بخشنے مریدانی۔ محی الدّین جیلانی

غلام درگہش دانی بہاء الدّین ملتانی
کند در مدح طغیانی۔ محیَ الدّین جیلانی

نوادرات سلسلہ عالیہ قادریہ

ادراج شریف

خانوادۂ بخاریہ کے پاس حضرت غوث الثقلین سیّد عبدالقادر جیلانی کی تسبیح ٹوپی اور قینچی ہے۔

خانوادۂ گیلانیہ کے پاس درج ذیل تبرکات اور نوادرات موجود ہیں:۔

۱۔ حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا جبّہ مبارک جو ڈاکوؤں نے آپ سے بغداد کی طرف کاروان کے ساتھ جاتے ہوئے چھین لیا تھا اور پھر آپ کے سچ بولنے پر سب تائب ہوگئے تھے۔

۲۔ دستار مبارک حضرت غیاث الکونین سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ۔

۳۔ ایک قلمی نسخہ جو حضرت شیخ سعیدؒ مخزومی مرشد سیّد عبدالقادر جیلانی نے تحریر فرمایا تھا اور جو اپنے نامور شاگرد کے لئے تالیف کیا تھا۔ بھی موجود ہے۔

۴۔ فتوح الغیب کی ایک فارسی شرح مفتاح الغیب کا قلمی نسخہ بھی ہے۔

۵۔ مُلّا عبدالحکیم سیالکوٹی نے حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب غنیۃ الطالبین کی شرح لکھی تھی۔ اس کا ایک نسخہ بھی موجود ہے یہ کتاب مُلّا عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ بلاول قادری لاہوری کی فرمائش پر مرتب کی تھی۔

۶۔ گیلانیہ لائبریری میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے حالات زندگی اور فضائل و مناقب پر بے شمار گمنام مصنفین کی کتب موجود ہیں۔

۷۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی الحسنی الحسینی البغدادی کی نہایت نفیس اور عمدہ قلمی تصاویر بھی موجود ہیں۔ اس کے علاوہ سید عبدالوہاب گیلانی قادری رحمۃ اللہ علیہ حضرت میاں میر قادری لاہوری رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت شاہ ابوالمعالی قادری لاہوری رحمۃ اللہ علیہ۔ شہزادہ دارا شکوہ قادری رحمۃ اللہ علیہ کی بھی قلمی تصاویر ہیں۔

۸۔ قصیدہ غوثیہ خطِ کوفی میں تحریر شدہ ہے۔ یہ قصیدہ حضرت سیدالانام شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہے۔

دہلی: حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی جب حرمین الشریفین کی زیارت کے لئے مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ تو وہاں آپ نے حضرت شیخ عبدالوہاب متقی سے علمِ حدیث و تفسیر کی سند لی اور جب آپ واپس وطن آنے لگے تو آپ کے استادِ مکرم نے آپ کو حضرت شیخ محی الدین سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا پیراہن مبارک عطا کیا جو آپ اپنے وطن لے کر آئے تھے۔

مدینۃ الاولیاء "لاہور"

بادشاہی مسجد

۱۔ سرخ جائے نماز حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز۔

۲۔ حضرت غوث الثقلین کی ایک رضائی مبارک جس میں روئی بھری ہوئی ہے۔ یہ مصری کپڑے کی بنی ہوئی ہے اور ریشمی دکھائی دیتی ہے۔ یہ دوہری تہہ کے کپڑے کی بنی ہوئی

ہے۔ سرخ اور استر زرد رنگ مائل بہ سُرخی ہے۔

۳۔ دستار مبارک (عمامہ) یمنی ساخت کی ریشمی۔ تہ کی ہوئی۔

۴۔ حضرت قطبِ ربانی۔ شیرِ یزدانی۔ محبوب سبحانی شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پُر انوار کا غلاف۔

کیتھل شریف

حضرت شاہ کمال قادریؒ کیتھلی نے حضرت غوثِ اعظمؒ کا پیراہن مبارک جوان کے پاس سلسلہ بہ سلسلہ آیا تھا۔ اس کیتعلق آپ نے حضرت شاہ سکندرؒ قادری کیتھلی سے فرمایا تھا کہ اس کو شیخ احمد سرہندی (حضرت مجددِ الفِ ثانی) کو دے دینا۔ چنانچہ انہوں نے یہ پیراہن مبارک حضرت مجدد صاحب کے سپرد کر دیا۔

فقیر خانہ "لاہور"

۱۔ پیالہ حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جس میں مکمل کلام پاک تحریر ہے۔ یہ پیالہ آنجناب کے ذاتی استعمال کا تھا جو ایک نہایت خوبصورت شیشے کا بنا ہوا ہے اور چار انچ نصف قطر کا ہے۔ یہ پیالہ قدیم فنِ ظروف سازی کا ایک نفیس اور نادر نمونہ ہے لکھا ہے کہ شاہِ جیلان عمر بھر اسی ایک پیالہ پر قانع رہے۔

۲۔ تسبیح حضرت سید عبدالقادر جیلانی۔ محبوبِ سبحانی۔ غوثِ صمدانی۔

۳۔ قرآنِ مجید جو حضرت سیدالانام سید عبدالقادر جیلانیؒ کے دستِ مبارک کا تحریر شدہ ہے جو کہ بغدادی خط میں ہے۔

۴۔ علاوہ ان تبرکات کے پانچ عدد دیگر تبرکات بھی موجود ہیں۔ اور مزید کئی نشانیاں ہیں

۵۔ حضرت غیاث الثقلین سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا موئے اقدس بھی موجود ہے۔

کشمیر:

خانقاہ پیر دستگیر

سری نگر کے محلہ   میں حضرت غوث الاعظم کے نام سے یہ خانقاہ ہے۔ اس میں آنجناب کا موئے مبارک رکھا ہوا ہے۔

قادری اولیائے لاہور کے مقابر و مزارات سے سکھوں کا سلوک

مزارات پُرانوار سلسلہ عالیہ قادریہ:

(۱) **تکیہ انبلی والا** یہ جگہ پیسہ اخبار نئی انارکلی میں واقع ہے۔ سادات گیلانی کی قدیم قبور مختلف تھڑوں پر موجود ہیں۔ رنجیت سنگھ نے اپنے دورِ اقتدار میں تمام سنگِ مرمر یہاں سے اُترو الیا تھا جس کی وجہ سے تمام مزارات مسمار ہو گئے۔ رائے بہادر کنہیا لال مصنف تاریخِ لاہور لکھتے ہیں کہ سید صوفی گیلانی قادری۔ سید عمر گیلانی اور سید ہاشم گیلانی قادری کی قبور پہ ایک سنگِ مرمر کا نہایت عالیشان گنبد تھا جس کو رنجیت سنگھ نے گروا دیا تھا۔ انگریزی عہد میں سید نظام الدین گیلانی المشہور پیر لودیاں والے نے اس کی مرمت کروائی تھی۔

(۲) **مزار پُرانوار حضرت شاہ محمد غوث قادری "لاہوری"** آپ کا مزار بیرون دہلی دروازہ میونسپل لائبریری کے پاس سرکلر روڈ اور نئی سڑک کے درمیان واقع ہے۔ پہلے یہ نہایت عظیم الشان مکان تھا۔ رنجیت سنگھ کی وفات کے بعد کنور نونہال سنگھ نے حکم دیا کہ فصیل لاہور سے آدھ آدھ میل باہر شہر کی چاروں اطراف میں میدان صاف کر دیا جائے۔ عمارات منہدم کر دی جائیں چنانچہ جب لارڈ فرانسیسی کی نگرانی میں یہ کام شروع ہوا۔ تو سب سے پہلا نشانہ حضرت شاہ محمد غوث قادری کا مقبرہ بنا۔ مزار کی مسجد منہدم کر دی گئی اور اندرونی و بیرونی چار دیواری بھی

مسمار کر دی گئی۔ جس سے مسلمانوں میں سخت بے چینی پھیلی۔ اسی رات کنور نونہال سنگھ شاہی قلعہ سے باہر آرہا تھا کہ قلعہ کے دروازہ کی منڈیر اوپر گر جانے سے مارا گیا۔ چنانچہ تمام شہر میں شور مچ گیا کہ حضرت شاہ محمد غوث گیلانی قادری کے روضہ سے بدسلوکی کرنے پر اس کا یہ حشر ہوا ہے۔ فی الفور دوبارہ عمارات بننی شروع ہوئیں اور پھر وہی رونق ہو گئی

(۳) **مقبرہ حضرت طاہر بندگی قادری** آپ کا مزارِ اقدس قبرستان میانی میں واقع ہے سکھوں کے عہد میں اس محلہ کو خوب لوٹا گیا سکھ غارت گر ہزاروں قرآنِ شریف اور احادیث کی کتابیں لوٹ کر لے گئے اور پھر ان کو بے مقصد سمجھ کر گاؤں سے باہر پھینک گئے۔ ان ظالموں نے مزارِ مقدس کو بھی نقصان پہنچایا۔

(۴) **مقبرہ حضرت میاں میر بالا پیر قادری** رنجیت سنگھ نے اس مقبرہ کو بھی نیست و نابود کرنے کی ٹھانی اور خود گھوڑی بیلی پر سوار ہو کر وہاں گیا تاکہ قیمتی سنگ مرمر اور دوسرے قیمتی پتھر وہاں سے اتروا لے۔ مگر گھوڑی کو ٹھوکر لگی اور وہ اوندھے منہ گر پڑا۔ اور اس طرح یہ مقبرہ ویران ہونے سے بچ گیا۔ موضع ہاشم پورہ کو دارا شکوہ نے اس لئے برباد کر دیا کہ اس قصبہ کے جاٹ حضرت میاں میر کے فقراء سے جھگڑتے رہتے تھے اور ان کے مال مویشی وغیرہ چھین کر لے جاتے تھے اور باقی تمام بستیاں غیاث پورہ۔ دارا پورہ۔ عالم گنج اور جنت پورہ وغیرہ بحکم انگریزی سرکار اٹھا دیئے گئے " تاکہ یہاں میاں میر چھاؤنی بن سکے "

(۵) **مقبرہ حضرت ملا شاہ بدخشانی قادری** شہزادہ دارا شکوہ قادری نے اپنے پیر و مرشد حضرت ملا شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا مقبرہ نہایت عالیشان بنوایا تھا۔ اور بہت سا سامان سنگِ مرمر و سنگِ سرخ جمع کرایا تھا۔ رنجیت سنگھ نے اپنی حکومت میں اس مقبرہ کے تمام قیمتی پتھر اتروا لئے تھے۔ قبر کا تعویذ جو سنگ مرمر کا تھا اور سنگِ مرمر کے پنجرے۔ سنگِ مرمر کی سلیں۔ سنگِ قو سلی۔ سنگِ ابری۔ سنگِ سرخ کے تمام قیمتی پتھر اس ظالم نے اتروا کر رام باغ امرتسر کی بارہ دری کے لئے بھجوا دئے

اس عالیشان مقبرے کے محراب سنگِ رُخام کے بنے ہوئے تھے۔

(۶) **مقبرہ سید عبدالوہاب قادری** یہ مزار گڑھی شاہو میں واقع ہے۔ کسی زمانہ میں پختہ چونہ گچ مقبرہ کے اندر قبر پختہ مع فرش سنگِ مرمر کی بنی ہوئی تھی۔ قریب ہی بڑا چاہ جس کو تالاب کہنا چاہیئے۔ موجود ہے۔ اندر کا فرش اور قبر کا فرش رنجیت سنگھ کے حکم سے نکال لیا گیا اور قبر گرا دی گئی

(۷) **مقبرہ سید شاہ چراغ گیلانی قادری** مقبرہ کے ساتھ جو نہایت عالیشان مسجد ہے سکھوں نے اس مسجد میں بارود بھر رکھی تھی اور میگزین بنایا ہوا تھا۔ یہی حال مقبرہ کا تھا۔

(۸) **مقبرہ حضرت شمس الدین قادری** آپ حضرت ابواسحاق قادری (مزنگ) کے مرید اور حضرت شاہ بلاول قادریؒ کے پیر بھائی تھے۔ ان کا زمانہ اکبر جہانگیر اور شاہجہان کا تھا۔ جن دنوں شاہجہان شہزادہ تھا۔ اس نے آپ کا روضہ نہایت عظیم الشان تعمیر کردیا مقبرہ پر چاروں گوشوں پر چار مینار تھے۔ سنگِ مرمر کا بھی استعمال کیا گیا۔ جب جہانگیر کو آپ کے وصال کا علم ہوا۔ تو اس نے آپ کے روضہ کے گرد ایک باغ احداث کرایا۔ جو عہد محمد شاہی تک آباد تھا۔ بعد میں سکھ گردی کا شکار ہو گیا۔

(۹) **مقبرہ خواجہ بہاری قادریؒ** آپ حضرت میاں میر بالا پیر قادری کے خلفائے اعظم میں شمار ہوتے ہیں۔ مزار اقدس ریلوے لائین کے ساتھ میانمیر کی آبادی میں واقع ہے۔ سکھوں کی غارت گری کے دوران رنجیت سنگھ کے ایک فرانسیسی جرنیل ایوی میٹائیل نے اس مقبرہ کا تمام سنگِ مرمر اور دیگر قیمتی پتھر اتار کر لاہور میں اپنی کوٹھی میں لگوا لیا تھا۔

(۱۰) **مقبرہ سید محمد فاضل متوکل قادری** آپ کا مقبرہ مال روڈ لاہور پر بالمقابل مقبرہ شاہ اسماعیل محدث واقع تھا۔ سکھ لٹیروں نے روضہ سے قیمتی پتھروں کے تختے اکھاڑ کر اسے منہدم کردیا۔

---

(۱۱) **مقبرہ شاہ شرف قادریؒ**

آپ عالمگیر کے عہد میں فوت ہوئے اور نہایت عظیم الشان مقبرہ بنا۔ جس کے ساتھ ہی ایک مسجد تھی جو فن تعمیر کا کامل نمونہ تھی اس کی اندرونی دیواریں سنگ مرمر اور بیرونی دیواریں سنگ سرخ سے مزین تھیں۔ جب رنجیت سنگھ شہر کے باہر خندق کھودنے لگا تو یہ مقبرہ اور مسجد حائل ہوئے چنانچہ اس نے تمام قیمتی پتھر اتار لیا اور امرتسر بھیج دیا۔ مسجد اور مقبرہ کو منہدم کر دیا۔ آپ کا تابوت نکالا اور فقیر عزیز الدین کی نگرانی میں موجودہ جگہ بنک اسکوائر نزد مال روڈ پر ایک معمولی سی چار دیواری میں متصل حضرت خواجہ محمد سعید نقشبندی کے روضہ کے دفن کر دیا۔

(۱۲) **مزار سید عبدالخالق بن سید عبدالواسع**

محلہ سید سر (حوض سیدا) گڑھی شاہو میں واقع تھا۔ بھنگی سکھوں نے اپنے دور بدمعاشی میں اس محلہ کو خوب لوٹا۔ اور برباد کر دیا۔

(۱۳) **مقبرہ سید بدرالدین گیلانیؒ**

آپ شاہ جہان کے عہد کے بزرگ تھے۔ اور آپ کے نام سے ایک محلہ سید بدرالدین تھا۔ اب اس جگہ مال روڈ پر گورنمنٹ ہاؤس ہے۔ انہوں نے اس جگہ ایک نہایت عظیم الشان مسجد تعمیر کروائی تھی۔ سنہ ۱۶۶۱ء میں عالمگیر کے عہد میں ان کا وصال ہو گیا۔ یہ حاکمان لاہور کے عہد رنجیت سنگھ نے اس پر قبضہ کر کے پہلوانوں کیلئے کشتی وغیرہ کا کروا دیا اور یہ گنبد کشتی والا کے نام سے مشہور ہو گیا۔ بعد ازاں مہاراجہ نے یہاں چھاؤنی بنائی جس کا انچارج جمعدار خوشحال سنگھ مقرر ہوا جس نے گنبد گرا کر ہشت پہلو کوٹھی بنوائی۔ آج بھی آپ کا مزار گورنمنٹ ہاؤس کی زیریں منزل میں موجود ہے۔

لاہور اور اس کے مضافات

مدینۃ الاولیاء لاہور میں سب سے پہلے قطب الاقطاب سید محمد غوث گیلانی حلبی اوچی اشاعت اسلام کے لئے وارد ہوئے تھے۔ آپ عنفوان شباب میں عرب و عجم اور ترکستان و خراسان کی سیر و سیاحت کے بعد پاکستان میں تشریف لائے تھے اور لاہور میں کچھ عرصہ محلہ کوفت گراں میں مقیم رہے۔ یہاں مسجد تعمیر کروائی۔ اور پھر دہلی اور ناگور تشریف لے گئے اور وہاں مختصر قیام کے بعد حلب (ایران)

واپس چلے گئے۔ آپ کا وصال ۹۲۳ھ مطابق ۱۵۱۷ء عہد سکندر لودھی میں ہوا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ خاندانِ سادات کے عہد میں یا خاندانِ لودھی کے اوائل میں تشریف لائے ہوں۔ مزار پُرانوار آپ کا اوچ شریف میں ہے۔

اور اس تاج البلاد میں جو قادری بزرگ سب سے پہلے تشریف لائے۔ اور یہاں ہی مستقلاً مقیم ہو گئے۔ وہ شیخ المشائخ حضرت شاہ فیروز قادری لاہوری ہیں۔ جن کی وفات بمقام لاہور ۹۳۴ھ مطابق ۱۵۲۷ء عہدِ ظہیرالدین بابر میں ہوئی۔ آپ سے پہلے آپ کے جدّ امجد حضرت شاہ عالم قادری بغداد سے لاہور تشریف لائے تھے۔ اور پھر دارالسلطنت اسلامیہ دہلی کی طرف چلے گئے۔ بعد ازاں پھر لاہور ہی تشریف لے آئے اور اسی جگہ سکونت اختیار کی۔ وصال کے بعد حضرت شاہ فیروز گیلانی قادری ان کے جانشین ہوئے۔ مگر ان کا مزار اب ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتا۔

شہنشاہ بابر نے پانچ چھ سال ہی حکومت کی۔ ہمایوں کو تمام عمر چین سے رہنا نصیب ہی نہ ہوا مگر اس کے فرزند جلال الدّین اکبر کے زمانہ ہی میں لاہور کو بہت ترقی اور خوشحالی نصیب ہوئی۔ پہلے تو اس نے پکے قلعہ کو شاہی قلعہ (پختہ اینٹوں سے ---) بنوایا۔ پھر ہانڈو گوجر کے پاس ایک شکارگاہ بنوائی۔ جس میں چالیس میل سے شکار گھیر کر لایا جاتا تھا۔ پھر اس نے شہر کو مختلف حلقوں میں تقسیم کیا۔

گزرہائے اندرون شہر "لاہور"

شہر کی قدیم آبادی جو فصیل کے اندر واقع تھی۔ نو گزروں پر منقسم تھی۔

(۱) **گزر شہباز خاں:** شاہی قلعہ لاہور کے جنوب کی طرف کی آبادی جس میں موجودہ حالت میں بارُود خانہ وغیرہ شامل ہے۔

(۲) **گزر شیخ محمد اسحاق** خضری دروازہ (مستی دروازہ) کے اندرون دونوں اطراف کا علاقہ اس گزر میں شامل تھا۔

---

(۳) **گزر مانک چوک** سید مٹھا سے ٹکسالی دروازہ اور فصیل تک کا علاقہ اس میں شامل تھا۔ موجودہ حالت میں بھاٹی دروازہ بازار حکیماں کے اِرد گرد کا علاقہ اس میں واقع تھا۔

(۴) **گزر مبارز خاں** کوچہ ڈوگراں۔ شاہ عالمی دروازہ۔ جوڑے موری۔ لاہوری منڈی کے تمام گلی کوچے اس میں شامل تھے۔ جب ملک ایاز پنجاب کا حاکم بنا اور اس نے اجڑا ہوا شہر دوبارہ آباد کرنا شروع کیا تو سب سے اول آبادی شہر کے اسی محلّہ سے شروع ہوئی جس کو دہاری منڈی کہتے ہیں۔

(۵) **گزر تلوارہ** اندرون بھاٹی دروازہ مغرب کا تمام علاقہ اس گزر میں شامل تھا۔ حضرت پاک رحمان قادری نوشاہی جب لاہور تشریف لاتے تھے تو اپنی بیٹھک جو کہ اندرون بھاٹی دروازہ ہے۔ قیام فرمایا کرتے تھے۔ یہ بیٹھک آج تک زیارت گاہِ خواص و عوام ہے۔

(۶) **گزر مچھی ہٹہ** شاہ عالمی کا اندرونی حصہ اس میں واقع تھا۔

(۷) **گزر وچھووالی** شہر کے وسط کا تمام علاقہ اس گزر سے ملتا تھا۔

(۸) **گزر چھجہ دیوانی** اندرون دہلی دروازہ۔ اندرون موچی دروازہ بشمول پیپل وہڑہ حویلی میاں خاں۔ محلّہ قاضی محمد اسلم۔ محلّہ سید نظام بخاری۔ محلّہ اخوند محمد فاضل اور ملحقہ کوچے و گلیاں اس میں شامل تھیں۔ محلّہ فضل آباد شہنشاہ اکبر کے وزیر ابوالفضل نے بسایا تھا۔ جس میں وہ فیضی اور آن کا والد مبارک قیام پذیر تھے شیخ مبارک اسی جگہ فوت ہوا تھا۔ اور یہاں ہی امانتاً دفن ہوا۔

(۹) **گزر رڑہ** دہلی دروازہ سے سنہری محلّہ اور رنگ محل کا علاقہ۔ اندرون اکبری دروازہ کی تمام گلیاں اس میں شامل تھیں۔ مسجد وزیر خاں اور ملحقہ مقابر بھی اسی گزر کی حدود میں واقع تھے۔ مزارات سید صوف۔ سید بلند اور میاں بادشاہ سید اسحاق گازرونی اسی علاقہ

حضرت عبدالجلیل چوہڑ بندگی سہروردی۔ حضرت موسیٰ
کے مقابر اسی علاقہ میں ہیں۔ خاندان لودھی کے زمانہ
دولت خاں اور سرائے دولت خاں اسی علاقہ میں
تھا۔ حضرت میاں میرؒ قادری لاہوری اس علاقہ میں بھی

(۳) محلہ جوہریاں

موجودہ لنڈا بازار اس جگہ پر آباد ہے۔ یہ بازار سکھ
جواہرات اور موتیوں کا کاروبار کرنے والے لکھ پتی
دکانات جن میں ان لوگوں کی دکانیں تھیں۔ جو غطور
مشہور تھی۔ سکھ لٹیروں اور رہزنوں نے اس بازار کو

(۴) محلہ شاہ کاکوؒ

مسجد شہید گنج اس محلہ کے وسط میں ہے۔ سکھوں کے
ہیں۔ اب یہاں گور دوارہ ہے۔ ایک دفعہ حضرت میاں
نے فرمایا تھا کہ یہاں ایک عارف اور ولی اللہ (حضرت
کا سالانہ عرس ہونے لگا۔

جگہ اپنے محلات و باغات بنوائے تھے۔ عہد شاہجہان میں یہ حصہ شہر جنت نظیر تھا۔ پہلے یہاں نواب آصف خاں وزیرِ اعظم شاہ جہاں کی حویلی تھی جس پر بیس لاکھ روپیہ خرچ اٹھا تھا۔ ایک زمانہ تھا جب شاہجہاں صاحبقراں لاہور آیا تھا تو نواب آصف خاں نے اِسی حویلی میں بادشاہ کی دعوت کی تھی جس پر چھ لاکھ روپیہ خرچ آیا تھا۔ نواب آصف خاں (جس کا مقبرہ شاہدرہ میں ہے) کی وفات کے بعد یہ حویلی دارا شکوہ قادری کو مِل گئی تھی۔ جہاندار شاہ جب لاہور آیا تھا تو اس نے اپنی محبوبہ لال کنور کے ساتھ اسی حویلی دارا شکوہ قادری میں قیام کیا تھا۔ اس علاقہ میں ایک نہایت عالیشان دو منزلہ مسجد تھی جو کہ دارا شکوہ نے بنوائی تھی۔ انگریزی عہد میں محمد سلطان نے اس کو گِرا کر سرائے بنا لی۔

(۶) محلہ فدائی خاں

یہ محلہ دہلی دروازہ اور اکبری دروازہ کے باہر واقع تھا۔ مزار حضرت شاہ محمد غوث قادری اسی محلہ میں واقع ہے۔ اس کے علاوہ حضرت سید سکندر شاہ قادری چشتی ابن سیّد میر محی الدین سلطان المشائخ بھی اسی جگہ دفن ہیں۔ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں نواب فدائی خاں نے یہاں ایک نہایت عظیم الشان محل بنایا تھا۔ یہ فدائی خاں وہی ہے جس نے بادشاہی مسجد لاہور اپنے اہتمام میں تعمیر کروائی تھی۔

(۷) بازار نخاس

یہ بازار موجودہ ریلوے سٹیشن لاہور کے قرب وجوار میں تھا۔ اس میں غیر ملکی تاجر گھوڑوں کی تجارت کرتے تھے۔ کیونکہ یہاں ایک بہت بڑی منڈی کا انتظام تھا۔ نیز اس کے قرب وجوار میں سرائے اور اصطبل بھی تھے۔ دو منزلہ دروازہ نخاس مسجد وزیر خاں کے دروازہ کی طرح گل کاری اور صنعت کاری میں لاجواب تھا۔ یہ کاشی کار دروازہ انگریزی دَور کے عہد تک موجود تھا۔ شیخ سعداللہ بنی اسرائیلی کا اسی محلہ میں مدرسہ تھا۔ شیخ اسحاق کاکو چشتی کا مزار بھی اسی جگہ تھا۔

(۸) محلہ حاجی نالہ

نواب علی مردان خاں نے دو سو بیگھہ زمین پہ ایک نہایت عالیشان باغ بنوایا تھا۔ جس

کا نام نولکھا تھا۔ اس باغ کے ارد گرد کے علاقہ کو محلہ حاجی نالہ کہا جاتا تھا۔ شہزادہ داراشکوہ قادری اپنی کتاب سکینۃ الاولیا میں لکھتا ہے کہ ملا خورد کلاں قادری سے اس باغ کا ایک سرس کا درخت ہم کلام ہوا تھا جس نے کہا تھا کہ میرے پتوں میں یہ خاصیت ہے کہ "یا نافع" پڑھتا ہوں۔ اس باغ میں حضرت میاں میر قادری ریاضت و مجاہدہ کیا کرتے تھے۔ اسی نولکھا میں مرزا کامران فرزند بابر بادشاہ نے باغات اور محلات تعمیر کروائے تھے۔

(۹) سید سر

ریلوے سٹیشن لاہور سے گڑھی شاہو تک کی آبادی کو سید سر کہا جاتا تھا اس علاقہ میں سید عبدالخالق بن سید عبدالواسع نے ایک تالاب بنوایا تھا۔ سر ہندی میں تالاب کو کہتے ہیں۔ چونکہ یہ سید صاحب نے بنوایا تھا۔ اس لئے سید سر کے نام سے معروف ہوا۔ سکھوں کے عہد میں اس جگہ کی بہت تباہی ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ سید ابو تراب المعروف بہ شاہ گدا حسینی قادری کا مزار بھی اسی نواح ریلوے کالونی میں کوٹھیوں کے درمیان واقع ہے۔ گڑھی شاہو ریلوے اونچے پل کے نیچے شیخ محمد سلطان المشہور مرگ نینی قادری کے مزار کا احاطہ ہے موجودہ برٹ انسٹیٹیوٹ تالاب کی جگہ واقع ہے۔

(۱۰) ٹھٹھی ابو الخیر

موجودہ آبادی گڑھی شاہو کے درمیان یہ محلہ آباد تھا۔ شاہ ابوالخیر کی مسجد اور مزار اسی جگہ واقع ہے۔ عین بازار گڑھی شاہو کے بالمقابل علامہ اقبال روڈ پر مقابر سید محمود قادری حضوری سید شاہ نور قادری۔ سید سرور دین حضوری۔ سید جان محمد حضوری قادری اور سید عبدالوہاب قادری کے مزارات بھی مرجع خلائق ہیں۔ ان کے علاوہ حضرت شاہ گدا قادری۔ شیخ محمد فاضل قادری۔ حضرت لال گدا قادری۔ حضرت شاہباز گدا قادری۔ شیخ احمد گدا قادری کے مزارات بھی ریلوے کالونی میں موجود ہیں۔

(۱۱) بستی میاں میر

موجودہ گاؤں میاں میر اسی جگہ آباد ہے۔ شہنشاہ اکبر نے اپنے عہد میں قیام لاہور کے دوران اس جگہ خیر پورہ اور دھرم پورہ دو آبادیاں مسلمانوں اور ہندوؤں کے لئے تعمیر

کھدوائی تھیں۔آپ کے روضہ متبرکہ کے قریب کسی زمانہ میں مقبرہ پیش رو خاں بھی تھا۔ ابادی میانمیر میں مقبرہ حضرت ملّا شاہ بدخشانی قادری۔ مقبرہ حضرت خواجہ بہاری قادری اور مزارات خاندان خواجہ محمد شریف قادری۔ بی بی جمال خاتون۔ محمد ابراہیم رُوحی قادری ہیں۔ اور ریلوے لائن کے پار مقبرہ و چار دیواری حضرت میاں میر قادری ہے۔ جس میں آنجناب کے بے شمار خلفاء کے مزارات ہیں۔ ملحقہ آبادیوں میں عالم گنج۔غیاث پورہ۔ دارا پورہ۔ ہاشم پورہ بہت مشہور ہیں۔ جوگی پورہ بھی نواحی آبادیوں میں شامل تھا اور محلہ خواجی پورہ بھی یہیں تھا۔

(۱۳) منڈی شہزادہ پرویز

چاہ میراں سے آگے کوٹ خواجہ سعیدؒ کے درمیان بائیں طرف جہاں شہزادہ پرویز کا مقبرہ اب نہایت خستہ حالت میں ہے۔یہاں اس زمانہ میں منڈی تھی۔ سلطان پرویز کے باغ کے نزدیک باغیچہ سوانی ر ل تھا۔ جہاں حضرت میاں میر قادری عبادت فرمایا کرتے تھے۔ مقبرہ شہزادہ پرویز اندر باہر سے سنگِ مرمر کا تھا۔ اور فرش بھی سنگِ مرمر کا تھا۔ جو سکھ لٹیروں نے تباہ و برباد کر دیا اور تمام قیمتی پتھر اتار کر رنجیت سنگھ نے امرتسر بھیج دیا۔ قطب شاہ قادری کا مزار اسی آبادی کے قبرستان میں ہے۔

(۱۴) چوہٹہ سُوداں

موجودہ علاقہ تیزاب احاطہ اور باغ راجہ دینا ناتھ کے درمیان کی آبادی چوہٹہ سوداں کے نام سے مشہور تھا۔ حضرت گھوڑے شاہ سہروردی کی قبر اور قبرستان اسی جگہ ہے حضرت شاہ بلاول قادری کا موجودہ مزار باغ راجہ دینا ناتھ سے ملحقہ قبرستان میں واقع ہے۔

(۱۵) دروازہ مندر

جی۔ٹی۔روڈ نزد ریلوے جنرل سٹور کے باہر بُدھو کے آوے اور مقبرہ نواب خانِ دوران کے مقام پر یہ آبادی تھی۔ کسی زمانہ میں ہندوؤں کا یہاں ایک نہایت عظیم الشان مندر تھا

(۱۶) بیگم پورہ

موجودہ آبادی بیگم پورہ اسی جگہ ہے۔ مسجد و مقبرہ حضرت ایشاںؒ خاوند محمود نقشبندی۔ مقبرہ دائی انگہ گلابی دروازہ۔ مقبرہ شرف النساء بیگم۔ مزارات نواب عبدالصمد خاں دلیر جنگ ناظم پنجاب

نواب رکہ باخاں خان بہادر۔ نواب یحییٰ خاں ۔نواب عبداللہ خاں اور عظیم الشان حویلیاں ناظمان لاہور کی اسی جگہ تھیں ۔مسجد بیگم جان بھی اپنی پوری آب و تاب سے اسی جگہ آباد ہے ۔یتیم خانہ دارالفرقان اب اسی جگہ میں آباد ہے ۔ نزدیک ہی قطب الاقطاب سید بدر گیلانی کا چلہ بنام چلہ شاہ بدر۔ دیوان قادری موجود ہے۔

باغبان پورہ میں حضرت شاہ حسین قادریؒ ۔حضرت مادھو قادری ۔حضرت رنگ بلاول قادریؒ حضرت عبدالغنی قادری کے مقابرہ ومزارات بھی ہیں۔

(۱۷) **بازار ترپولیہ**

یہ بازار شالامار گھبار ٹریز جی۔ ٹی۔ روڈ کے نواح میں واقع تھا۔اس جگہ جامع مسجد (عیدگاہِ جہانگیری) تھی جو اپنی زرنگاری اور کاشی کاری نیز وسعت کے لحاظ سے لاہور میں ایک انفرادی حیثیت رکھتی تھی۔اس عظیم الشان عیدگاہ کو انگریزی عہد میں اینٹوں کے حصول کے لئے گرادیا گیا۔ واقعاتِ جہانگیری کے مطابق اس مسجد پر بیس لاکھ روپے خرچ لگے تھے اور ساتھ ہی دو رویہ بازار بنا تھا۔ یہ مسجد خواجہ ایاز انجینئر کی زیرِ ہدایت بنائی گئی تھی۔تین بازار تھے۔ سر بازار میں دو سَو ستر دکانیں تھیں۔ جو کہ دو منزلہ تھیں۔اس مسجد کے انتظام کے لئے پچاس خادم رہتے۔

(۱۸) **محلہ مشکی**

موجودہ بھوگیوال ۔جہاں نواب میاں خاں کا باغ ۔ بارہ دری اور مسجد واقع ہے۔اکبر کے زمانہ میں اس کے ایک میراثی مشکی نام نے اس جگہ حویلی تعمیر کروائی تھی۔

اسحاق پورہ

شالامار باغ کے پاس دو قصبے تھے۔ ایک کا نام اسحاق پورہ اور دوسرے کا نام بابو پورہ تھا۔عہد شاہجہانی میں اس قصبہ کو اٹھادیا گیا۔ بابو پورہ کو بابو نے مہر منگے کے باپ مہر چھٹا کے ہاتھ فروخت کردیا۔اس نے یہ آبادی خرید کر اس کا نام باغبان پورہ رکھا ۔حضرت شاہ عبدالغنی قادری خلیفہ حضرت میاں میر قادری کا مقبرہ قبرستان میں واقع ہے۔ یہ مقبرہ شہزادہ دارا شکوہ قادری نے بنوایا تھا

میسر داد پور

حضرت شاہ بلاول قادری کی قبر (پہلی جگہ جہاں مہاراجہ شیر سنگھ اور اس کے لڑکے اسیت سنگھ کو گولی کا نشانہ بنایا گیا تھا) یعنی کوٹ خواجہ سعید سے شمال کی طرف یہ آبادی موجود تھی۔ اب اس کا نام و نشان بھی موجود نہیں ہے۔

(۲۰) تیلی وہیڑہ

موجودہ آبادی درس میاں وڈا سہروردی کے قرب و جوار میں یہ آبادی تھی۔ اب اس پر قبرستان تیلیاں واقع ہے۔ چونکہ یہاں کثرت سے تیلی رہتے تھے۔ اس لئے اس کو تیلی پورہ بھی کہتے تھے۔

(۲۱) بڑی پھلواڑی

یہ آبادی تیلی وہیڑہ کے جنوب مغرب میں تھی۔ ریلوے جنرل سٹور کے باہر جی۔ ٹی۔ روڈ کی طرف مزار سید عبداللہ شاہ گیلانی المعروف پیر روڑاں والا ہے۔ جہاں نواب علی مردان خاں حاضر ہو کر ہر جمعرات کو تقسیم طعام کرتا تھا۔ نیز ہر روز یہاں کثرت سے پھول بھیجتا تھا اور خشک پھولوں کے ڈھیر ہر وقت یہاں لگے رہتے تھے۔ اسی لئے یہ علاقہ بڑی پھلواڑی کے نام سے مشہور ہو گیا۔ یہ مزار اب گلابی دروازہ اور مقبرہ نواب علی مردان خاں کے درمیان جنرل سٹور کی دیوار کے باہر واقع ہے۔

(۲۲) محلہ گنج

موجودہ مغلپورہ اور گاف گراونڈ (گڑھی شاہو) کے درمیان یہ علاقہ ہے۔ مقبرہ نواب بہادر خاں جو امرتسر ریلوے لائن کے آہنی پل کے پاس ہے۔ اس آبادی کے وسط میں تھا۔ اس محلہ کا علاقہ موجودہ ریلوے سٹیشن میاں میر تک تھا۔ مزار اقدس حضرت شیخ عبدالحق قادری مرید از سلسلہ حضرت میاں میر قادری جس کی بددعا سے بدھو کا آوا خراب ہو گیا ہے۔ نہر کے کنارے ریلوے والوں کی ایک کوٹھی میں واقع ہے۔

(۲۳) قصاب خانہ

جہانگیر کے عہد میں یہ محلہ آباد ہوا۔ بڑے بڑے امیر قصاب یہاں رہتے تھے۔ جہاں ایک نہایت عالی شان مسجد بھی تھی۔ اسلامی حکومت کا دور ختم ہونے پر سکھوں نے اس محلہ کو برباد کر دیا۔ یہاں شیخ جان محمد سہروردی کی قبر بھی ہے۔ علاوہ ازیں مسجد کے ساتھ مولوی تاج دین قادری کا مزار بھی ہے۔ ریلوے

لائن سے دوسرے پار قبرستان محلہ فیروز گنج میں قبلہ و کعبہ والد مکرم حضرت میاں شہاب الدین قادری کا مزارِ اقدس ہے۔

۱۲ نُور پورہ

یہ قصبہ مہر کریم بخش نے ۱۸۲۲ء میں آباد کیا تھا۔ یہ علاقہ مقبرہ نواب بہادر خاں کے مغرب کی طرف واقع تھا۔ اب یہاں ریلوے کی کوٹھیاں وغیرہ بن گئی ہیں۔ نواب بہادر خاں کے مقبرہ کے پاس ریلوے کیرج شاپ میں نواب نصرت خاں کا مقبرہ اب بھی موجود ہے۔

۱۲ محلہ طلا بخاری

شاہ عالمی دروازہ کے باہر جس موقعہ پر چھجو بھگت کا چوبارہ (اندرون میو ہسپتال) واقع ہے۔ یہ محلہ آباد تھا۔ اس محلہ میں امراء اور وزراء آباد تھے۔ حضرت شاہ یعقوب صدر دیوان کا مزارِ عالی اسی محلہ میں واقع تھا۔ اب اس کے نزدیک تالاب و مندر دیوان رتن چند ہے۔ ملّا جمال قلوی کی عظیم الشان درس گاہ بھی اسی محلّہ میں تھی۔ نیز اسی محلّہ میں ایک زمانہ میں میر غلام علی آزاد بلگرامی مصنف "خزانۂ عامرہ" نے شاہ فقیر اللہ آفرین لاہوری سے ملاقات کی تھی۔ میر صاحب لکھتے ہیں" در محلہ بخاری لاہور سکونت داشت"

اسی حصہ آبادی میں یکے از مریدان باصفا حضرت میاں میر قادری حضرت شاہ بلاول پیر بہاون شاہ کا بھی مزارِ عالی ہے۔ محلہ دائی لاڈو اسی محلّہ کے ساتھ لگتا تھا۔ جس میں مسجد دائی لاڈو و دفاتر پاکستان ٹائمز و امروز اب موجود ہیں۔ اسی محلّہ کے پاس حضرت فیروز گیلانی قادری کا مزار پُرانوار ہے۔ ایک سادھو نے اس مسجد پہ قبضہ کرکے اسی کو اپنا گھر بنا لیا تھا اور اس میں ٹھاکروں کی تصاویر رکھ دیں۔ پھر ایک قادری نوشاہی فقیر نے چند مسلمانوں کی امداد سے اس سادھو کو نکال کر مسجد پر قبضہ کر دیا۔

۱۲ قطب غوری

لوہاری دروازہ کے باہر انار کلی میں جہاں کہ کسی زمانہ میں سلطان قطب الدین ایبک کا نہایت عالیشان مقبرہ واقع تھا۔ آباد تھا۔ کسی زمانہ میں اس مقبرہ پہ نہایت عمدہ سنگِ مرمر کا دو منزلہ گنبد تھا۔ جو رنجیت سنگھ کے عہد میں مسمار کر دیا گیا تھا۔ اب یہ مقبرہ پھر حکومت

پاکستان کی نوازش سے نہایت شان و شوکت سے تعمیر ہو رہا ہے۔ ارد گرد کے مکانات مسمار کر دیئے گئے ہیں۔ اور ساتھ ہی باغیچہ بھی بنوا دیا گیا ہے۔ گورنمنٹ کالج لاہور کے اندر حضرت شیخ موسیٰ کھوکھر کا مزار ہے جو حضرت شیخ بہلول دریائی قادری کے مرید تھے۔

(۲) بکھی محلّہ

یہ جگہ محلّہ قطب غوری کے مغرب کی جانب تھی۔ جہاں لاکھ پتی کاروباری اور تاجر حضرات مقیم تھے۔ یہ محلّہ ہال روڈ کے گرد و نواح میں تھا جہاں محمد سلطان ٹھیکیدار نے اپنی کوٹھی بھی بنوائی تھی رنجیت سنگھ کے عہد میں اس محلّہ کی اتنی تباہی ہوئی کہ لوگ اپنے اپنے مکانات خالی کر کے اندرون شہر چلے گئے۔ سید اسماعیل محدث کا مزار پُرانوار بھی اسی جگہ ہے۔ آپ کے مزار کے سامنے سیّد حاجی عبداللہ گیلانی بن سیّد اسماعیل بن سیّد قاسم بن سیّد صوفی بن سیّد محمد اسماعیل بن سیّد عبداللہ ربانی کا مزار ہے۔

محلّہ درگاہی شاہ اس محلّہ سے مشرق کی طرف آباد تھا جہاں اب حضرت درگاہی شاہ کا مزار و مسجد ہے۔ یہاں ہی حضرت سیّد محمد فاضل متوکل قادری کا مزار ہے جو سیّد محمد ہاشم گیلانی لاہوری کے فرزند تھے۔

محلّہ شاہ بدر گیلانی بھی اس کے نزدیک ہی تھا۔ یہاں ایک نہایت عالی شان قدیم مسجد شاہ بدر تھی سکھوں کے عہد میں اس مسجد میں بارود بھری رہتی تھی۔ جب انگریزوں کا عہد آیا تو سردار خاں بلوچ نمبردار مزنگ نے اس مسجد کو شہید کر کے اس کی اینٹیں بیچ لیں۔ قبرستان سادات گیلانیہ کو انگریزوں کے عہد حکومت میں نیست و نابود کر دیا گیا۔

۱۲ رسول پورہ

موجودہ دنا ترائی کورٹھوا کا ؤنٹنٹ جنرل مغربی پاکستان اس جگہ آباد ہیں۔ مقبرہ حضرت شاہ چراغ قادری۔ حضرت عبدالقادر ثالث قادری بن سید محمد غوث بالا پیر قادری صاحب۔ ست گھرہ مسجد شاہ چراغ اسی جگہ ہیں۔ ہمایوں بادشاہ کے زمانہ میں جب اس جگہ کی سرداری لنگر خاں بلوچ کو ملی تو اس نے یہاں نہایت عالی شان حویلیاں بنوائیں اور اس طرح رسول پورہ محلّہ لنگر خاں کے نام سے موسوم ہوا۔ یہ محلّہ درّانیوں اور سکھوں کی غارت گری سے برباد ہو گیا۔

پرانی انار کلی میں سید اسماعیل گیلانی ابن سید عبداللہ ربانی قادری اوچی کا مزار پُرانوار ہے۔

باغ نخلی

عجائب گھر اور پنجاب پبلک لائبریری۔ اریگیشن سکریٹریٹ۔ ٹاؤن ہال وغیرہ عمارات اس جگہ پر آباد ہیں۔ یہاں نواب وزیر خاں وزیر اعظم کے باغات و بارہ دری تھی۔ حضرت میاں میر قادری لاہوری اس جگہ اکثر عبادت کیا کرتے تھے۔ حضرت شیخ پیر محمد المشہور حضرت سچیار صاحب قادری نوشاہی جو گھوڑوں کے تاجر تھے جب لاہور تشریف لائے تو حضرت میاں میر قادری لاہوری سے ملاقی ہوئے تھے۔ علاوہ ازیں حافظ برخوردار قادری نوشاہی ابن حضرت نوشاہی گنج بخش قادری نے لاہور میں تعلیم حاصل کی اور نواب سعداللہ خاں سے ملاقات بھی فرمائی۔ حضرت موسیٰ لکھوکھر قادری کا مزار گورنمنٹ کالج کے احاطہ میں واقع ہے۔

محلّہ پیر عزیز

اکبر بادشاہ کے عہد میں پیر مزنگ نے یہ محلّہ آباد کیا تھا۔ بعد ویرانی کے اس پر کئی بستیاں آباد ہو گئیں۔ مثلاً کوٹ عبداللہ شاہ۔ کوٹ ملا ہر۔ قلعہ مہر مادہ۔ مبارک پورہ۔ تاج پورہ۔ بھونڈ پورہ۔ محلّہ نزدلی۔ بستی مہتراں وغیرہ۔ پیر عزیز مزنگ کابل سے لاہور آکر مقیم ہوا تھا۔ مغلوں کی ایک گوت مزنگ کہلاتی تھی۔ اس وجہ سے آبادی کا نام مزنگ پڑا۔ عبداللہ شاہ قادری کی مسجد اور مقبرہ اسی آبادی میں ہے۔ محلّہ جاٹ پورہ اس کے نزدیک تھا جہاں جاٹ رہا کرتے تھے۔

پنڈ ڈھولاں

قبرستان میانی میں یہ محلّہ مکان حضرت شاہ مقیم محکم الدین قادری کے پاس واقع تھا۔

میانی

حضرت طاہر بندگی قادری اور حضرت ابو محمد قادریؒ کے مقابر اسی علاقہ میں تھے۔ کسی زمانہ میں یہ بستی تھی مگر اب خالصتاً قبرستان ہے۔ حضرت طاہر بندگی کے عہد میں اس محلّہ کی بہت رونق تھی عمارات۔ مساجد۔ اور درسگاہ بھی یہاں تھی۔ جہاں طلباء کو تفسیر۔ حدیث اور علومِ فقہ کی تعلیم دی جاتی تھی۔ سکھ غارتگروں نے اس کو اپنے عہد میں اس کو خوب لوٹا۔ ہزاروں قرآن شریف دکانیں لوٹ کر لے گئے اور آبادی کے باہر پھینک گئے۔ سید بہاؤالدین شاہ المشہور بہاول شیر کا مزار اس جگہ

واقع ہے۔ اس کے علاوہ سید میر میراں بن سید مبارک حقانی قادری اوچی بھی گورستان میانی میں مدفون ہیں۔ اور حضرت قطب الآفاق سید عبدالرزاق فرزند حضرت غوث الاعظم کے صاحبزادے حضرت سید جمال اللہ حیات المیر سے میانی میں حضرت شاہ مقیم قادری حجرہ والوں نے بیعت کی تھی۔

محلہ ابو اسحاق

حضرت شاہ ابو اسحاق قادریؒ مزنگ کے مقبرہ کے اردگرد کی آبادی آپ کے نام پر مشہور ہوئی موجودہ ٹمپل روڈ پر (سکھوں کی چھوٹی بادشاہی کی عمارت) ہے۔ شاہ ابو اسحاق قادریؒ حضرت سید داؤد شیر گڑھی کے خلیفہ تھے۔

اس محلہ کے شمال میں ایک ٹوٹی پھوٹی مسجد ہے جس کو خوجوں کی مسجد کہا جاتا ہے۔ یہ خوجوں کا محلہ تھا۔ خوجوں کا محلہ محلہ پیر عزیز مزنگ سے مشرق کی طرف واقع تھا۔ سکھوں کے عہد میں یہاں ایک نہایت عالیشان مسجد تھی۔ جس میں ہر وقت بارود بھری رہتی تھی۔ انگریزوں کے عہد میں ایک شخص شمس نے اس پر قبضہ کر لیا اور اس مسجد کو کوٹھی کی شکل دے کر ایک انگریز کرایہ دار رکھ لیا اور کرایہ کھانے لگا۔

خوجوں کے محلہ کے پاس ایک قدیم محلہ جاٹ پورہ بھی تھا۔

۱۲۔ محلہ دُلا واڑی

گورنمنٹ تار گھر ٹیلیفون آفس سے بنک اسکوائر تک کا علاقہ محلہ دُلا واڑی کہلاتا تھا۔

حضرت شاہ شرفؒ اور حضرت خواجہ محمد سعید نقشبندی کے مزارات اسی آبادی میں ہیں۔

سید عبدالرزاق جن کا مزار نیلا گنبد میں ہے نے سب سے پہلے اس محلہ میں سکونت اختیار کی۔

امیر دوست محمد خاں والئی افغانستان کا بھائی امیر سلطان محمد خاں جب لاہور آیا تھا تو وہ اس محلہ میں اترا رہا۔ اور نذر و نیاز تقسیم کرتا رہا۔ گوجر سنگھ بھنگی نے اس محلہ کی بعد ازاں اینٹ سے اینٹ بجا دی تھی۔

۱۳۔ دولت آباد

مزنگ کے پاس برڈوڈ روڈ کے قرب و جوار میں یہ محلہ آباد تھا۔ حضرت سید عبدالقادر گیلانی اور حضرت میر یعقوب گیلانی کے مزارات اسی آبادی میں ہیں۔ اس جگہ کئی قلعہ جات تھے جن کے

نام یہ ہیں۔

قلعہ میر محمود۔ قلعہ میر کفایت خاں۔ قلعہ میر ارشد خاں قلعہ نواب میر محمد۔ قلعہ میر اکبر یہ سب لوگ اولاد سید عبدالقادر ثانیؒ سے تھے۔ جو کہ اپنے والد سید جلال الدین سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت تھے۔ اس جگہ زمان شاہ کا باغیچہ بھی تھا۔ اسی جگہ سید غیاث الدین دولت شاہ گیلانی کا مزار بھی ہے۔

۳) شیش محل

حضرت مخدوم سید علی ہجویریؒ داتا گنج بخش کے مقبرہ سے لال کوٹھی دفتر مرکزی حزب الاحناف اور کربلا گامے شاہ کی طرف کا علاقہ شیش محل کہلاتا تھا۔ پیر غازی المشہور بہ پیران غیب قدس سرہٗ کا مزار یہاں ہی واقع ہے۔ یہاں یہ ایک شیش محل نامی عمارت تھی۔ جس کو آئینوں کا محل بھی کہا جاتا تھا۔ اور عہد اسلامی میں موجود تھا۔ حضرت حاجی محمد قادری المشہور بہ نوشاہ گنج بخش قادری جب لاہور تشریف لائے۔ تو آپ نے حضرت عبدالوہاب متقی قادری سے ملاقات کی اور مسجد فرید بخاری میں قیام کیا۔ لکھا ہے کہ شہنشاہ اکبر کی وفات کے بعد جہانگیر نے نواب مرتضیٰ خاں فرید بخاری کو جب لاہور کا گورنر مقرر کیا۔ تو اس نے لاہور میں اپنی عمارات حویلی۔ حمام۔ باغ وغیرہ بنوائیں اور حویلی کے متصل ایک عالی شان مسجد تعمیر کروائی۔ یہ مسجد بھاٹی دروازہ کے باہر لوئر مال روڈ پر اس جگہ پر واقع تھی۔ جہاں آج کل دفتر ڈپٹی کمشنر لاہور وغیرہ کی عمارات بن گئی ہیں۔ یہ تمام عمارات بمعہ مسجد سکھ گردی میں نیست و نابود ہوگئیں۔ یہی وہ مسجد تھی جس کا کنز الرحمت میں تذکرہ ہے۔

۴) تل بھوگا

یہ محلہ شیش محل کی آبادی سے قلعہ تک آباد تھا۔ سید شاہ سردار قادری کا مزار اقدس اس آبادی میں ہے۔ زمانہ قدیم میں شاہ لال حسین قادریؒ کے والد کا مکان یہیں تھا۔ اور اسی محلہ کی مسجد میں حضرت لال حسینؒ مولوی حافظ علی ابوبکر سے قرآن شریف پڑھا کرتے تھے اور اسی مسجد میں غوث الاغواث قطب الاقطاب شیخ بہلول دریائی قادری حضرت لال حسین قادری سے ملاقی ہوئے تھے۔ اس کے نزدیک ہی تکیہ شیر علی شاہ ہے۔ جو کہ فقیر مداریہ تھا۔

محلہ شیخ اشرف

یہ محلہ بھاٹی دروازہ کے باہر تھا۔ جہاں کسی زمانہ میں حضرت شیخ اشرف کا نہایت عالیشان مقبرہ تھا۔ اور جس کو رنجیت سنگھ نے مسمار کروا کر تمام سنگِ مرمر امرتسر بھیج دیا۔ بعد میں فقیر عزیز دین کی معرفت ان کی لاش اکھاڑ کر ینگ اسکوائر میں دفن کی گئی۔ شیخ شرف نے یہاں ایک نہایت عالی شان مسجد بھی تعمیر کروائی تھی۔

محلہ زین خاں

زین خاں پنج ہزاری نے شہنشاہ اکبر کے عہد میں اس محلہ کی بنا رکھی تھی جس میں اس نے اپنے محلات بنوائے تھے۔ نیز ہاتھیوں اور گھوڑوں کے لئے اصطبل بنوائے اور ایک وسیع و عریض باغ بھی بنوایا جس میں شالامار باغ لاہور کی طرح ساون بھادوں کے نظائر موجود تھے۔ یہ محلہ بیرون موچی دروازہ سے آبادی قلعہ گوجر سنگھ تک آباد تھا۔

اس محلہ میں ایک قبرستان فقرائے چشتیہ خیر شاہی کا بھی موجود ہے جس میں چشتی حضرات کے مقابرہ اور مسجد اب بھی موجود ہے۔

پیروں کا محلہ بھی موجودہ گوالمنڈی کے وسط میں واقع تھا۔ جس کو حضرت سید شاہ ابوالمعالیؒ قادری نے آباد کیا تھا۔ حضرت شاہ کنٹھ قادریؒ نوشاہی کا مزار بھی گوالمنڈی میں ہے۔

۴) تکیہ املی والا

یہ علاقہ لوہاری دروازہ اور بھاٹی دروازہ کے باہر واقع ہے۔ اس کے اطراف میں کیتھولک گرجا ہے اس جگہ قادری اولیائے لاہور کی بے شمار قبور ہیں اس خاندان کے سربراہ اور بزرگ سید محمد ہاشمؒ بن سید صوفی علیؒ بن سید بدرالدینؒ بن سید اسماعیلؒ بن سید عبداللہ ربانی قادری بن سید محمد غوثؒ قادری اوچی حلبی قدس سرہٗ لاہور تشریف لائے۔ وصال پر یہاں ہی مزار بنا۔ آپ کے علاوہ سید جعفر قادریؒ بن حاجی محمد ہاشمؒ۔ سید عمر گیلانیؒ قادری۔ پیر محمد شاہ گیلانی سید اسماعیل گیلانی۔ سید صوفی علی قادریؒ۔ سید عبدالقادر المعروف شاہ گدا قادری۔ سید بدرالدین گیلانیؒ لاہوری۔ سید مہرانؒ شاہ۔ سید میر میرانؒ۔ سید ابوالبرکاتؒ سید شاہؒ کے مزارات ہیں۔

۴) **سرائے گولیاں والی**

یہ علاقہ حضرت شاہ جمالؒ قادری سہروردی کے مزار کے پاس واقع تھا۔ موضع اچھرہ میں یہ سرائے نہایت عالی شان بنی ہوئی تھی اور جہانگیر بادشاہ کے حکم سے اس کی تعمیر ہوئی تھی۔ سکھوں کا عہد آیا تو اس سرائے میں رنجیت سنگھ نے گولہ بارود بھروا دیا۔ دس سال تک اس میں گولے بھرے رہے۔ اس واسطے یہ سرائے گولیاں والی مشہور ہوئی۔

۴) **شہزادی محلہ**

یہ محلہ مسجد دائی لاڈو کے جنوب مشرق اور بردم ہوسٹل کے مشرق میں باغ مہاں سنگھ وگرجا کے اردگرد واقع تھا۔ یہاں حضرت شاہ فیروز گیلانی قادری کا مقبرہ ہے۔ لاہور میں سب سے پہلے قادری بزرگ آپ ہیں۔ جو یہاں تشریف لائے۔ آپ حضرت غوث الاعظمؒ کی اولاد سے تھے۔ آپ کا وصال بابر کے عہد میں ہوا۔ اس علاقہ کو محلہ ڈنڈی گراں بھی کہا جاتا تھا آنجناب کا مقبرہ موجودہ صورت میں مسجد دائی لاڈو کے بالمقابل مشن روڈ پہ غازی عبدالرحمان اور ڈاکٹر عبدالرشید کی کوٹھیوں کے درمیان واقع ہے۔ قیام پاکستان کے بعد مہاجرین نے اس مقبرہ کے اردگرد کوارٹر بنا کر اس مقبرہ کی افادیت گم کر دی ہے۔ بلکہ اس مقبرہ کو مٹانے کے درپے ہیں۔

مذہبی حالت

مدینۃ الاولیاء لاہور شریف اور سلسلہ عالیہ قادریہ

اس میں کوئی بھی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ سلسلہ عالیہ قادریہ کے اولیائے کرام جب لاہور میں تلقین و ارشاد اور نشر و اشاعت اسلام کے لئے تشریف لائے تو حالانکہ حضرت سید علی ہجویریؒ، سید اسماعیل محدث بخاری، شاہ حسین زنجانی، شیخ عبدالجلیلؒ چوہڑ بندگی سہروردی وغیرہ تشریف لا چکے تھے اور انہوں نے قرآن و حدیث، شریعت و فقہ کی تعلیم و ترویج میں نمایاں حصہ لیا مگر پھر بھی غیر مسلموں کی بے انتہا کثرت تھی۔ اور جب یہ حضرات عرفانِ الٰہی کی تعلیم دینے کے لئے یہاں آئے تو

انہوں نے ہندوؤں کا فکری جمود توڑ کر رکھ دیا۔ اوہام پرستی۔ جاہلانہ ضعیف الاعتقادی اور فسق وفجور کی کالی گھٹاؤں کو جو یہاں کی فضا پر چھائی ہوئی تھیں دُور کر دیا۔ انسانیت اور حقانیت کا آفتاب طلوع ہوا اور ایک ایسا مذہبی انقلاب برپا کیا جس سے باطل کی بنیادیں اکھڑ گئیں اور توحید کا بول بالا ہوا۔

جیسا کہ قبل ازیں ذکر ہو چکا ہے سید محمد غوث حلبی اوچ اس شہر میں تشریف لائے اور بعد ازاں آپ کی اولاد نے اس سلسلہ میں جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے اور جس طرح ان لوگوں نے اپنی مقدس زندگیوں کو اشاعتِ اسلام کے لئے وقف کر دیا۔ اس کی مثال ملنی محال ہے۔ چشتی سہروردی اور نقشبندی تمام سلاسل کے چوٹی کے اولیائے کرام اس شہر سے بادو باراں کی طرح نکل گئے اور اگر اس شہر میں کسی سلسلہ کے بزرگوں نے مستقل ڈیرہ لگایا۔ تو وہ سلسلہ عالیہ قادریہ کے اولیاء ہیں۔ اور انہیں صوفیہ کی مساعی سے اس شہر میں نورِ اسلام کی ضیاء پھوٹی۔ ان بزرگوں کی عظمت کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ سلاطین وامراء ان کے درباروں میں اظہار عقیدت ونیاز مندی کے طور پر حاضری دیا کرتے تھے اور ان کے آستانوں کی خاک بوسی کو اپنے لئے مایۂ صد عزّ وافتخار سمجھتے تھے حضرت سید محمد غوث حلبی پہلے قادری بزرگ ہیں جو نویں صدی ہجری میں سر زمینِ پاکستان میں وارد ہوئے۔ یہاں یہ امر بھی قابل ذکر و باعثِ صد افتخار ہے کہ سلسلہ عالیہ قادریہ کی ترویج اور فروغ میں سب سے زیادہ اُن اکابرین نے حصّہ لیا جو نسباً شاہِ جیلان حضرت غوث الاعظم کے خانوادے سے متعلق تھے۔ اس کے علاوہ ان لوگوں نے اپنے جدِّ اعلیٰ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے مناقب میں بے شمار قصائد لکھے ہیں۔ اور فی الواقعہ ان لوگوں نے وہ کام کر دکھایا جو دوسرے سلسلوں کے رہنماؤں سے نہ ہو سکا۔

شجرہ نسب عالیہ غوثیہ و سلسلہ بیعت و خلافت جدّیہ
سیّدنا حضرت غوث الاعظم قدس سرہٗ العزیز

۱۔ قطبِ ربانی شیرِ یزدانی محبوبِ سبحانی شہبازِ لامکانی سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ العزیز و نور اللہ مرقدہٗ

آنجناب کی ولادت طبرستان کے ایک مشہور شہر گیلان میں انیس شعبان المعظم سنہ ۴۷۰ھ کی شب میں تہجّد کے وقت ہوئی۔ ماہ رجب ۴۸۸ھ میں اپنے والد ماجد حضرت ابوصالح موسیٰ جنگی دوست سے بیعت ہو کر سلسلہ جدّیہ حسنیہ میں خلافت پائی۔ ۱۱ ربیع الآخر
۱۷ ربیع الآخر ۵۶۱ھ میں وصال فرمایا۔ مرقد پُرانوار بغداد الجدید میں زیارت گاہِ عوام و خواص ہے۔

۲۔ حضرت سیّد ابو صالح موسیٰ جنگی دوست

۲۷۔ رجب المرجب سنہ ۴۰۰ھ میں گیلان میں پیدا ہوئے۔ سنہ ۴۶۰ھ میں اپنے والدِ گرامی سے خلافت پائی۔ ۱۱ ذی قعدہ ۴۸۹ھ میں وفات پائی۔ مزار اقدس گیلان میں ہے۔

۳۔ حضرت ابوعبداللہؒ

۱۳ رمضان المبارک ۳۶۵ھ میں گیلان میں پیدا ہوئے۔ ۲۴۔ رجب المرجب ۳۸۶ھ میں اپنے والد مکرم سے بیعت ہو کر خلافت حاصل کی۔ ربیع الاوّل ۴۷۳ھ میں وصال فرمایا اور گیلان میں دفن ہوئے۔

۴۔ حضرت سید یحییٰ زاہدؒ

۱۸ شعبان المعظم سنہ ۳۴۰ھ کو مدائن میں پیدا ہوئے۔ سنہ ۳۷۰ھ میں اپنے پدر بزرگوار

سے خلافت حاصل کی ۲۴ رمضان المبارک ۴۲۰ھ میں وصال فرمایا۔ مزار بغداد قدیم میں ہے۔

۵۔ حضرت سیّد محمد مورث رح

۱۲ رمضان المبارک ۲۹۹ھ میں مدینہ منوّرہ میں ولادت ہوئی۔ اپنے والد محترم سے ۳۴۹ھ میں خلافت پائی ۱۷ ربیع الاوّل ۴۱۵ھ میں وفات پائی۔ مزار اقدس جنّت البقیع میں ہے۔

۶۔ حضرت سیّد داؤد رح

ولادت ۱۱ شعبان المعظم ۲۴۵ھ میں مدینہ طیبّہ میں ہوئی۔ ذی الحجہ ۲۷۷ھ میں اپنے والد مکرّم سے خلافت پائی۔ ۱۲ شعبان المعظم ۳۲۱ھ میں مکّہ معظّمہ میں وفات پائی۔ اور وہیں مدفون ہوئے۔

۷۔ حضرت سیّد موسیٰ ثانی رح

پیدائش ۶ محرم الحرام ۲۲۱ھ بمقام مدینہ منوّرہ ہوئی۔ ربیع الآخر ۲۳۸ھ میں اپنے والدِ مکرّم سے خلافت پائی۔ اور مدینہ طیبّہ میں ماہِ صفر ۲۸۳ھ میں وصال فرمایا۔ اور وہیں مدفون ہوئے۔

۸۔ حضرت سیّد موسیٰ رح

۱۴ رمضان المبارک ۱۵۳ھ میں بمقام مدینہ طیبّہ ولادت ہوئی۔ ربیع الاوّل ۱۹۸ھ میں اپنے والدِ گرامی سے خلافت پائی۔ ماہِ ربیع الآخر ۲۱۴ھ میں بروز جمعہ وصال فرمایا۔ مرقد پاک مدینہ منوّرہ میں ہے۔

۹۔ حضرت سید عبداللہ ثانیؒ

ولادت ماہ رجب ۱۰۳ھ میں بمقام مدینہ منورہ ہوئی ۱۳۳ھ میں اپنے والد محترم حضرت عبداللہ المحض سے خلافت جدیہ سے سرفراز ہوئے۔ ماہ جمادی الآخر ۱۵۶ھ میں مدینہ طیبہ میں رحلت فرمائی۔ مرقد منورہ مدینہ منورہ میں ہے۔

۱۰۔ حضرت سید عبداللہ المحضؒ

۱۱ ربیع الآخر بروز دوشنبہ ۹۲ھ میں اپنے والد گرامی حضرت حسن مثنیٰ سے خلافت پائی۔ ۱۰ رمضان المبارک ۱۴۵ھ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے

۱۱۔ حضرت سید حسن مثنیٰؒ

۱۲ رمضان المبارک ۲۹ھ میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی اور خلافت اپنے والد مکرم سیدنا امام حسنؑ سے ۴۵ھ میں پائی۔ ۱۷ رجب المرجب ۹۷ھ میں وصال فرما کر جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

۱۲۔ امام ہمام سیدنا امام حسن علیہ السلام

۱۵ رمضان المبارک ۳ھ بروز پنج شنبہ مدینہ طیبہ میں ولادت باسعادت ہوئی۔ جنابہ فاطمۃ الکبریٰ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی والدہ محترمہ ہیں۔ ربیع الاول ۳۲ھ میں اپنے والد ماجد سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے خلافت وامامت کے شرف سے سرفراز کیے گئے۔ ۵ ربیع الاول ۴۹ھ میں جام شہادت نوش فرما کر وصال فرمایا۔

۱۳۔ امیر المومنین مولائے کائنات شیر خدا سیدنا حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ۔

سنہ کے آغاز سے ۲۳ سال قبل ۵۹۹ء میں جلوہ فرمائے کائنات ہوئے۔ ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ میں مرتبہ شہادت کو مزید اعزاز واکرام عطا فرما کر داعی اجل کو لبیک کہا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم

حضرت عبدالمطلب کے گھر مکہ معظمہ میں ۲۰۔ اپریل ۵۷۱ء پیر کے دن بوقتِ صبح صادق ولادت ہوئی۔ ربیع الاول کی بارہ تاریخ تھی۔ والد گرامی کا اسم مبارک عبداللہ اور والدہ مکرمہ کا آمنہ تھا۔ آنجناب ختنہ شدہ پیدا ہوئے۔ پہلے چند روز ثوبیہ نے دودھ پلایا، جو عبدالمطلب کی آزاد شدہ لونڈی تھی۔ پھر حلیمہ سعدیہ کے سپرد کر دیئے گئے جو قبیلہ بنی سعد بن بکر سے تھیں۔ حلیمہ سعدیہ کے گھر میں ہی تھے کہ پہلا واقعہ شق صدر واقع ہوا۔ حضور کو والد سے میراث میں ایک لونڈی بنام ام ایمیہ حبشیہ ملی تھی۔ انہوں نے کنیز کی حیثیت سے آپ کی بھی خدمت کی۔ بعد ازاں سرکار نے ان کو آزاد کر کے ان کی شادی زید بن حارثہ سے کر دی۔ جن سے حضرت اسامہؓ پیدا ہوئے۔ ظہورِ ولادت سے قبل والد گرامی کا انتقال مدینہ منورہ میں ہوا، اور چھ سال کی عمر میں آپ کی والدہ بھی بمقام ابوا وصال فرما گئیں۔ پھر پرورش حضرت عبدالمطلب کے ذمہ ہوئی۔ ابھی آپ آٹھ سال کے ہوئے تھے کہ دادا حضرت عبدالمطلب بھی وفات پا گئے، اور یہ خدمت آپ کے چچا ابوطالب کے ذمہ لگی۔ بارہ سال کی عمر میں جب آپ ابوطالب کے ساتھ ملک شام گئے تو بحیرا نامی ایک راہب نے ابوطالب سے کہا کہ اس صاحبزادے کو واپس لے جاؤ۔ آثارِ نبوت اس کے چہرے سے عیاں ہیں۔ دوسرے سفر میں آپ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا سامانِ تجارت بصرہ تک لے گئے۔ میسرہ غلام آپ کے ہمراہ تھا۔ واپسی پر اس غلام نے تمام حالاتِ سفر بتائے تو حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے جو اس وقت چالیس سال کی تھیں اور آپ پچیس سال کے تھے، رشتۂ مناکحت کے لیے پیغام بھیجا۔ پینتیس سال کی عمر میں خانہ کعبہ کی تعمیر کا عظیم الشان معرکہ آپ کی ذاتی کوشش سے سرانجام پایا۔

نزولِ وحی کے ابتدائی دور میں آپ بہت زیادہ علیحدگی پسند ہو گئے تھے، اور غارِ حرا میں ریاضت کرتے تھے اور کئی کئی راتیں وہاں ہی قیام فرماتے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام اس پہاڑ پر پیغام خداوندی لے کر حاضر ہوتے تھے۔ جب چالیس سال کے ہوئے تو رسالت ملی اور اس دور میں آپ جس شجر و حجر کے پاس سے گزرتے۔ سب بدیۂ عقیدت پیش کرتے اور السّلام علیك یارسول الله اور السّلام علیك یا حبیب الله پکارتے۔ لاتعداد معجزات آپ سے رُونما ہوتے۔ اس کے بعد آپ نے ہجرت کی اور مدینہ منورہ کو اپنا مستقل مستقر فرما لیا۔

ہجرت ۵۳ سال کی عمر میں ہوئی اور ۶۳ سال تک مدینہ منورہ میں اقامت گزیں رہے۔ مدنی زندگی میں ۱۹ غزوات اور ۴ بار عمرہ اور ایک حج کیا۔ ہجرت میں آپ کے ہمراہ صدیقِ اکبرؓ اور عامر بن فہیرہ تھے جو حضرت صدیق اکبر کے غلام تھے۔ مدینہ پہنچکر اپنے ننھیال بنی نجار کے گھرانے میں قیام کیا۔ سالِ اول میں مسجدِ نبوی کا سنگِ بنیاد رکھا اور حجرے بنوائے۔ مہاجرین و انصار میں رشتۂ اخوت قائم کیا۔ نماز کے لیے اذان کا سلسلہ شروع کیا۔

سال دوم میں تحویلِ قبلہ کے علاوہ رمضان شریف کے روزے فرض ہوئے اور صدقہ فطر کی ابتداء ہوئی۔ مزید برآں جنگِ بدر کے علاوہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ سے نکاح ہوا۔ اور سیدہ فاطمۃ الزہرا کی شادی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہوئی۔

سالِ سوم میں جنگِ اُحد ہوئی۔ حضرت امام حسن رضؓ کی ولادت ہوئی۔ آپ کا حضرت حفصہ رضؓ اور حضرت زینب رضؓ سے نکاح ہوا۔ نیز شراب کی حُرمت نازل ہوئی۔ حضرت عثمان ذی النورین سے آپ کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضؓ کی شادی ہوئی۔

سالِ چہارم میں حضرت ام سلمہ رضؓ سے شادی ہوئی اور جنگِ خندق ہوئی۔ سالِ پنجم میں جنگِ دومۃ الجندل اور قریظہ کے علاوہ حجاب کی آیات کا نزول ہوا۔

سالِ ششم میں جنگِ حدیبیہ۔ جنگِ بنی مصطلق کے علاوہ بیعت رضوان، اور سُورج گہن ہوا۔ سالِ ہفتم میں جنگِ خیبر ہوئی۔ اس کے علاوہ اُم المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضؓ

حضرت میمونہ رضؓ اور حضرت صفیہ رضؓ سے نکاح فرمایا۔

سالِ ہشتم میں فتح مکہ ہوا۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی۔ جنگ حنین، جنگِ طائف۔ جنگ موتہ اور جنگِ ذات السلاسل ہوئیں اور حضرت زینبؓ بنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات بھی اسی سال میں ہوئی۔

آپ کے حسنِ اخلاق اور مکارم اخلاق کو کس طرح بیان کیا جائے۔ کسی شخص میں طاقت نہیں کہ اس کا مکمل تذکرہ کر سکے۔ بھوکوں کو کھانا کھلانا۔ مریضوں کی مزاج پُرسی کرنا۔ غصہ کا اظہار نہ کرنا۔ تواضع سے پیش آنا۔ سلام میں ابتدا کرنا۔ لوگوں کی خطاؤں سے درگزر کرنا۔ خندہ پیشانی سے پیش آنا۔ امانت میں خیانت نہ کرنا۔ یہ تمام اوصاف آپ میں نبوت سے قبل موجود تھے۔ کبھی کھانے میں عیب نہ نکالتے۔ سواری کے لئے گھوڑا، اونٹ یا جو سواری بھی ملی، اختیار کیا۔ پیدل بھی سفر کیا۔ بازار سودا سلف خریدنے کے لئے خود چلے جاتے۔

وفات تریسٹھ سال کی عمر میں بارہ ربیع الاول بروز پیر بوقت چاشت چودہ دن بیمار رہ کر ہوئی۔ یہ ہجرت کا گیارھواں سال تھا۔ حضرت علیؓ ابن ابی طالب۔ عباس بن عبدالمطلب فضلؓ بن عباس۔ قثم ابن عباس۔ اسامہؓ بن زیدؓ۔ شقران (آخرالذکر دونوں سرکار دوعالمؐ کے موالی میں سے تھے) نے غسل دیا۔ غسل کے وقت حضرت اوس بن خولیٰ انصاری بھی موجود تھے۔ غسل کے بعد آپ کو تین بغیر سلے ہوئے کپڑے زیب تن کئے گئے اور اس کے بعد جسدِ اطہر تابوت میں رکھا گیا۔ جس جگہ وصال فرمایا، وہاں ہی دفن کیا گیا۔ مرقد مبارک میں وہی حضرات اُترے جنھوں نے غسل دیا تھا۔

صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلّم

سالِ نہم میں جنگِ تبوک۔ وفات حضرت ام کلثوم رضؓ۔ وفات نجاشی (شاہ حبش)۔ وفود کی آمد وغیرہ واقعات پیش آئے۔

سالِ دہم میں حجۃ الوداع۔ وفات ابراہیم علیہ السلام اور وصال رحمت اللعٰلمین، ختم المرسلین سرورِ کائنات۔ سرکارِ مدینہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہوا۔

امیر المومنین اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب

اسلام کے دامن میں بس اس کے سوا کیا ہے
اک ضرب ید اللہی، اک سجدۂ شبیری رض
(اقبال)

کنیت ابو تراب اور ابوالحسن ہے۔ لقب مرتضیٰ۔ خطاب اسد اللہ الغالب، اور اسم گرامی علی کرم اللہ وجہہ ہے۔ پدری سلسلہ علی ابن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم، اور مادری سلسلہ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم پر منتہی ہوتا ہے۔ ولادت خانہ کعبہ میں ہوئی۔ بچوں میں سب سے قبل اسلام قبول فرمایا۔ حضرت عثمان ذی النورین کی شہادت کے بعد ۳۵ھ مطابق ۶۵۵ء میں مسند خلافت کو زینت بخشی۔ چار پانچ سال خلیفۃ المومنین کے منصب عالی پر فائز رہے۔

آپ کے فضائل و مناقب کو بیان کرنے کے لئے ایک عمر درکار ہے۔ خدائے ایزد متعال نے آپ کے لئے دوبار مغرب سے سورج کا رُخ پھیرا۔ ہادیٔ کونین نے فرمایا کہ: جس سے میری دوستی ہے علی بھی اس کے دوست ہیں۔ تمام سلاسل آپ پر ختم ہوتے ہیں۔ آنجناب امام اول ہیں۔ ایک دوسرے موقعہ پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی! تو میرے واسطے ایسا ہے جیسے ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے تھے۔ مگر شرط یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

آپ خلیفہ چہارم اصحاب رسول اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ آپ سے ۵۸۶ احادیث مروی ہیں۔ ۱۴۴۰ احادیث بخاری شریف اور مسلم شریف میں ہیں۔ سرکار مدینہ کے اصحاب شوریٰ میں داخل تھے۔ جب سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو چند دنوں کے لئے آپ کو مکہ معظمہ رہنے کا حکم ملا ہوا تھا تاکہ لوگوں کی امانتیں اور وصایا جو سرکار رسالت مآب کے ذمہ تھے ان کو واپس کر دیئے جائیں۔ ام المومنین حضرت عائشہ

صدیقہ رضی اللہ عنہا سے لوگوں نے سوال کیا کہ حضورؐ کو مردوں میں سب سے زیادہ کس سے محبت تھی۔ فرمایا: علی سے (رضی اللہ عنہ) جب اخوت کا عالمگیر رشتہ قائم ہوا تو حضورؐ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی بنے تھے۔ غزوۂ بدر، احد، خندق، بیعت رضوان، فتح خیبر فتح مکہ، حنین، طائف ان تمام جنگوں میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ خود شریک تھے۔ جنگِ اُحد میں آپ کو سولہ زخم آئے تھے۔ پانچ سال کی مدت خلافت میں آپ نے امورِ مملکت اور مہمات ملکی کو سلجھانے کے لیے جو گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ ان کی تفصیل سے تاریخ اسلام بھری پڑی ہے۔

علامہ عبدالوہاب الشعرانی اپنی کتاب طبقات الکبریٰ میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی شخص نے آپ کی خدمتِ اقدس میں فالودہ پیش کیا۔ جب وہ سامنے رکھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ تو خوشبودار خوش رنگ اور خوش مزہ تو ہے لیکن مجھے پسند نہیں کہ اپنے نفس کو ایسی چیز کا خوگر بناؤں جس کی پہلے عادت نہیں۔ آپ اپنے کرتہ میں خود پیوند لگایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ پیوند لگانے سے دل میں خوف خدا پیدا ہوتا ہے۔ زہد و ریاضت میں آپ کا مقام بہت اعلیٰ و ارفع ہے۔ مسند امام حنبلؒ میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ میں بھوک سے ایسی حالت میں ہوتا ہوں کہ شکم پر پتھر باندھتا ہوں لیکن میرے صدقات کی مقدار چار ہزار اشرفی تک ہو چکی ہے۔ دوسری روایات میں چالیس ہزار اشرفی ہے۔

آپ دینِ اسلام کے رموز و اسرار کے عالم تھے لیکن عمل کی زندگی کو زیادہ پسند فرماتے تھے۔ صرف خواص کو آپ نے تصوّف کے حقائق و معارف سے نوازا۔ بے مثل تقریر فرماتے تھے اور خطابت تو آپ کے گھر کی لونڈی تھی۔ بڑے بڑے مجمعوں میں فی البدیہہ تقریر فرماتے جو مدلّل اور مؤثر ہوتی تھی۔ صحیح احادیث میں آپ کے اشعار بھی موجود ہیں۔ خطبات کا مجموعہ باسم "نہج البلاغت" اور "دیوانِ علی" شاعری کا مجموعہ آپ کی طرف منسوب ہیں۔ آپ نے عربی زبان کی گرامر مدوّن کرنے میں ابوالاسود دؤلی کی مدد کی تھی۔

شہادت ۴۰ھ مطابق ۶۶۱ء میں بعمر ۶۳ سال بمقام کوفہ ہوئی۔ نجف اشرف میں پرانوار مقبرہ ہے۔ غسل جنازہ میں امام حسنؓ امام حسینؓ حضرت عبداللہؓ اور حضرت جعفرؓ شریک ہوئے۔ حضرت علیؓ نے سرکار مدینہ کی تجہیز و تکفین سے کچھ عطر عقیدتمندی سے اپنے لئے بچا رکھا تھا، اسی سے جسم اطہر معطر کیا گیا۔ کفن تین کپڑوں پر مشتمل تھا۔ دستار اور پیراہن نہ تھا۔ نماز جنازہ امام حسن علیہ السلام نے پڑھائی۔ آپ کے روضۂ پاک کا گنبد سنہری ہے اور دروازے سونے کے بنے ہیں ۔

اے صبا کیا یاد فرمایا ہے مولا نے مجھے
آج میرا دل کھنچا جاتا ہے کیوں سوئے علیؓ

نوٹ : حضرت امام حسن رضؓ سے حضرت امام علی رضا تک کے حالات زندگی تبرکاً درج کر دیئے گئے ہیں تاکہ یہ کتاب اماموں کے حالات زندگی سے زینت پا سکے۔

در اصل سلسلہ عالیہ قادریہ میں امیرالمومنین سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روحانی خلافت حضرت خواجہ حسن بصریؒ کو ملی تھی جن سے آگے فیوض و برکات کے چشمے پھوٹے۔

حضرت امام حسن رض

آپ ائمہ اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے ہیں۔ رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے پیارے نواسے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے فرزندِ دلبند اور حضرت فاطمۃ الزہرا کی آنکھ کی ٹھنڈک ہیں۔ ۳ھ مطابق ۶۲۴ء میں ولادت ہوئی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام پاک حسن رکھا۔ آپ سر سے ناف تک اپنے نانا کے ہمشکل تھے۔ آپ نے ۲۵ پاپیادہ حج کیے۔ بہت سخی اور خدا ترس تھے۔ پوشیدہ طور پر غرباء کی امداد فرماتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میرا یہ بیٹا مسلمانوں کے دو متحارب گروہوں میں صلح کرائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ امیر المومنین حضرت علی کی شہادت کے بعد آپ خلیفہ بنے۔ تو مسلمانوں کے دو گروہ ہو گئے۔ فتنہ و فساد کا اندیشہ تھا۔ چنانچہ آپ نے مسلمانوں کو خونریزی سے بچانے کے لئے صرف چھ ماہ خلافت کے فرائض انجام دے کر امیر معاویہ رض سے اس شرط پر صلح کر لی کہ وہ اپنے بعد کسی کو بادشاہ نہ بنائیں گے اور خلافت کو مسلمانوں کی صوابدید پر چھوڑ دیں گے۔ جس پر امیر معاویہ رض نے آپکا ایک لاکھ دینار سالانہ وظیفہ مقرر کر دیا جو آپ محتاجوں، یتیموں اور بے کسوں میں تقسیم فرما دیتے۔ حضرت امیر معاویہ رض کی وفات کے بعد یزید بادشاہ بن گیا تو اس نے آپ کو زہر دلوا دیا۔

آپ کے حسنِ اخلاق کی ایک ادنیٰ مثال ملاحظہ فرماویں کہ ایک دفعہ جب کہ آپ اپنے کوفہ کے مکان کی دہلیز پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے آتے ہی آپ کو اور آپ کے والدین کو گالیاں دینی شروع کر دیں۔ آپ نے اٹھ کر فرمایا کہ اے اعرابی! معلوم ہوتا ہے کہ تو شاید بھوکا ہے یا تجھے کوئی مصیبت پہنچی ہے۔ مجھے بتا تاکہ میں تیری کوئی امداد کر سکوں۔ لیکن وہ برابر واہی تباہی بکتا رہا۔ آپ نے اپنے غلام سے فرمایا کہ گھر سے درہموں کی تھیلی

اُٹھالا۔ وہ اٹھا لایا تو آپ نے اعرابی کے حوالے کر کے فرمایا کہ اس وقت اس کے سوا گھر میں اور کچھ نہیں۔ ورنہ میں تجھ سے دریغ نہ کرتا۔ اعرابی یہ حسن کلام سن کر بے اختیار پکار اٹھا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ واقعی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ہیں۔ میں تو یہاں آپ کے صبر و حلم کو آزمانے آیا تھا۔ وفات آپکی زہر کیوجہ سے ۵ ربیع الاول ۵۰ھ مطابق ۲۰ ستمبر ۶۷۰ء میں ہوئی۔ عمر پاک ۴۵ سال ۶ ماہ تھی۔

حضرت امام حسین رض

آپ ۴ ھ مطابق ۶۲۵ء میں بمقام مدینہ منورہ پیدا ہوئے۔ کنیت ابو عبداللہ، لقب سید الشہدا اور نام نامی حسینؓ ابن علیؓ ہے۔ والدہ مکرمہ کا اسم گرامی سیدہ فاطمۃ الزہرا ہے۔ کئی کتابوں میں تحریر ہے کہ آپ بطن مادر میں چھ ماہ رہے اور حضرت یحیٰی علیہ السلام بن حضرت زکریا علیہ السلام اور آپ کے علاوہ چھ ماہ کا کوئی بچہ جانبر نہیں ہو سکا ہے۔ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام حسین رکھا تھا۔ آپ اس قدر حسین و جمیل تھے کہ تاریکی میں آپ چاند کی طرح چمکتے۔ اندھیرے میں جب چلتے تو چمکتے چہرے اور دمکتی پیشانی سے لوگوں کو راستہ نظر آجاتا۔ چھ سال کی عمر تک آنحضرتؐ کی پرورش میں رہے۔ آپ کے وصال کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی تربیت میں آئے۔

رسولِ پاک صلے اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ دونوں میرے لڑکے ہیں۔ دونوں بھائی ہمیشہ رات دن سایۂ رسالت پناہ میں موجود رہتے تھے۔ اگر کبھی والدہ مکرمہ کے پاس ہوتے تو فوراً پکار ہوتی۔ فرماتے، فاطمہ! میرے بچوں کو میرے پاس بھیج دو، اور جب یہ شہزادگانِ عالی تبار آتے تو پیار فرماتے چومتے اور پہلو میں جگہ دیتے، اور فرماتے: یہ دونوں دنیا میں میرے عطر ہیں۔ پھر ارشاد فرمایا کہ میں حسین سے ہوں اور حسین مجھ سے ہے جو حسین کو دوست رکھتا ہے خدا اس کو دوست رکھے گا۔ حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے۔ فرمایا: میں نے سرورِ دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: یا رسول اللہ! اہل بیت میں سب سے زیادہ محبوب اور

پیارے آپ کے نزدیک کون ہیں۔ ارشاد فرمایا: حسنؓ اور حسینؓ (علیہما السلام)

حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ میں ایک دن رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ تو دیکھا کہ حضور رسالت مآبؐ نے حضرت امام حسینؓ کو اپنی پشت مبارک پر بٹھا کر ایک رسّہ اپنے دہن مبارک میں پکڑا ہوا ہے، اور اس کے دونوں سرے حضرت امام نے تھامے ہوئے ہیں۔ اور وہ آنحضرتؐ کو چلا رہے ہیں، اور خود آنحضرتؐ اپنے گھٹنوں کے بل چل رہے تھے۔ میں نے کہا۔ اے حسین! آپ کا اونٹ بہت اچھا ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے عمرؓ! سوار بھی تو بہت اچھا ہے۔ اس سے آپ ان کی عظمت و شان کا اندازہ فرمائیں۔

آپ نے پچیس حج پاپیادہ کیے حالانکہ عمدہ قسم کے گھوڑے کوتل ہمراہ ہوتے تھے۔

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بہت سی علامات وعادات آپ میں موجود تھیں۔ آپ سے احادیث کتب صحاح میں مروی ہیں۔ محدثین آپ کی عملی زندگی کے متعلق لکھتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام صاحب علم و فضل تھے۔ نماز، روزے، صدقات اور افعالِ خیر میں بہت زیادہ مشغول رہا کرتے تھے۔ سلاسلِ اربعہ کے تمام شجرہ جات آپ کے ہی واسطہ سے مولائے کائنات اور سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم تک منتہی ہوتے ہیں۔

الطبقات الکبریٰ میں لکھا ہے کہ آپ نے چھپن سال کی عمر میں شہادت پائی۔ روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی آئی کہ میں نے یحییٰ بن زکریاؑ کے بدلے پچانوے ہزار نفوس کو مار ڈالا تھا مگر امام حسین ابن علیؓ کے بدلے اس کے دو گنے کو ہلاک کروں گا۔ شہادت کربلا میں نماز جمعہ کے وقت ہوئی تھی۔ شہادت ۶۱ھ مطابق ۶۸۰ء میں ہوئی آپ کے روضہ مبارک کا گنبد سنہری ہے۔ دروازے سونے کے اور بے شمار ہیرے جواہرات نذر کردہ یہاں محفوظ ہیں۔

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ

ابوبکر۔ ابوالحسن اور ابومحمد کنیت۔ سجاد اور زین العابدین لقب۔ اسم گرامی علی رضی اللہ عنہ بن حسین رضی اللہ عنہ بن حیدر کرار علی المرتضیٰ ہے۔ ولادت بمقام مدینہ منورہ ہوئی۔ والدہ ماجدہ کا اسم گرامی، بی بی شہر بانو بنت یزدجرد بن نوشیروان عادل تھا۔ سال ولادت ۲۳ھ مطابق ۶۵۳ء ہے۔ مگر احمد صالح کے مطابق آپ کی پیدائش ۵۰ھ مطابق ۶۷۰ء ہے۔

آنحضور صحابہ کرام کے بعد تمام اہل زمانہ میں عابد ترین اور دنیائے تصوف و معرفت کے آفتاب تھے۔ آپ نے عظیم ترین صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین مثلاً حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ۔ حضرت مستورد رضی اللہ عنہ۔ حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ۔ سعید ابن مسیب رضی اللہ عنہ اور ازواج مطہرات میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا وغیرہ سے ظاہری و باطنی علوم حاصل کئے۔ طبقہ تابعین کے سب بزرگ آپ کی عظمت کے قائل ہیں۔ آپ کم سنی سے ہی فصیح البیان تھے۔ واقعہ کربلا کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شہید کربلا کے لڑکوں میں سے صرف آپ تنہا باقی رہ گئے تھے۔ آپ کے آٹھ فرزند تھے اور کوئی دختر تولد نہ ہوئی۔ ان آٹھ فرزندان کی نسل میں رب العلمین نے اتنی برکت عطا فرمائی کہ آج کل دنیا میں سادات کا گھرانہ قائم و دائم ہے دنیائے اسلام میں کل حسینی سادات آپ کی اولاد سے ہیں۔ علامہ الشعرانی لکھتے ہیں:

کہ آپ تیرہ سال کے تھے جب کربلا کا واقعہ پیش آیا۔ آپ کو اس لئے شہید نہ کیا گیا کہ بیمار تھے۔ آپ نہایت کریم اور عبادت گزار تھے۔ روایت ہے کہ ہشام بن عبدالمطلب بن مروان حج کے لئے ایک دفعہ مکہ معظمہ آیا۔ جب بیت اللہ کا طواف کر کے حجر اسود کو بوسہ دینے کے لئے بڑھا تو خلقت کے ہجوم کی وجہ سے اسکو راستہ نہ مل سکا۔ تب منبر پر چڑھ کر اس نے خطبہ دیا۔ اس دوران حضرت زین العابدین بن حسین بن علی تشریف لے آئے تو سارا مجمع کائی کی طرح پھٹ گیا جب حجر اسود کے نزدیک تشریف لے گئے تو مخلوق نے آپ کی تعظیم کیلئے حجر اسود کو خالی کر دیا، اور آپ نے بوسہ دیا۔ اس بات سے خاندان رسالت مآب کی عظمت

صاف عیاں ہوتی ہے ۔ فرزوق مشہور شاعر نے اس موقعہ پر فی البدیہہ شعر کہے ، جس میں آپ کی اور آپ کے خاندان کی بے انتہا تعریف و توصیف کی گئی تھی۔ جس پر ہشام نے اس کو بمقام عسفان جو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ایک مقام ہے ، قید کر دیا۔ جب حضرت زین العابدین کو پتہ چلا تو آپ نے بارہ ہزار درہم اس کو بھیجے مگر اس نے لینے سے انکار کر دیا اور آخر آپ کے فرمان کی تعمیل میں پھر لے لیئے۔ فرزوق نے جو اشعار پڑھے وہ یہ ہیں:۔

علامہ عبد الوہاب ؒ نے آپ کی تاریخ وفات ۹۹ھ مطابق ۷۱۷ء تحریر کی ہے اور سن شریف اٹھاون سال تحریر کیا ہے۔ شہزادہ دارا شکوہ قادری نے ۹۵ھ مطابق ۷۱۳ء لکھی ہے۔ مزار پُرانوار جنت البقیع میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے روضۂ اطہر کے پہلو میں ہے۔

آپ سے صحاح ستہ میں حدیث مروی ہے۔

امام محمد باقر رض

اسم گرامی محمد بن علی رض بن امام حسین رض۔ لقب باقر اور کنیت ابو جعفر ہے۔ آپ امام خامس ہیں۔ ۶۷۶ء مطابق ۵۶ھ میں مدینہ منورہ میں ولادت ہوئی۔ والدہ ماجدہ کا اسم گرامی فاطمہ بنت حسن بن علی المرتضیٰ تھا۔ ہادیِ برحق حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رض کو فرمایا تھا کہ اس نام کا میری آل میں ایک فرزند تولد ہوگا۔ اور تم اس وقت زندہ ہو گے تو تم اس سے میرا سلام کہہ دینا۔ آپ نے حضرت جابر رض اور حضرت انس رض کا زمانہ پایا ہے۔

آپ تابعین میں شامل ہیں۔ صحاح ستہ میں حدیث بھی آپ سے مروی ہے۔ علوم ظاہری و باطنی آپ نے اپنے والدِ گرامی حضرت امام زین العابدین، ابن مسیب رض اور ابن حنفیہ رض سے حاصل کئے۔

آپ "باقر" اس لئے کہلاتے ہیں کہ آپ نے علم کو شق کیا اور اس کی جڑ کو پہچانا۔ اہلِ عراق کے ایک گروہ کی نسبت آپ کو معلوم ہوا، کہ وہ حضرت صدیق اکبر رض اور حضرت عمر فاروق رض سے دشمنی رکھتا ہے۔ اور اپنے آپ کو اہلِ بیت کا دوست سمجھتا ہے۔ آپ نے ان کو تحریر کیا کہ جو شخص صدیق اکبر رض اور عمر فاروق کو دشمن کہتا ہے مجھے اس سے کوئی واسطہ نہیں۔ اور اگر میں حاکم ہوا تو جو لوگ ان دونوں کو برا سمجھتے ہیں۔ ان کے خون کو اللہ تعالیٰ کے تقرب کا ذریعہ بناؤں گا۔

لکھا ہے کہ جب رات کا ایک حصہ گزر جاتا، اور وردو وظائف سے فارغ ہو جاتے تو باآوازِ بلند اپنی مناجات پڑھتے کہ اے بارِ الٰہا! رات آگئی۔ شہنشاہوں کی حکومت ختم ہوگئی۔ آسمان پر ستارے نکل آئے اور لوگ نیند کی آغوش میں چلے گئے اور بنو امیہ آرام پا گئے اور انہوں نے اپنی دنیاوی خواہشات کو چھپا دیا، اور اپنے دروازے بند کر لئے اور ان پر پہرے دار متعین کر دیئے۔ اے پاک پروردگار! لیکن تو زندہ ہے۔ ہمیشہ رہنے والا ہے اور دیکھنے والا ہے۔ تیری ذات پاک پر نیند اور اونگھ کا کوئی اثر نہیں۔ تیری ذاتِ اقدس کسی سائل کے سوال کو رد نہیں کرتی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ اس زمانہ کے بادشاہ نے آپ کو قتل کرنے کے ارادہ سے دربار میں بلایا۔ مگر جب گئے تو بادشاہ فوراً تعظیم کے لئے اٹھا اور نذرانہ پیش کر کے معذرت کی کہ آپ کو خواہ مخواہ زحمت دی۔

آپ کے چار فرزند اور تین صاحبزادیاں تھیں۔

عمر مبارک جب تہتر سال کی ہوئی، تو بقول علامہ شعرانی ۱۱۷ھ مطابق ۷۳۵ء وفات پائی۔ مزار اقدس جنت البقیع میں حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے روضۂ اقدس کے متصل ہے۔ مدائنی نے آپ کی تاریخ وفات ۷۳۵ء۔ یحییٰ بن معین نے ۷۳۶ء اور امام بخاری نے امام جعفر صادق کے قول کے مطابق ۷۳۲ء تحریر کی ہے جو کہ ہشام اموی کا عہد تھا۔ حافظ ابن حجر محدث نے ۱۱۴ھ مطابق ۷۳۲ء تحریر کی ہے۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

لقب صادق۔ کنیت ابوعبداللہ اسماعیل اور اسم گرامی جعفر بن محمد بن علی بن حسین ابن علی المرتضیٰ ہے۔ اور امام سادس ہیں۔ والدہ ماجدہ کا نام فروہ بنت القاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے۔ جو اسماء بنت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں۔ آپ کو طریقت میں اپنے والد بزرگوار امام خامس محمد باقر رضی اللہ عنہ کی جانب سے بتوسط حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور اپنی والدہ ماجدہ کی طرف سے بتوسط حضرت قاسم رضی اللہ عنہ بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (جو آپ کے نانا تھے) دو واسطے تھے۔ حضرت قاسم بن محمد رضی اللہ عنہ نے حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فیض حاصل کیا۔

سفینۃ الاولیاء کے مطابق آپ ۸۳ھ مطابق ۶۹۹ء مدینہ منورہ میں عہد عبدالملک اموی میں تولد ہوئے۔ آپ اہل بیت سے تھے، اس لئے طریقت کے بارے میں آپ کے بہت سے ارشادات ہیں اور بہت سی روایات مروی ہیں۔ اس گنہگار انسان کی مجال و ہمت کہاں کہ وہ آپ کے فضائل و محاسن بیان کر سکے اور نہ ہی زبان و عبارت

ہیں یہ طاقت کہ تعریف و توصیف کر سکے کیونکہ آنجناب سلطانِ ملتِ مصطفوی تھے۔ طریقت کے موضوع پر آپ کی کئی ایک تصانیف ہیں۔ حضرت داؤد طائی آپ کی خدمتِ اقدس میں اکثر آیا کرتے تھے۔ آپ مقتدائے مطلق تھے۔ مشائخ کے سردار اور جگر گوشۂ انبیاء تھے۔ آپ نے اپنے والد مکرم حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے بہت سی باتیں روایت کی ہیں۔

ایک دفعہ خلیفۂ بغداد منصور عباسی نے اپنے وزیر سے کہا کہ حضرت امام جعفر صادق کو لاؤ تاکہ اسکو قتل کیا جائے۔ پہلے تو وزیر نے لیت و لعل سے کام لیا۔ مگر آخر مجبور ہو کر آپ کو بلوایا۔ جب آپ خلیفہ کے سامنے آئے تو منصور تخت سے نیچے اترا، اور نہایت عجز و انکساری سے آپ کا استقبال کیا۔ تخت پر بٹھایا، اور خود مؤدبانہ طریق سے آپ کی خدمتِ عالیہ میں بیٹھا۔ اس پر وزیر اور غلام نہایت متعجب ہوئے۔ منصور نے پوچھا جناب کیا حاجت ہے؟ آپ نے فرمایا: یہی کہ تو دوبارہ مجھے نہ بلائے تاکہ میں عبادتِ الٰہی میں مشغول رہوں۔ پس خلیفہ نے آپ کو نہایت عزو احترام سے خلعتِ فاخرہ دیکر رخصت کیا اور خود بے ہوش ہو گیا۔ تین دن تک یہی کیفیت رہی۔ جب ہوش آیا تو وزیر سے کہا کہ حضرت امام جب دروازے میں داخل ہوئے تو میں نے ایک اژدہا ان کے ساتھ دیکھا

خواجہ فریدالدین عطار اپنی کتاب تذکرۃ الاولیاء میں فرماتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت اہل بیت ہیں بلکہ امام شافعیؒ تو اہل بیت سے اس قدر محبت کرتے تھے کہ لوگوں نے آپ کے رافضی ہونے پر گمان کیا، اور اسی وجہ سے آپ کو قید میں ڈالا گیا۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ (رضی اللہ عنہ) سے سوال پوچھا گیا کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے تعلقداروں میں سے کون افضل ہے؟ ارشاد فرمایا: بوڑھوں میں جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ و جناب فاروق اعظم، جوانوں میں حضرت عثمان غنی اور اسد اللہ الغالب حضرت علی المرتضیٰ۔ عورتوں میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔ لڑکیوں میں حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا۔ مزید فرمایا: کہ اہل بیت کو بھی حسب مرتبت پہچاننا چاہیئے کیونکہ اس کے بغیر دین مکمل نہیں ہوتا۔

علامہ عبدالوہاب الشعرانی لکھتے ہیں کہ حضرت سفیان ثوریؒ اور امام اعظم ابوحنیفہؒ

سے آپ کی اکثر ملاقات رہتی تھی۔ ان کے علاوہ بایزید بسطامیؒ۔ امام مالکؒ۔ سفیان بن عیینہ ابن جریج اور امام شعبہ کے بھی آپ استاد تھے۔

اقوال

فرمایا: پانچ قسم کے لوگوں سے پرہیز کرو!

ایک جھوٹے آدمی سے کیونکہ ہمیشہ اس کے ساتھ غرور میں رہو گے۔

دوسرے بے وقوف سے کہ وہ ہرچند تیرا فائدہ چاہے گا لیکن تیرا نقصان کریگا۔

تیسرے بخیل سے کیونکہ وہ تیرا نہایت قیمتی وقت ضائع کرے گا

چوتھے بزدل آدمی سے کہ وہ بوقت ضرورت تجھ سے علیحدہ ہو جائے گا۔

اور پانچویں فاسق سے کہ وہ تجھ کو ایک لقمہ کے عوض فروخت کر دیگا اور لقمہ سے کم کا لالچ کرے گا۔

وفات مدینہ منورہ میں ۱۴۸ھ مطابق ۷۶۵ء میں ہوئی۔ جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ حضرت امام حسنؓ۔ حضرت امام زین العابدینؓ۔ حضرت امام محمد باقرؓ اور حضرت امام جعفر صادق ایک ہی قبہ میں دفن ہیں۔ منصور عباسی کا دورِ حکومت تھا۔ وصال بروز دوشنبہ پندرہ رجب کو فرمایا۔ عمر شریف آپ کی ایک روایت کے مطابق ۶۵ سال اور دوسری روایت کے مطابق ۶۸ سال ہوئی۔

آپ کے تین صاحبزادے تھے: (۱) حضرت امام موسیٰ کاظم

(۲) حضرت عبداللہ افطح (۳) حضرت اسماعیل

سنہری زمانہ

حضرت امام صاحبؓ کا زمانہ امامت تاریخ اسلام میں سنہری زمانہ کہلاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے ہی عہدِ حیات میں حضرت عمر بن عبدالعزیز نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر سب وشتم کئے جاتے کا سلسلہ بند کرایا۔ اسلام کا پرچم سرزمین اندلس

پر لہرایا گیا۔ تدوینِ حدیث کرائی گئی۔

فاتحِ سندھ (پاکستان) محمد بن قاسم بن محمد بن حضرت ابوبکر صدیق رض نے اس پاک سرزمین میں اسلام کا جھنڈا گاڑا، اور آپ کی ہی برکت سے دنیا کے مشرق اور مغرب میں ہوئے اسلام لہرایا گیا۔ سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی جو آپ کے خلفائے عظام میں سے تھے فرماتے ہیں کہ میں سرزمینِ عرب و عجم میں چار سو پیروں کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ اگر آپ کی خدمت تک نہ پہنچتا، تو مسلمان نہ ہوتا۔

امام موسیٰ کاظم رض

بقول علامہ الشعرانی آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۸ھ مطابق ۷۴۵ء میں ہوئی۔

اسم گرامی موسیٰ بن جعفر صادق، لقب کاظم اور کنیت ابو ابراہیم و ابو الحسن ہے۔ ولادت باسعادت بمقام ابوا ہوئی جو کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ایک قصبہ ہے جہاں حضرت آمنہ والدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک ہے۔ والدہ ماجدہ حمیدہ بربریہ ام ولد تھیں جن کو حضرت امام محمد باقر رض نے خرید کر امام محمد جعفر صادق رض کے سپرد کیا تھا۔ آں جناب انہیں کے بطن سے تولد ہوئے۔ آپ سیاہ فام تھے۔

نہایت پاکباز اور متقی بزرگ تھے۔ ساری عمر دینِ مصطفوی کی خدمت میں گزاری حالانکہ آپ دنیاوی لحاظ سے نہایت متمول تھے اور صاحب وجاہت تھے۔ مگر یہ دولت ہمیشہ غرباء اور مساکین کے کام آتی تھی۔ کثرت عفو و درگزر کرنے کے سبب "کاظم" لقب مشہور ہوا۔ آپ کے مناقب حیطۂ تحریر سے باہر ہیں۔ طریقت اور شریعت کے مشکل مسائل کا حل تمام علمائے عصر آپ سے ہی کرایا کرتے تھے۔ اپنے زمانہ کے تمام علماء، صلحاء، عرفا اور فقہا سے افضل ترین تھے۔ ریاضت اور مجاہدہ میں کوئی بھی آپ کے ہم پلہ نہ تھا تمام اہل عرب و عجم آپ کی قیادت اور امامت باعث سعادت خیال کرتے تھے۔

آپ کو مہدی عباسی خلیفہ نے عراق بلوایا اور پھر مدینہ طیبہ واپس بھیج دیا۔ چنانچہ آپ

ہارون رشید کے زمانہ تک یہیں رہے اور جب رشید مدینہ طیبہ میں آیا تو آپ کو ساتھ لیتا گیا اور بغداد میں مقید رکھا۔ یہاں تک کہ آپ نے جان شیریں جان آفریں کے سپرد بذریعہ زہر کی۔

لکھا ہے کہ اس سے قبل خلیفہ وقت نے کچھ لوگوں کو شمشیر وسناں دے کر آپ کے قتل کے لئے بھیجا۔ ان لوگوں نے آپ پر بار بار حملے کئے مگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔ پھر کچھ لوگوں کے مشورہ پر قلعی گھلا کر آپ کے حلق میں ڈالی گئی مگر وہ اس میں بھی کامیاب نہ ہو سکے۔

آپ کی متعدد ازواج تھیں جن سے ۲۵ بیٹے اور ۲۲ بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ دوسری جگہ تحریر ہے کہ ۲۱ صاحبزادے اور ۲۸ صاحبزادیاں تولد ہوئیں۔

مزار پر انوار بغداد شریف میں مقبرہ قریش میں ہے۔ ۱۸۳ھ مطابق ۸۰۳ء میں زہر کی وجہ سے شہید ہوئے۔ عمر مبارک ۵۴ سال یا ۵۵ سال ہوئی۔ لکھا ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید نے آپ کو قید خانہ میں ڈلوا دیا تھا۔

سیّد ابوالحسن علی بن امام موسیٰ رضا

اسم گرامی علیؓ بن موسیٰؓ بن جعفرؓ۔ لقب رضا اور کنیت ابوالحسن تھی۔ ولادت ۱۵۳ھ مطابق ۷۷۰ء عہد مہدی عباسی میں ہوئی۔ والدہ ماجدہ نجمہ ثمانہ ام ولد تھیں، جو کہ امام موسیٰ کاظمؓ کی والدہ محترمہ حضرت حمیدہ کی کنیز تھیں۔ حضرت امام موسیٰ علی رضا فرماتے ہیں کہ میرے والد گرامی نے اپنی کنیت مجھے عطا کر دی تھی۔ مگر آنجناب "رضا" کے لقب سے ہی دین و دنیا میں ممتاز و مشرف ہیں۔

آپ آٹھویں امام ہیں، اور اپنے جدامجد حضرت امام جعفرؓ صادق کے وصال سے پچاس سال بعد متولد ہوئے۔ جب آپ کی ولادت ہوئی تو آپ کے لب جنبش میں تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ اپنے رب سے راز و نیاز کی باتیں کر رہے ہیں۔

منقول ہے کہ ایک رات حضرت حمیدہ والدہ حضرت امام موسیٰ کاظم کو آنحضرت رسول

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ تو آنجناب نے ارشاد فرمایا کہ تحبمہ کو اپنے فرزند موسےٰ رضا کو سونپ دو اور عنقریب اس جوڑے سے ایک آفتاب طلوع ہوگا جس کی شعاعیں رہتی دنیا تک جگمگاتی رہیں گی۔ وہ لڑکا روئے زمین کی تمام مخلوق سے افضل ہوگا، اور واقعی یہ ایک حقیقت تھی۔ ۲۵ سال کی عمر میں آپ منصب امامت پر فائز ہوئے۔

لکھا ہے کہ خلیفہ مامون الرشید نے آپ کو بلا بھیجا۔ جب آپ تشریف لے گئے تو خلیفہ نے آپ کو انگور تناول فرمانے کے لیے پیش کئے۔ آپ نے اس میں سے خلیفہ کی ضد کی وجہ سے تناول فرمائے اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ مامون نے کہا: کہاں کا ارادہ ہے؟ فرمایا: جہاں جانے کا امر ہوا ہے۔ آپ سر پر کچھ اوڑھ کر چلے اور ایک سرائے میں قیام پذیر ہوئے اس سرائے میں آپ کے صاحبزادے امام تقی رضؓ مدینہ منورہ سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان سے معانقہ فرمایا، اور دونوں باپ اور فرزند ایک ہی بستر پر دراز ہو گئے، اور کچھ راز و نیاز کی باتیں کیں۔ اسی عالم میں آپ کا وصال ہو گیا۔

حضرت خواجہ معروفؒ کرخی جو تمام اکناف عالم کے مقتدیٰ ہیں۔ آپ کے ہی تربیت یافتہ اور پروردہ ہیں۔ ان کے علاوہ حضرت بایزید بسطامیؒ جو عارفوں کے سرتاج ہیں۔ آپ کے ہی فیوض و برکات سے فیضیاب ہوتے تھے

حضرت امام محمد تقی رضؓ الجواد آپ کے صاحبزادے تھے جو ۱۹۵ھ مطابق ۸۱۰ء میں بمقام مدینہ منورہ خیزران یا ریحانہ ام ولد سے متولد ہوئے۔ سفینۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ مامون الرشید نے اپنی دختر ام الفضل کا نکاح آپ سے کر دیا تھا۔ خلیفہ معتصم باللہ عباسی کے دور میں ۲۲۰ھ مطابق ۸۳۵ء میں بمقام بغداد شریف وصال فرمایا اور اپنے جد امجد حضرت امام موسیٰ کاظمؓ کے جوار میں مدفون ہوئے۔

وفات ۲۰۳ھ مطابق ۸۲۳ء میں عہد معتصم باللہ عباسی طوس کے قصبہ شاہ آباد میں ہوئی۔ مزار اقدس ہارون الرشید کے قبہ میں ہے جس کا محل وقوع سرائے مذکورہ تھا۔ آج کل اسے مشہد مقدس کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ بعض جگہ سن وفات ۲۲۵ھ مطابق

سنہ ۲۴۲ھ تحریر ہے ۔ ۴۹ سال کی عمر پائی ۔ ابن خلکان نے سالِ وصال سنہ ۲۰۲ھ مطابق سنہ ۸۱۷ء لکھا ہے ۔ فرزندان میں امام محمد تقی ؒ جعفر ۔ حسین ۔ علی ۔ حسن ہوئے ہیں ۔

روضۂ اقدس

حضرت امام کا روضہ مشہد مقدس (ایران) میں واقع ہے ۔ تاریخ کے مطابق آپ کا روضۂ اقدس تین دفعہ منہدم اور چار دفعہ از سرِ نو تعمیر کیا گیا ۔ سب سے پہلی عمارت وہ تھی جو عباسی خلیفہ مامون الرشید کے حکم کے مطابق حضرت امام کی حیات میں ہی قبۂ ہارونی کے نام سے معروف ہوئی ۔

دوسری دفعہ سلطان سبکتگین کے فرزند سلطان محمود غزنوی کے حکم سے تعمیر ہوئی ، اور تیسری دفعہ سنجر سلجوقی کے عہدِ حکومت میں قم کے حاکم شرف الدین طاہر نے صرفِ خاص سے تعمیر کرایا ۔ مزید براں عہد صفویہ میں شدید زلزلہ کے باعث جب دیواروں اور میناروں کو نقصان پہنچا تو شاہ سلیمان صفوی نے اسکی مرمت کرائی ۔ اس شہر میں کوئی مکان یا دکان کسی شخص کی ذاتی ملکیت نہیں ہے بلکہ اس شہر کا ہر باشندہ حضرت امام موسیٰ رضا کا کرایہ دار ہے جس کے لئے ایک وقف بورڈ قائم ہے ۔ جسکا سربراہ شہنشاہِ ایران ہوتا ہے ۔ یہ مقبرہ دنیا کے عجائبات میں شمار ہوتا ہے ۔ اور اربہا روپوں کا سونا اس پر لگا ہوا ہے ۔ نیز روضۂ عالیہ کا گنبد سنہری ہے ۔

شیخ حسن بصری رح

آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے چھ جلیل القدر خلفاء میں سے ایک تھے کنیت ابو سعید تھی ۔ پیشہ جوہر فروشی تھا ۔ اس وجہ سے آپ کو حسن لؤلائی بھی کہا جاتا تھا ۔ جلیل القدر تابعین میں سے تھے ۔ آپ نے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضؓ کے علاوہ ایک سو تیس صحابۂ کرام سے ملاقاتیں کی تھیں ، لکھا ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضؓ

کی کنیزوں میں سے تھیں۔ ولادت آپ کی ۲۱ھ میں ہوئی۔ ان کے والد بصرہ اور واسط کے درمیان ایک قصبہ میسان کے رہنے والے تھے جو قید ہو کر انصار کے غلام بنے۔ تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ آپ کی بیعت حضرت امام حسن علیہ السلام سے تھی۔ ہمیشہ ریاضت شاقہ اور مجاہدہ سخت میں مشغول رہا کرتے تھے۔ عموماً ایک ایک ہفتہ کا روزہ رکھتے تھے اور اس کے بعد افطار کیا کرتے تھے۔ تمام عمر سوائے عذر شرعی کے کبھی بے وضو نہ رہے صاحب کشف و کرامات مستجاب الدعوات۔ امام الوقت۔ علوم ظاہری و باطنی میں یکتا تھے۔ کئی حکمران اور انقلابات زمانہ دیکھے مگر اپنا طریقہ نہ بدلا۔

حضرت رابعہ بصریؒ آپ کے زمانہ میں ہوئی ہیں جو کہ اپنے زمانہ کے صلحا میں سے تھیں ۸۹ سال عمر پاک ہوئی اور بصرہ میں مدفون ہوئے۔ یہ خلافت ہشام بن عبدالملک بن مروان کا زمانہ تھا۔ مزار اقدس شہر بصرہ سے تین میل دور، حدود شہر سے باہر واقع ہے۔

فرماتے تھے کہ کوئی سرکش گھوڑا تیرے نفس سے زیادہ سخت لگام دینے کے قابل نہیں۔ آپ کے مریدین میں شیخ حبیب عجمی۔ خواجہ عبدالواحد بن زید اور عتبہ بن علام بہت ممتاز تھے۔

شیخ حبیب عجمیؒ

نام پاک حبیب تھا۔ پیدائش فارس میں ہوئی۔ کنیت ابو محمد تھی۔ آپ نے حضرت حسن بصریؒ سے بیعت کی تھی۔ بیشمار مشائخ سے آپ کی ملاقاتیں ثابت ہیں۔ شروع میں آپ لاکھوں روپے کا سودی کاروبار کرتے تھے، اور کوئی بھی غریب آدمی آپ کے ظلم و تعدّی سے محفوظ نہ تھا۔ مگر جب طبیعت میں تغیّر پیدا ہوا، تو ایک معمولی واقعہ نے ہی ان کی کایا پلٹ دی اور خود بخود حضرت خواجہ حسن بصری کے وعظ میں شامل ہوئے۔ دل پہ ایک چوٹ لگی اور واپس آکر تمام قرضداروں کے قرض معاف کر دیئے۔ حضرت خواجہ صاحب اکثر و بیشتر آپ کے پاس آیا کرتے تھے۔

آپ کے ملنے والوں میں آپ کے مرشد کے علاوہ حضرت امام احمدؒ بن حنبل۔ حضرت امام شافعیؒ وغیرہ شامل تھے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک کا بھی یہی زمانہ تھا۔

سنہ ۱۵۶ھ میں وصال فرمایا۔ اور بصرہ میں دفن ہوئے۔ بعض کے نزدیک آپ کا سالِ وفات ۹ رمضان سنہ ۱۳۰ھ روز شنبہ۔ عہدِ خلافت ہشام بن عبدالملک ہے۔

شیخ داؤد طائی

آپ کا شمار حضرت حبیب عجمی کے جلیل القدر خلفا میں ہوتا ہے۔ ابوسلیمان کنیت ہے۔ آپ کو حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں ہونے پر فخر تھا۔ مشائخِ متقدمین میں سے تھے۔ علوم ظاہری و باطنی میں باکمال تھے۔ علم فقہ میں آپ کو امام الفقہاء کے لقب سے ملقب کیا جاتا ہے۔ حضرت فضیل بن عیاضؒ۔ بشر حافی بسفیان ثوری۔ سلطان ابراہیم ادہم کی آپ سے اکثر و بیشتر ملاقاتیں رہا کرتی تھیں۔ اہلِ تصوف کے سرداروں میں سے تھے۔ اعلیٰ درجہ کے عالم تھے۔

حضرت معروف کرخیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوسلیمان داؤد بن نصر طائیؒ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔ حضرت داؤد طائیؒ بیس سال تک حضرت امام اعظم کے درس میں رہے سراج السالکین حضرت امام اعظمؒ اکثر آپ کے مکان پر آپ سے ملاقات کے لئے آیا کرتے تھے۔

آخری عمر میں گوشہ نشینی اختیار کی اور زہد و ورع کا طریق اختیار کیا۔ آپ کا وصال سنہ ۱۶۲ھ میں بغداد شریف میں ہوا۔ اور وہیں مدفون ہوئے ایک دوسری روایت میں آپ کی تاریخ وفات سنہ ۱۶۵ھ بیان کی جاتی ہے جو کہ خلیفہ المہدی بن منصور عباسی کا زمانہ تھا۔

ایک دفعہ خلیفہ ہارون الرشید عالم شہزادگی میں حضرت امام ابو یوسف کے ہمراہ آپ کے مکان پر آپ سے ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ مگر آپ نے اندر آنے کی اجازت نہ دی۔ بالآخر آپ کی والدہ ماجدہ کی سفارش پر دونوں حاضرِ خدمت ہوئے اور آپ کے ارشادات سے مستفید ہوئے۔

فرمایا کرتے تھے: جس میں مروت نہیں اس کا دین مکمل نہیں۔ نیز خلق سے بھاگنا ہی بہتر ہے۔

شیخ معروف کرخیؒ

اسم گرامی معروف اور کنیت ابو محفوظ تھی۔ والد ماجد کا نام فیروزان تھا۔ پہلے اپنے آبائی دین آتش پرستی پر قائم تھے۔ متقدمین مشائخ میں سے تھے اور حضرت شیخ سری سقطی کے استاد۔ کچھ مورخین نے لکھا ہے کہ آپ کے والد مولی تھے۔ حضرت مولانا نورالدین محمد عبدالرحمان جامی نقشبندی الاحراری نے آپ کو اپنی کتاب نفحات الانس میں بہترین الفاظ سے یاد کیا ہے۔

کرخ کی حکومت آپ کے نانا کے زیرنگین تھی۔ جو آتش پرست تھے۔ آپ نے حضرت علیؓ بن موسیٰ رضاؓ کے دست راست پر اسلام قبول فرمایا، اور پھر اپنے والدین کو بھی اسلام سے مشرف فرمایا۔ علامہ عبدالوہاب لکھتے ہیں کہ آپ حضرت امام علیؓ بن موسیٰ رضاؓ کے آزاد کئے ہوئے تھے۔ آپ حضرت داؤد طائی کی بھی صحبت میں رہے۔ آپ مستجاب الدعوات تھے اور عوام الناس آپ کا واسطہ دیکر بارانِ رحمت طلب کرتے تھے۔ پرہیزگاری اور فتوت میں مشہور تھے۔

آپ کو امام علی بن موسیٰ رضا کے یہاں دربانی کی خدمات سپرد تھیں۔ آپ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت داؤد طائیؒ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا کہ جو دنیا کو اسقدر حقیر اور بے قدر جانتا ہو۔ ابو اسحاق ابراہیم الصیاد البغدادیؒ نے آپ کی خدمت میں رہتے تھے۔ آپ نے علوم دینیہ کی تحصیل و تکمیل حضرت سیدنا امام اعظم نعمان بن ثابت ابو حنیفہؒ کوفی سے کی۔ بیعت ظاہری حضرت سیدنا حبیب عجمی سے بھی کی۔ جن کو شرفِ بیعت و خرقۂ خلافت حضرت سیدنا سلیمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ سے حاصل تھا۔ اسطرح آپ تبع تابعین کی مقرب صف میں شامل تھے۔ مدارج تفرید و تجرید میں آپ یکتائے عصر تھے۔

حضرت فریدالدین عطار لکھتے ہیں کہ شیعوں نے آپ کی اکیس روز تک حضرت امام رضاؓ کے دروازہ پر مزاحمت کی اور آپ کے پہلو کو توڑ ڈالا۔ جس سے آپ بیمار ہو گئے۔ آپ نے سوائے خدمت حضرت علیؓ بن موسیٰ رضا کے باقی تمام اشغال سے ہاتھ اٹھا لیا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ جوانمردی کی تین علامات ہیں :

۱۔ خلاف ورزی کے بغیر وعدہ ایفا کرنا۔

۲۔ خواہش انعام اور لالچ کے بغیر مستحق کی تعریف کرنا۔

۳۔ کسی محتاج کی مانگنے بغیر مدد کرنا۔

آپ کا فرمان ہے کہ صوفی اس دنیا میں مہمان ہے۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالےٰ سے ڈرتے رہو کہ وہ تم کو سوائے مسکینی کے اور کسی لباس میں نہ دیکھے۔ آپ عبادات و ریاضات اور مجاہدات میں ثانی نہیں رکھتے تھے۔ نیز کشف و کرامات و خوارق عادات آپ کی بے حد و بے پایاں ہیں۔

وفات بغداد شریف میں سنہ ۲۰۰ھ یا سنہ ۲۰۶ھ میں پائی جو کہ معتصم عباسی کا زمانہ تھا۔ مزار پُرانوار بغداد شریف میں مرجع خاص وعام ہے۔ لکھا ہے کہ جب وفات کا زمانہ قریب آیا تو ایک روز آپ حضرت امام موسیٰ رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خانقاہِ فلک پناہ پر حاضر ہوئے۔ اندر جانا چاہا تو دربانوں نے ٹوکا، اور جب آپ نے اصرار فرمایا، تو دربانوں نے آپ کو اس قدر شدید ضربات پہنچائیں کہ آپ کی پسلیاں ٹوٹ گئیں جس کی وجہ سے آپ جانبر نہ ہو سکے۔ چونکہ یہودی و نصاریٰ اور مسلمان سب آپ کو اپنا مقتدا اور رہنما تسلیم کرتے تھے اس لئے سب نے دعویٰ کیا کہ جنازہ ان کو ملنا چاہیئے۔ اس موقع پر شیخ کے خدام تشریف لائے۔ اور انہوں نے کہا کہ شیخ موصوف نے فرمایا تھا کہ میرے جنازہ پر تنازعہ ہوگا۔ اس لئے جو جماعت میرے جنازہ کو اٹھا لے گی۔ اس طریق پر تدفین ہو۔ چنانچہ یہود و نصاریٰ اپنے مشن میں ناکام رہے اور مسلمانوں نے اٹھا لیا۔ چنانچہ آپ کی تدفین اسلامی طریق پر ہوئی۔

شیخ سری سقطیؒ

کنیت ابوالحسین تھی۔ تبع تابعین میں سے تھے۔ تمام بغداد اور بالخصوص حضرت جنیدؒ بغدادی کے استاد تھے۔

حضرت فریدالدین عطار تحریر فرماتے ہیں کہ آپ حضرت جنید بغدادی کے ماموں تھے۔ اور حضرت معروف کرخی کے مریدانِ باصفا میں سے تھے۔ عارف باللہ اور تعلقاتِ دنیا سے متنفر تھے۔ بغداد شریف میں دکان کیا کرتے تھے اور دکان میں ہی ہزار رکعت نفل ادا فرمایا کرتے تھے۔ نہایت فاضل متجر اور صاحبِ تصرف شیخ تھے۔

مشائخِ عراق میں سے بے شمار بزرگ آپ کے مُرید تھے۔ آپ نے حضرت حبیب راعی کو دیکھا اور ان کی صحبت سے مستفید ہوئے۔ بغداد میں کباڑی کی دکان کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ اس بازار میں آگ لگ گئی۔ تو آپ کی دکان بھی جل گئی لوگوں نے آپ سے یہ صورتِ حال بیان کی۔ تو آپ نے فرمایا۔ "چلو دکان کی فکر سے آزاد ہوا۔ مگر جب لوگوں نے دوبارہ جاکر دیکھا تو دکان صحیح سلامت تھی اور گرد و نواح کی تمام دوکانیں جل کر خاک سیاہ ہوگئی تھیں۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا اور سب کچھ حاجت مندوں اور مسکینوں میں تقسیم کر دیا۔

حارث محاسبیؒ۔ بشر حافیؒ۔ ابوحمزہ بغدادی اور احمدؒ بن عاصم انطاکی آپ کے ہمعصر رہے۔ حضرت علی بن عبدالحمید غضائری بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور یہی حالت شیخ ابوجعفرؒ سماک کی تھی۔ ابوسعیدؒ خراز بھی ان کی صحبت سے مستفید ہوا کرتے تھے۔ ابوالحسن نوریؒ نے بھی آپ سے اکتساب فیض کیا ہے۔ حضرت خیر نسّاج نے آپ سے کئی سوالات کئے تھے۔ ابونصر سراج مصنف کتاب اللمع نے آپ کی زیارت کی ہے۔

آپ اہلِ تصوف کے امام تھے اور حلم و حیا کے پہاڑ اور مروت و شفقت کے خزانہ تھے آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے بغداد شریف میں توحید پر سب سے پہلے گفتگو کی۔

حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ میں نے سری سقطی سے زیادہ کسی کو عابد نہیں دیکھا

جب آپ نزع کے عالم میں تھے تو آپ نے حضرت جنیدؒ سے فرمایا کہ بُروں کی صحبت سے بچو اور نیکوں کی صحبت میں بھی خدا کی یاد سے غافل نہ ہونا۔ پھر آپ مزید فرماتے ہیں کہ ایک دن میں آپ کے گھر گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ گھر میں جھاڑو دے رہے ہیں اور یہ شعر پڑھ رہے ہیں کہ نہ مجھے دن میں چین ہے اور نہ ہی رات کو، مگر اب مجھے کوئی پرواہ نہیں چاہے راتیں لمبی ہوں یا چھوٹی۔

اقوال :

آپ کا فرمان ہے کہ گناہوں کا ترک کرنا تین وجوہات سے ہے : ایک دوزخ کے خوف سے دوسرے بہشت کی رغبت سے اور تیسرے اللہ پاک سے شرم کی وجہ سے۔ پھر فرمایا : کوئی بندہ کامل نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ دین اسلام کو اپنی نفسانی خواہشات پر ترجیح نہ دے۔

فرمایا : زاہد کا عیش اچھا نہیں۔ کیونکہ وہ اپنے میں مشغول ہوتا ہے، اور عارف کا عیش اچھا ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنے سے علیحدگی اختیار کرتا ہے۔ ایک دفعہ فرمایا : جو لوگوں سے زیادہ میل ملاقات رکھتا ہے۔ وہ صدق وصفا سے دور رہتا ہے۔

آپ کی وفات حسرت آیات ۲۵۰ھ مطابق ۸۶۴ء میں بغداد شریف میں ہوئی۔ اور علامہ الشعرانی کے مطابق مزار اقدس شونیزیہ میں مرجع خلائق ہے اور بہت بڑی زیارت گاہ ہے۔ مہدی عباسی ان دنوں خلیفہ بغداد تھا۔ وفات کے وقت سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی موجود تھے، جنہوں نے آپ سے وصیت کی خواہش کی۔ آپ نے فرمایا۔ خلقت کی صحبت کی وجہ سے حق تعالیٰ سے غفلت اختیار نہ کرنا، اور اسی وقت وفات پا گئے :

ابوالقاسم شیخ جنید بغدادیؒ

کنیت ابوالقاسم القاب سید الطائفہ، طاؤس العلماء - زجاج - قواریری اور فزازقی -
آپ کے والد گرامی شیشے بیچتے تھے، اس لئے قواریری کہلاتے تھے - اصل میں نہاوند کے رہنے والے تھے مگر مولد عراق میں بمقام بغداد ہے - بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ حضرت سفیان ثوریؒ کا مذہب رکھتے تھے - صوفیوں کے امام و سردار تھے - والد ماجد کا نام محمد بن جنید تھا - حضرت سری سقطیؒ کے رشتہ میں بھانجے تھے اور اپنے دور کے سید السادات تھے - حضرت جنیدؒ چونکہ خام مال کے سوداگر تھے، اس لئے فزاز کے نام سے پکارے جاتے تھے۔

خواجہ فریدالدین عطار فرماتے ہیں کہ آپ کو سلطان المحققین، طاؤس العلماء، عبدالمشائخ لسان القوم، امام ائمہ جہان، شیخ الشیوخ عالم کے نام سے پکارا جاتا تھا - اکابر مشائخ کی نظر میں آپ حقائق و اسرار کا بحر بے کراں تھے - ایک دن لوگوں نے آپ کے مرشد رقیت حضرت سری سقطیؒ سے پوچھا کہ کیا کسی مرید کا پیر سے بلند مرتبہ ہوتا ہے، تو انہوں نے فرمایا، ہاں! جنید بغدادی کا،

علامہ الشعرانی لکھتے ہیں کہ آپ نے حضرت سری سقطیؒ، حارث محاسبیؒ اور محمد بن علی قصاب کی صحبتیں پائیں - حضرت رویمؒ - ابوالحسن شبلیؒ - فزازؒ اور شبلیؒ وغیرہم اولیاء و صوفیہ کے سلسلے آپ کی ذات سے منسوب تھے - جن مشائخ کی نسبت آپ سے تھی، ان کو جنیدیہ کہا جاتا ہے - ابو یعقوب اقطعؒ آپ کے کاتب اور ایلچی تھے - جن کے ذمہ خط و کتابت تھی - آپ اس قدر عبادت گزار تھے کہ پورے تیس سال تک ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر ذکر حق میں مشغول رہتے یہاں تک کہ نماز فجر کا وقت آجاتا، اور عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا فرماتے۔

آپ کے ہمعصر مشائخ میں حضرت ابوحمزہ خراسانی - ابوحمزہ بغدادیؒ - بشر حافیؒ - حمادؒ

قرشی بغدادی۔ غیلان سمرقندی۔ ابو احمد قلانس۔ ابو یعقوب زیار۔ ثابت خباز۔ ابو الحسن نوری۔ محمد بن علی قصاب۔ ابو جعفر بن الکربتی۔ زیاد کبیر ہمدانی۔ ممشاد علو دینوری۔ رویم بن احمد علی بن سہل بن الاظہر اصفہانی۔ ابو یعقوب نہر جوری۔ ابو یعقوب مزابلی بغدادی۔ حضرت خیر النساج بغدادی۔ ابراہیم خواص۔ ابراہیم بن ثابت۔ ابو محمد جریری۔ ابو العباس سریج۔ ابو جعفر صیدلانی وغیرہ بہت ممتاز تھے۔

خلیفہ بغداد نے ایک دفعہ حضرت رویم بن احمد بن یزید بن رویم سے کہا کہ اے بے ادب انہوں نے فرمایا کہ میں کس طرح بے ادب ہوں حالانکہ میں نے آدھا دن حضرت جنید بغدادی کی صحبت میں گزارا ہے۔ آپ نے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں کہ لوگوں کو وعظ ونصیحت کیا کر۔ چنانچہ میں نے پھر مجلس میں وعظ کہنا شروع کیا۔ ابوبکر کسائی دینوری سے آپ کی بہت خط وکتابت تھی۔ انھوں نے آپ سے ایک ہزار مسئلہ دریافت کیا جس کا آپ نے تحریری طور پر جواب دیا تھا۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سماع و وجد سے محترز تھے اور ظاہر و باطن میں کبھی خلاف شریعت فعل آپ سے ظہور میں نہیں آیا۔

اقوال

فرمایا: میں دو سو پیروں کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان میں سے صرف ساٹھ اقتدار کے قابل تھے۔ پھر فرمایا: اس راستہ میں وہ شخص قدم رکھے، جو کتاب اللہ کو سیدھے ہاتھ سے تھامے اور سنت مصطفوی کو دوسرے ہاتھ سے، اور ان دونوں شمعوں کی روشنی میں چلے تاکہ کہیں شکوک وشبہات کے عمیق غار میں نہ جا گرے اور نہ ہی بدعت کی تاریکی میں گم ہو جاتے۔ پھر فرمایا، فروع و اصول و بلاکشی میں ہمارے پیر و مرشد حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ہیں۔ خدائے ایزد متعال نے انہیں علم وحکمت بے انتہا عنایت فرمائی تھی۔

فرمایا: صوفی وہ ہے جس کا دل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مانند دنیا کی محبت سے پاک ہو تسلیم حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ کی طرح ہو۔ اندوہ وغم حضرت داؤد علیہ السلام اور

صبر ایوب علیہ السلام کی طرح اور مناجات و اخلاص رسالتمآب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مانند ہو۔

۹۱۰ء میں بغداد شریف میں وفات پائی، اور مقبرہ عوام و خواص کے لئے زیارت گاہ ہے۔ قاہر باللہ عباسی ان دنوں خلیفۂ بغداد تھا۔ جب آپ کا جنازہ اٹھایا گیا تو ایک کبوتر سفید رنگ کا آیا، اور جنازہ کے ایک کونہ میں بیٹھ گیا۔ لوگوں نے اسکو اڑانے کی کوشش کی لیکن وہ نہ اُڑا، اور کہا کہ مجھے اور اپنے آپ کو رنج نہ دو کیونکہ میرے عشق کی جڑیں کافی مضبوط ہیں۔

وصال کے وقت زبان مبارک پر تسبیح و تہلیل جاری تھی۔ چار انگلیاں بندھی ہوئی تھیں، اور انگشتِ شہادت کھلی تھی۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی۔ آنکھیں بند کیں اور مولائے حقیقی سے جا ملے۔ غسّال نے غسل دیتے وقت کوشش کی کہ آنکھوں کے اندر پانی نہ جائے، آواز آئی کہ ہمارے رفیق کی آنکھوں سے اپنے ہاتھ علیحدہ رکھو۔ "جو آنکھ ہمارا نام لے کر بند ہو، وہ صرف ہمارے لئے ہی کھل سکتی ہے۔" پھر چاہا کہ انگلیاں کھول کر سیدھی کی جائیں۔ دوبارہ آواز آئی کہ "جو انگلیاں ہمارا نام لے کر بند ہوں وہ ہمارے حکم سے ہی کھل سکتی ہیں۔"

بغداد شریف میں موجودہ ریلوے سٹیشن اور ہوائی اڈے کے قرب و جوار میں ایک وسیع و عریض قبرستان ہے۔ جس میں لاکھوں غوث۔ قطب۔ ابدال اور اوتار مدفون ہیں۔ ایک روایت ہے کہ اس قبرستان میں تقریباً دو لاکھ اولیاء اللہ دفن ہیں۔ اس عظیم الشان قبرستان میں حضرت جنید بغدادی کا مقبرہ مقدس ہے۔

آپ کے مزار کے علاوہ اس قبرستان میں حضرت ابراہیم خواصؒ۔ حضرت معروف کرخیؒ حضرت سری سقطیؒ۔ حضرت بہلولؒ دانا۔ منصورؒ حلاج اور مشہور و معروف عباسی ملکہ زبیدہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے مقابر و مزارات واقع ہیں۔

شیخ ابوبکر شبلی

کنیت ابوبکر اور نام نامی جعفر بن یونس تھا۔ اور سلسلہ عالیہ میں بیعت حضرت جنید رحؒ بغدادی سے تھے۔ مصنف تذکرۃ الاولیاء لکھتے ہیں کہ آپ کی ولادت بغداد شریف میں ہوئی۔ اصل میں آپ خراسان کے تھے۔ مگر بغداد میں ولادت ہوئی اور وہاں ہی نشوونما پائی۔ ایک دوسری جگہ تحریر ہے کہ آپ کی پیدائش سامرہ میں ہوئی۔ صاحب نفحات الانس نے لکھا ہے کہ آپ مصر کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد خلیفہ کے دربان تھے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ آپ کی اصل سروشینہ ہے جو فرغانہ کے مضافات سے ہے۔ چونکہ آپ نے شبلہ میں پرورش پائی اس لئے شبلی کہلائے۔ یہ گاؤں سمرقند سے آگے شہر سروشنہ کے نواح میں واقع ہے۔ کئی مؤرخین نے آپ کو مصری لکھا ہے اور بعض نے ترکی النسل بتایا ہے۔

تیس سال تک آپ فقہ و حدیث پڑھتے رہے۔ ریاضات و مجاہدات میں بے مثال تھے۔ ابتدا میں آپ خلیفہ کے دربانوں کے سردار تھے۔ حضرت خیر نساج بغدادی کی مجلس میں آپ نے توبہ کی تھی۔ انہوں نے آپ کو حضرت جنید رحؒ کی خدمت میں بھیج دیا تھا۔ جن کے شاگرد بنے۔

بہترین فقیہہ، عالم اور واعظ تھے۔ مذہب مالکی پر عمل کرتے تھے۔ موطأ امام مالک رحؒ حفظ تھی۔ حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ ابوبکر شبلی رحؒ کو اس آنکھ سے مت دیکھو کہ جس سے تم ایک دوسرے کو دیکھتے ہو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی آنکھوں میں سے ایک آنکھ ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ ہر قوم کا ایک تاج ہوتا ہے اور اس قوم کا تاج ابوبکر شبلی ہے۔ آپ بائیس برس شفاخانے میں رہے۔ آپ علوم طریقت میں یگانہ و یکتا تھے۔ بظاہر آپ بہت گرم مزاج اور پُر جوش انسان تھے۔

دنیاوی تعلیم سے فراغت کے بعد آپ نے شاہی ملازمت اختیار کی اور آپ کو نہاوند کا گورنر مقرر کر دیا گیا۔ اسی زمانہ میں عباسی خلیفہ المعتضد باللہ کے جشن میں شرکت کی غرض سے بغداد گئے۔ جشن کی تقریبات نہایت جوش و خروش سے شروع

تھیں کہ ایک گورنر کو چھینک آگئی اور ناک سے رطوبت بہنے لگی۔ اتفاقاً اس کے پاس کوئی رومال نہ تھا۔ چنانچہ گورنر نے ہاتھ سے ناک صاف کر لی۔ خلیفہ نے یہ حرکت دیکھ لی۔ اور اس کو گورنر کے عہدہ سے معزول کر دیا، اور بے آبرو کر کے دربار سے نکال دیا۔ شبلیؒ نے اس سے سبق حاصل کیا، اور سوچا کہ اس شخص نے شاہی آداب کو ملحوظ نہ رکھا اس لئے اس کی گورنری چھن گئی تو جو شخص اپنے احکم الحاکمین کا احترام نہ کرے، اس کا انجام کیا ہوگا چنانچہ آپ نے گورنری کو لات مار کر فقیری اختیار کر لی۔

حضرت خیر نساجؒ اور جنید بغدادیؒ سے آپ کی صحبتیں تھیں اور حضرت سید الطائفہؒ سے بیعت تھے اور خرقہ بھی حاصل کیا تھا۔ بے شمار بزرگانِ دین سے فیوض و برکات حاصل کئے، جن میں ابوبکر صیدلانی۔ ابوبکرؒ بن طاہر الابہری۔ محمد بن احمد بن حمدون فرا وغیرہ شامل ہیں۔

ابوعبداللہ عابادانی نے بھی آپ سے کسبِ فیض کیا۔ حسین بن منصور حلاج بھی آپ کے ملنے والوں میں سے تھے۔ ابوالحسن صوفی سے آپ کی مسائل میں باتیں ہوتی رہتی تھیں۔

ایک صوفی کہتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ کی مسجد میں ایک دفعہ شیخ ابوبکر شبلی کے حلقہ میں کھڑا ہوا تھا کہ ایک سوالی وہاں آیا جو کہتا تھا: اے اللہ! اے سخی! شبلیؒ نے ایک آہ کی، اور کہا کہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ میں خدا کی توصیف بخشش کے ساتھ کروں، حالانکہ ایک مخلوق دوسری مخلوق کی توصیف کرتی ہے۔

ایک دفعہ بھیگی ہوئی لکڑیاں آپ کے سامنے جلائی جا رہی تھیں جو ایک طرف سے جل رہی تھیں اور انکی دوسری طرف سے پانی نکل رہا تھا۔ آپ نے حاضرینِ مجلس سے کہا کہ اگر یہ بات سچ ہے کہ تمھارے قلوب میں شوق کی آگ جل رہی ہے تو تمہاری آنکھوں سے آنسو کیوں رواں نہیں ہوتے؟

عمر مبارک ۸۸ سال کی ہوئی۔ الطبقات الکبریٰ کے مصنف نے لکھا ہے کہ آپ کی قبر پر "جعفر بن یونس" لکھا ہے۔ ۳۳۴ھ میں بغداد شریف میں وفات پائی، اور مقبرہ خیزران میں دفن ہوئے۔ یہ زمانہ طائع عباسی کا تھا۔ عمر ۸۰ سال ہوئی۔

جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو دونوں آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا۔ آپ نے خاک طلب کی اور اپنے سرِ اقدس پر ڈالنے لگے اور اسقدر بے قراری پیدا ہوئی کہ جس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ حاضرین نے پوچھا کہ یہ اضطراب کیسا؟ فرمایا: مجھے ابلیس لعین پر رشک آتا ہے اور غیرت کی آگ مجھے جلا رہی ہے۔ پھر فرمایا: مجھے وضو کراؤ۔ چنانچہ وضو کیا اور جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔

ابوالفضل عبدالواحد التمیمیؒ

اسم گرامی عبدالواحدؒ۔ کنیت ابوالفضل تھی۔ والد ماجد کا اسم گرامی عبدالعزیز بن حرث بن اسد تھا۔ حضرت شیخ ابوبکر شبلی سے خلافت حاصل فرمائی اور انہی کے مُرید باصفا تھے۔ حنفی المذہب تھے۔ نسباً عرب کے مشہور و معروف قبیلہ بنوتمیم سے تھے۔ آپ کے والد گرامی اور پیر حضرت شیخ ابوالقاسم ابراہیم نصر آبادی حضرت ابوبکر شبلی کے صحبت یافتہ تھے۔ پہلے شیخ خراسان حضرت شیخ ابوالقاسم سے اکتسابِ فیض کیا، بعد ازاں حضرت شبلی سے منسلک ہو گئے اور سرفرازِ خلافت ہو کر شبلی کی مسندِ ارشاد کی زینت بنے۔

حضرت عبدالواحد تمیمیؒ کا مذہب اہلسنت والجماعت تھا۔ مسلک جنیدیہ تھا۔ پیر و مُرشد حضرت ابوبکر شبلی کے وصال پر مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے اور اپنے مرشد کے نام کو بلند و بالا کرنے کے لئے شریعت و طریقت کی ترویج میں نمایاں کردار ادا کیا۔ بیشمار خلقت نے راہِ ہدایت پائی۔ حرمین الشریفین کے کئی سفر کیے اور بیشتر بلاد عرب و عجم کی سیاحت کی۔ سالکِ طریقت اور خادمِ شریعت تھے۔ عمر کا زیادہ عرصہ بغداد شریف میں ہی بسر کیا۔

وفات ۴۲۵ھ مطابق ۱۰۳۳ء عہدِ مقتدی عباسی خلیفہ بغداد میں ہوئی۔ مزارِ پُر انوار حضرت امام احمد بن حنبل کے مقبرہ میں واقع ہے۔

شیخ ابوالفرح طرطوسی

آپ طرطوس کے باشندے تھے اور خلافت حضرت شیخ عبدالواحد تمیمیؒ سے حاصل فرمائی تھی۔ اسم گرامی یوسف۔ ابوالفرح کنیت تھی۔

اپنے عہد کے قطب وقت اور جامع الکمالات شیخ گزرے ہیں۔ متوکل اس قدر تھے کہ دنیا کی طرف رغبت کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ مقامات آپ کے بلند اور کرامات بے شمار تھیں۔ تجرید و تفرید میں یگانہ روزگار تھے۔ پیرو مرشد کی خدمت اقدس میں کافی عرصہ گزارا۔ آپ سلطان العارفین، سرگروہ صوفیہ۔ محرم اسرار خفی و جلی۔ جامع العلوم اور شیخ طریقت تھے۔ وفات ۴۴۷ھ مطابق ۱۰۵۵ء عہد مقتدی عباسی میں بمقام طرطوس ہوئی اور وہیں مدفون ہوئے۔

ابوالحسن علیؒ بن محمد قریشی ہنکاری

اسم گرامی علی بن محمد بن جعفر القرشی الہنکاری ہے اور لقب ابوالحسن اور بیعت آپ نے حضرت شیخ ابوالفرح طرطوسی کے دست اقدس پر کی۔ آپ حضرت ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب کی اولاد سے تھے۔ پیدائش آپ کی ۴۰۹ھ کی ہے۔ بلادِ موصل کے قرب میں اقامت تھی۔ جو کہ کردوں کا علاقہ ہے، اوائل میں اپنے والد گرامی حضرت شیخ محمد بن شیخ یوسف بن شیخ محمد و شیخ جعفر، بن شیخ عمر بن عبدالوہاب بن ابی سفیانؓ بن حارث سے علوم متداولہ حاصل کئے اور بعد ازاں خرقہ خلافت شیخ ابوالفرح طرطوسی سے پہنا۔ تاریخ ابن خلکان میں تحریر ہے کہ آپ عتبہ بن ابوسفیان صخر بن حرب بن امیہ کی اولاد سے ہیں۔ ہنکار کا قصبہ موصل کے قرب وجوار میں واقع ہے۔

نہایت صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔ صائم الدہر اور قائم اللیل تھے اور تین روز کے بعد کھانا تناول فرمایا کرتے تھے اور دو قرآن مجید ہر روز ختم فرمایا کرتے تھے۔ آپ رات دن عبادت کرتے تھے۔ مجاہدات و ریاضات شاقہ کی عادت تھی۔ بے شمار بلاد کا سفر

کی۔ روم و شام اور حرمین شریفین تک پہنچے اور بیشمار علماء و مشائخ اور محدثین سے ملاقاتیں کیں اور ان سے احادیث حفظ کیں اور ایک عرصہ کے بعد اپنے وطن مالوف کو واپس ہوئے چنانچہ اہل قریہ آپ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ اس لیے آپ نے بہت شہرت و ناموری پائی۔ بعض اکابر نے تو آپ کو شیخ الاسلام کا خطاب دیا۔ مگر آپ نے فرمایا کہ میں شیخ الاسلام ہوں۔ آپ کی اولاد بہت زمور ہوئی۔ ان میں اکثر سے شاہان زمانہ نے تقرب حاصل کیا، اور بلند مراتب لیے اور امیر کبیر ہوئے۔ بیشمار طالبان حق نے آپ سے فیوض و برکات حاصل کئے آپ عالم و عامل اور عارف و کامل بزرگ تھے۔

آپ کی اولاد میں سے شیخ ابو طاہرؒ بہت معروف ہیں۔

وفات ۴۸۶ھ مطابق ۱۰۹۳ء بعہد مستظہر عباسی ہوئی۔ مزار پرانوار بغداد شریف میں ہے۔

ابوسعید مبارک مخزومیؒ

اسم گرامی مبارک بن علی بن حسین المخزومی ہے۔ حضرت شیخ ابوالحسن ہنکاری سے بیعت تھے محبوب سبحانی۔ قطب ربانی۔ شیر یزدانی حضرت سید شیخ عبدالقادر جیلانی نے آپ سے خرقہ خلافت حاصل فرمایا تھا۔ آپ سلطان الاولیاء اور برہان الاصفیاء تھے۔ علوم ظاہری و باطنی میں یگانۂ روزگار تھے۔ حضرت شیخ ابوسعید مبارک مخزومی جو غوث صمدانی قطب ربانی محبوب سبحانی محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی کے پیر طریقت تھے۔ اٹھارہ برس حضرت شیخ الشیوخ ابوالحسن علی ہاشمی ہنکاری کی خدمت میں مجاہدات و ریاضات میں مصروف رہے اور مرشد کے ساتھ ہر وقت رہے۔ اور خدمت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی بلکہ سیر و سیاحت مقامات مقدسہ میں فرقت گوارا نہ فرماتے تھے۔ آپ اپنے دور کے قطب وقت اور کاملین میں سے تھے۔ سفینۃ الاولیاء میں آپ کی کنیت ابو یوسف تحریر ہے مگر دوسری تمام کتب میں ابوسعید ہی تحریر ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام سے آپ کی اکثر ملاقاتیں رہا کرتی تھیں۔ مذہب آپ کا حضرت امام احمدؒ بن حنبل کا تھا اور مرید و خلیفہ حضرت شیخ ابوالحسنؒ قرشی ہنکاری کے تھے۔ جن

دنوں سید عبدالقادر جیلانی اپنے وطن سے بغداد شریف پہنچے تو آپ سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے پوچھا کہ تمھارا کیا حال ہے؟ حضرت شاہ جیلانیؒ نے فرمایا: کہ نفس میں اضطراب برپا ہے۔ مگر رُوح مشاہدۂ حق میں مشغول ہے۔ شیخ موصوف نے آپ کو اپنے گھر جانے کی دعوت دی۔ چنانچہ آپ تشریف لے گئے۔ بعض جگہ تحریر ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت غوث الاعظمؒ کو باصرار آپ کے گھر پہنچایا۔ شیخ مذکور نے آنجناب کو اپنے دست حق پرست سے لقمہ لقمہ کچھ کھلایا، اور آپ کو اپنا خرقہ پہنایا اور اپنا مدرسہ آپ کے سپرد کر دیا۔ یہ مدرسہ باب الازج میں واقع ہے اور یہ وہی جگہ ہے جہاں حضرت شاہ جیلانؒ کا روضۂ پُرانوار ہے۔ آپ ایک عرصہ تک نہایت خاموشی سے حضرت مبارک مخزومی کے مدرسہ میں تعلیم و تربیت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ اسی جگہ حضرت غوث الاعظمؒ کو رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ، خواب میں آئے۔ جنہوں نے فرمایا: کہ آپ وعظ بھی فرمایا کریں۔ چنانچہ آپ نے یہ سلسلہ شروع کر دیا۔

آپ کے پیر طریقت حضرت ابوسعید مبارک مخزومی آپ سے نہایت محبت و شفقت سے پیش آیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے:

> "اے عبدالقادر! وہ زمانہ بہت قریب ہے جب کہ تیرا آستانہ مرجع عوام و خواص ہوگا اور تو دینِ محمدی کا زندہ کرنے والا اور لوگوں کا فیض رساں ہوگا۔"

قلائد الجواہر میں لکھا ہے کہ شیخ مبارک مخزومی فرماتے ہیں کہ ایک دوسرے سے تبرک حاصل کرنے کے لئے میں نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کو اور انہوں نے مجھے خرقہ پہنایا تھا۔

وفات ۵۱۷ھ مطابق ۱۱۲۳ء عہد راشد یا عہد عباسی میں ہوئی جہاں پر آپ کا مقبرہ ہے۔ پہلے یہاں آپ کا مدرسہ قائم تھا۔ مدرسہ باب الازج کی عمارت جو غوث الثقلین کے دربار عالی وقار میں ہے، آپ کی ہی تعمیر کروائی ہوئی ہے۔

محبوبِ سُبحانی غوثِ صمدانی
حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی قادری رح بغدادی

مقدّس خاندان

آج سے تقریباً ساڑھے نوسو سال قبل کچھ حسنی سادات ملکِ ایران کے ایک قصبہ گیلان میں آئے اور بقول مصنف معجم البلدان اس کے نواح کی ایک آبادی بشتیر میں قیام فرما ہوئے۔ اس خاندان کے سربراہ حضرتِ ابوصالح موسیٰ جنگی دوست تھے جو حضرت امام حسن رض کی گیارھویں پُشت میں سے تھے اور حضرت عبداللہ محض کی اولاد سے تھے۔ ان کو محض، اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان کے والد بزرگوار حضرت حسن مثنیٰ رض ابن امام حسن رض سیدہ فاطمۃ الزہرا رض کے پوتے اور ان کی والدہ فاطمہ صغریٰ بنت امام حسین رض سیدہ فاطمۃ الزہرا کی پوتی تھیں۔ یہی وجہ تھی۔ کہ یہ عبداللہ رض محض اپنے والد اور والدہ دونوں کی طرف سے فاطمی محض تھے۔

آپ کے والد بزرگوار نہایت نیک نفس بزرگ تھے۔ ریاضت اور مجاہدہ میں خاص شہرت کے مالک تھے۔ نام نامی ابوصالح موسیٰ جنگی دوست تھا۔ ان کو جہاد سے بہت الفت تھی۔ اس لئے جنگی دوست کہلاتے تھے۔ غازیوں اور مجاہدین کی امداد ان کا شعار تھا وفات ۴۸۹ھ مطابق ۱۰۹۶ء میں ہوئی اور جیلان میں دفن ہوئے۔ آپ علم و عرفان اور رشد و ہدایت کے نیرِ اعظم تھے۔ حضرت سید عبدالقادر رح نے ابھی ہوش بھی نہ سنبھالا تھا کہ والد ماجد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا

آپ کے نانا سید عبداللہ صومعی جیلان کے شیخ اور رئیس تھے۔ نہایت منکسر المزاج، اور صاحب کرامت ولی تھے۔ جیلان میں ان کے باغات بھی تھے۔ ان کا گھرانا اپنے وقت کا سراج منیر تھا آپ کی کوئی اولاد نرینہ نہ تھی۔ اس لئے انھوں نے اپنا دستِ شفقت یتیم نواسے کے لئے وقف کر دیا۔ مولانا عبدالرحمٰن جامی لکھتے ہیں کہ اگر کسی پہ ناراض ہوجاتے تو اللہ تعالیٰ آپ کی طرف سے بہت جلد انتقام لے لیتا۔

آپ کی پھوپھی کا اسم گرامی سیدہ عائشہ تھا اور ام محمد کنیت تھی۔ نہایت پارسا، اور عابدہ خاتون تھیں۔ جیلان میں ہی وفات پائی۔ جب شہر میں بارش نہ ہوتی یا قحط سالی آجاتی تو لوگ آپ کی ہی طرف رجوع کرتے تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی سیدہ ام الخیر امۃ الجبار فاطمہ بنت سید عبداللہ صومعی تھا۔ نہایت پارسا۔ عبادت گزار اور زاہدہ تھیں۔ آپ کا شمار عارفات ربانی میں ہوتا تھا۔

آپ کے ایک بھائی بھی تھے جن کا نام نامی سید ابو احمد عبداللہ تھا۔ عمر میں آپ سے چھوٹے تھے۔ علم و تقویٰ کے مجسمہ تھے اور عین عنفوانِ شباب میں رحلت فرما گئے تھے۔

نام و نسب

آپ کے والد گرامی کا اسم مبارک ابوصالح موسیٰ جنگی دوست تھا۔ مشہور مؤرخ اور سیرت نگار شمس الدین الذہبی نے ابوصالح عبداللہ جنگی دوست لکھا ہے۔ المانوی مستشرق بروکلمان نے علی بن موسے بن جنگی دوست تحریر کیا ہے۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں مارگولیتھ نے ابن جنگی دوست لکھا ہے اور آپ کو ایرانی النسل ظاہر کیا ہے۔

اسم گرامی عبدالقادر، لقب محی الدین، کنیت ابو محمد اور لقب غوث اعظم ہے اور حسنی حسینی سید ہیں۔ انساب کی کتابوں میں والد بزرگوار کی طرف سے شجرہ نسب اس طرح لکھا ہے:

سیدنا عبدالقادر جیلانی بن سید ابو صالح موسیٰ جنگی دوست بن سید ابی عبداللہ بن سید یحییٰ الزاہد بن سید محمد بن سید داؤد بن سید موسیٰ ثانی بن سید عبداللہ ثانی بن سید موسیٰ بن سید عبداللہ المحض بن سید حسن مثنیٰ بن سیدنا امیر المومنین امام حسن علیہ السلام بن سیدنا امیر المومنین و خلیفۃ المسلمین حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔

اور والدہ ماجدہ کی طرف سے نسب نامہ اسطرح ہے:

ام الخیر امۃ الجبار فاطمہ بنت سید عبداللہ صومعی الزاہد بن سید ابو جمال بن سید محمد بن سید محمود بن سید ابوالعطا عبداللہ بن سید کمال الدین عیسےٰ بن سید ابو علاؤ الدین محمد بن الجواد بن سید علی الرضا بن سید موسیٰ کاظم بن سید امام جعفر صادق بن سید امام محمد باقر بن سیدنا امام

زین العابدینؓ بن سیدنا امیر المومنین امام حسینؓ شہید کربلا بن سیدنا امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ

ولادت

سیدنا عبدالقادر جیلانیؓ کی ولادت یکم یا ۱۱ ربیع الثانی ۴۷۰ھ مطابق ۱۰۷۷ء میں ہوئی۔ یہ قصبہ بحیرہ خزر (کیسپین سی) کے جنوب میں گیلان کے قریب واقعہ تھا۔ گیلان کا قصبہ جغرافیائی نکتہ نگاہ سے طبرستان کے شہروں میں شمار ہوتا تھا۔ جسوقت آپ کی ولادت ہوئی اس وقت آپ کی والدہ کی عمر ساٹھ سال تھی۔ اور یہ بھی ایک کرامت ہے کیونکہ اطباؒ کے نزدیک اس عمر میں اولاد کا ہونا تقریباً ناممکن ہے۔ مناقب غوثیہ میں لکھا ہے کہ ولادت کی رات آپ کے والد ماجد کو خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور دیکھا کہ آنحضور اپنے صحابہ کرام کے ہمراہ تشریف لائے ہیں اور فرماتے ہیں۔ اے ابوصالح! پروردگار عالم نے تجھے نیک بچہ عطا فرمایا ہے جو میرے بچہ کی مانند ہے۔ وہ میرا بیٹا اور اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوگا اور اولیاء اللہ میں اس کا مرتبہ بہت اعلیٰ وارفع ہوگا۔

ایک دوسری جگہ تحریر ہے کہ جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کے شانہ مبارک پر نبی اکرم کے قدم مبارک کا نقش موجود تھا۔ پھر یہ بھی لکھا ہے کہ آپ کی ولادت کے دن سرزمین گیلان میں تمام لڑکے ہی تولد ہوئے۔ لڑکی کوئی پیدا نہ ہوئی اور اس روز پیدا ہونے والے لڑکوں کی تعداد گیارہ سو بتائی جاتی ہے جو سب کے سب صالح مرد ہوئے۔ آپ صرف رات کو ہی دودھ پیتے تھے اور ظہور فجر سے غروب آفتاب تک دودھ کے نزدیک تک نہ جاتے تھے۔

حضرت ام الخیر فاطمہ فرماتی ہیں:

"نصف شب گزر چکی تھی اور میں نے نماز تہجد ادا کی۔ کیا دیکھتی ہوں کہ زمین سے آسمان تک نورٌ علیٰ نور ہے۔ کسی نے کہا: فاطمہ! یہ وقت ایک آفتاب ولایت کی ولادت کا ہے۔ کچھ دیر کے بعد درد محسوس ہوا، اور عبدالقادر

پیدا ہوئے اور میں یہ دیکھ کر ششدر رہ گئی کہ نومولود نے اپنا سر زمین پر سجدہ کے لئے رکھ دیا، اور سبحان ربی الاعلیٰ کہا۔ اس وقت ہر طرف انوار کی بارش ہو رہی تھی اور روحانی برکات کا نزول تھا"

تمام گیلان میں یہ بات مشہور ہو گئی تھی کہ سیدوں کے گھر میں ایک صاحبزادہ تولد ہوا ہے جو اوقات صوم میں دودھ نہیں پیتا۔ بلکہ ایام رضاعت میں بھی دن کو دودھ نوش نہیں کرتا۔ ایک مشہور واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ ۲۹ رمضان کو مطلع ابر آلود تھا۔ لوگ چاند نہ دیکھ سکے، تو گاؤں کے لوگ آپ کی والدہ کے پاس آئے کہ کیا بچے نے دودھ پیا ہے یا نہیں تاکہ وہ رمضان المبارک کی پہلی تاریخ کا اندازہ لگائیں

ابتدائی تعلیم و تربیت

جیسا کہ قبل ازیں بیان ہو چکا ہے کہ ولادت سے تھوڑا عرصہ بعد آپ کے والد بزرگوار اس دار فانی سے کوچ کر گئے تھے اس لئے آپ اپنے نانا سید عبداللہ صومعی کے سایۂ عاطفت میں پرورش پانے لگے اور ابتدائی تعلیم انہیں کے زیر اثر حاصل کی اور اٹھارہ برس تک بلادِ جیلان میں ہی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ لکھا ہے کہ جب آپ پانچ برس کے ہوئے تو آپ کی والدہ محترمہ نے آپ کو گیلان کے ایک مقامی مدرسہ میں بٹھا دیا، اور ابتدائی تعلیم آپ نے اسی مکتب سے حاصل کی اور اٹھارہ برس تک بلادِ جیلان میں ہی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ لکھا ہے کہ جب آپ پانچ برس کے ہوئے تو آپ کی والدہ محترمہ نے آپ کو گیلان کے ایک مقامی مدرسہ میں بٹھا دیا، اور ابتدائی تعلیم حاصل کی اسی مکتب سے حاصل کی۔ اس مکتب میں آپ نے کن خوش نصیب اور بابرکت اساتذہ سے تعلیم حاصل کی اس کے متعلق تاریخ کے اوراق خاموش ہیں۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ دس برس کی عمر تک آپ نے ابتدائی تعلیم پر مکمل دسترس حاصل کر لی تھی۔ دورانِ تعلیم آپ کو ایک عجیب مشاہدہ ہوا۔ جب آپ مکتب میں جاتے تو اپنے پیچھے عجیب نورانی صورتوں کو چلتا دیکھتے اور جب آپ مدرسہ پہنچتے تو ان صورتوں کو یہ کہتے ہوئے سنتے کہ " اللہ کے ولی کو جگہ دو — اللہ کے ولی کو

جگہ دو۔"

آپ کے فرزند ارجمند سیدنا عبدالرزاق فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کو اپنے ولی ہونے کا کب علم ہوا، تو آپ نے فرمایا کہ جب میں دس برس کا تھا اور مقامی مدرسہ میں زیرِ تعلیم تھا تو فرشتوں کو اپنے پیچھے اور ارد گرد چلتے دیکھتا تھا، اور جب مدرسہ پہنچ جاتا تو وہ بار بار کہتے کہ "اللہ کے ولی کو جگہ دو" اس سے میرے دل میں احساس پیدا ہوا کہ پروردگارِ عالم نے مجھے درجۂ ولایت پر فائز کر دیا ہے۔

اسی مدرسہ میں آپ زیرِ تعلیم تھے کہ آپ کے نانا سید عبداللہ صومعی بھی اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے عالمِ فانی سے عالمِ جاودانی کو سدھار گئے۔ جس سے تعلیم و تربیت کا سارا بوجھ آنجناب کی والدہ ماجدہ پر آ پڑا۔ جنہوں نے نہایت صبر و استقامت سے آپ کی سرپرستی قائم رکھی اور کسی قسم کی کوتاہی یا کمی واقع نہ ہونے دی۔ غرضیکہ یہ سلسلہ اٹھارہ سال کی عمر تک قائم رہا۔

قرآن مجید آپ نے اپنے وطن گیلان ہی میں حفظ کیا۔ بلکہ لکھا ہے کہ آپ سولہ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہو چکے تھے۔

ورودِ بغداد

جب آپ اپنے وطن گیلان میں ابتدائی تعلیم حاصل کر چکے تو آپ نے تکمیل علم کے لئے بغداد شریف جانے کا قصد کیا اور والدہ ماجدہ سے اس کی اجازت طلب کی۔ اس وقت آپ کی والدہ کی عمر اٹھتر برس کے قریب تھی اور وہ ضعیف العمری کے عالم میں تھیں چونکہ آپ بڑے تھے اور آپ کے برادر سید ابو احمد عبداللہ خورد سال تھے اور آپ اپنی والدہ کی امیدوں کا مرکز تھے۔ مگر آپ نے ان تمام امور کے باوجود بغداد جانے کی ٹھانی اور آپ کی والدہ نے بھی آپ کو بخوشی اجازت دے دی اور کہا۔ "تیرے والد بزرگوار کے ترکہ سے اسّی دینار میرے پاس ہیں۔ چالیس دینار تمہارے بھائی کے لئے رکھتی ہوں اور چالیس دینار زادِ راہ کے لئے تم لے لو۔ مگر یاد رکھنا کہ پتہ نہیں پردیس میں کیسے نامساعد حالات ہوں مگر

سچ کو کبھی بھی ہاتھ سے نہ دینا - اور جھوٹ کے نزدیک بھی نہ پھٹکنا؛ اتنا کہہ کر آپ کی والدہ نے چالیس دینار آپ کی بغل کے نیچے آپ کی گدڑی میں سی دیئے اور آپ کے حق میں دعائے خیر کی اور آپ ایک قافلہ کے ہمراہ جو بغداد جا رہا تھا روانہ ہوئے۔ بغداد کا شہر آپ کے قصبہ سے چار سو میل سے زائد تھا اور یہ طویل راستہ بیابان، صحرا اور پہاڑوں میں سے ہو کر جاتا تھا اور انتہائی خطرناک تھا۔ اس لئے لوگ قافلوں کی صورت میں سفر کرتے تھے ابھی آپ کا قافلہ ہمدان سے آگے ترنتک کے سنسان کوہستانی علاقہ میں پہنچا تھا کہ ساٹھ قزاقوں کے ایک مضبوط جتھے نے قافلے پر حملہ کر دیا، اور تمام مال و اسباب لوٹ لیا۔ ایک ڈاکو نے آپ سے پوچھا کہ لڑکے تمہارے پاس کیا ہے۔ آپ نے نہایت اطمینان سے فرمایا "چالیس دینار"۔ وہ مذاق جان کر آگے بڑھ گیا۔ پھر دوسرا قزاق اور پھر تیسرا قزاق بھی اسی طرح گزر گئے اور انھوں نے اپنے سردار سے یہ ماجرا بیان کیا۔ سردار نے کہا: اس لڑکے کو میرے سامنے لاؤ۔" چنانچہ ڈاکو بھاگے بھاگے آئے اور آپ کو پکڑ کر سردار کے پاس لے گئے۔ اس نے پوچھا۔ اے لڑکے تیرے پاس کیا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ چالیس دینار۔ سردار نے کہا "کہاں ہیں؟" آپ نے فرمایا: میری بغل کے نیچے گدڑی میں سلے ہوئے ہیں۔ چنانچہ دینار واقعی وہاں سے برآمد ہوئے۔ سردار نے کہا" اے لڑکے! تو نے رہزنوں کے سامنے کیوں سچ بولا۔ فرمایا: جب میں وطن سے روانہ ہوا تھا تو میری ضعیف العمر والدہ نے مجھے سچ بولنے کی تلقین کی تھی۔ پھر میں جھوٹ کیوں بولوں۔ یہ الفاظ سردار کے دل میں اس طرح لگے جس طرح ترکش سے نکلا ہوا تیر، وہ آپ کے قدموں میں گر گیا۔ قزاقی کے پیشہ سے توبہ کی اور اس کے بعد اس کے تمام ساتھی بھی اس پیشہ سے تائب ہو گئے۔

آپ ۴۸۸ھ مطابق ۱۰۹۵ء میں بغداد پہنچے، زاد راہ خرچ ہو چکا تھا۔ چنانچہ آپ دنیائے اسلام کے اس سب سے بڑے شہر میں بے یار و مددگار داخل ہوئے۔ جو علوم و فنون کا سب سے بڑا مرکز تھا اور وہاں بہترین اور نامور اساتذہ اور ائمہ فن متعلق تھے۔ چنانچہ آپ دن رات نہایت ذوق و شوق سے تحصیل علم میں مشغول ہو گئے بلکہ مدرسے کے اوقات سے بعد آپ دوسرے علما اور فضلا سے بھی استفادہ کرنے لگے۔ آپکے اساتذہ میں ابوالوفا

علی بن عقیل حنبلی ابو غالب محمد بن حسن باقلانی ۔ ابو سعید بن عبد الکریم ۔ ابو الغنائم محمد بن علی بن احمد ۔ ابو الحسن محمد بن قاضی ابو یعلیٰ ۔ شیخ ابو الخطاب محفوظ الکلوذانی حنبلی ۔ ابو البرکات طلحہ العاقولی ۔ ابو ذکریا یحییٰ بن علی تبریزی ۔ ابو سعید بن مبارک مخزومی اور ابو الخیر حماد بن مسلم الدباس جیسے نامور عالم اور محدثث شامل تھے ۔ چنانچہ آپ نے ان باکمال اساتذہ سے تفسیر ۔ حدیث ۔ قرأت ۔ لغت ۔ فقہ ۔ طریقت اور شریعت کے تمام علوم حاصل کئے ۔ بلکہ ان میں وہ کمال پیدا کیا کہ روئے زمین پر آپ کا ثانی نظر نہ آتا تھا ۔ بلکہ آٹھ سال میں آپ تمام علوم مروجہ کے امام وقت تسلیم کئے جانے لگے ۔

کتب سیر میں لکھا ہے کہ جب آپ بغداد کی شہر پناہ میں پہنچے تو رات کا وقت تھا اور بارش ہو رہی تھی ۔ آپ سیدھے خانقاہ حضرت حماد دباس تک پہنچے لیکن دروازہ بند پایا اس لئے آپ نے خانقاہ سے باہر ہی قیام فرمایا ۔ منہ اندھیرے جب خانقاہ کا دروازہ کھلا ۔ تو آپ حضرت حماد کی خدمت میں حاضر ہوتے ۔ انہوں نے آپ سے مصافحہ کیا ، اور فرمایا : اے عبد القادر ! علم و عرفان کی دولت آج ہمارے پاس ہے تو کل تیری ملکیت ہوگی بلکہ تمام دنیا کے قلوب تیری ذات سے سرسبز و شاداب ہوں گے ۔ چنانچہ آپ نے بیشتر علوم دینیہ کی تکمیل آپ سے اور ابو سعید مبارک مخزومی سے کی ۔ یہ وہ بزرگ تھے جو اپنے وقت کے شریعت و طریقت کے مسلم امام تھے ۔ یہی وہ ابو سعید مبارک مخزومی ہیں جن کے دست حق پرست پر حضرت شاہ جیلانی نے بیعت کی اور خرقہ خلافت پایا ۔

احوال زمانہ

حضرت محبوب سبحانی شاہ جیلان جب اس عالم میں تشریف لائے تو دنیا ئے اسلام کی حالت بہت نازک تھی ۔ خلافت عباسیہ کا شیرازہ بکھر چکا تھا مطلع سیاست پر طوفان بلاخیز چھائے ہوئے تھے ۔ عالم اسلام اس وقت تین سلطنتوں میں منقسم تھا :

(۱) بنو امیہ (اموی) (۲) بنو فاطمہ (فاطمی) (۳) بنو عباس (عباسی)

مگر ان میں سے کسی میں بھی شکت نہ تھی ۔ ہر زمانہ انتہائی خلفشار اور بے چینی کا تھا ۔

مصر : حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد شیعوں کے دو گروہ ہو گئے ۔ بڑی

جماعت نے حضرت امام موسیٰ کاظمؓ کو امام تسلیم کرکے ان کی اقتدا میں کام شروع کر دیا۔ تو دوسری ایک چھوٹی سی ٹولی نے حضرت اسماعیل بن محمد کو امام تسلیم کیا۔ بعدازاں ان کو قتل کرکے اور ان کے قتل کو مخفی رکھ کر اس جماعت نے تمام اسلامی دنیا میں سازشوں کا جال بچھا دیا اور اپنے باطل عقاید کی تبلیغ کے لیئے انہوں نے مصر میں فاطمی خلافت قائم کرلی۔ اس فرقہ کو باطنیہ یا قرامطہ بھی کہا جاتا ہے۔ حضرت محبوب سبحانی کے زمانہ میں مصر میں فاطمی خلیفہ المستنصر تھا۔ جو عباسی خلفاء القائم بامراللہ اور المقتدی بامراللہ کا ہمعصر تھا۔ مستنصر کے بعد مستعلی ابوالقاسم احمد۔ منصور امیر ابوعلی عامر۔ حافظ ابوالمیمون عبدالمجید۔ ظافر ابوالمنصور اسماعیل۔ فائز ابوالقاسم عیسیٰ اور عاضد ابو محمد عبداللہ سرزمین مصر پر فاطمی حکمران یکے بعد دیگرے حضرت غوث الاعظم کی وفات تک ہوئے۔ بالآخر اس سلسلہ کو ایوبیوں نے ختم کر ڈالا۔

اندلس :

سب سے پہلے عبدالرحمٰن الداخل نے اسپین کو فتح کیا۔ اور اموی خلافت کی بنا ڈالی۔ جو ۵۲۶ھ مطابق ۱۱۳۳ء تک قائم رہی۔ آخری حکمران ہشام بن حکم تھا۔ حکم کی وفات پر اس کا نابالغ لڑکا ہشام فرماں روا ہوا۔ تو حاجب ثانی اور محمد بن ابی عامر اس کے مربّی مقرر ہوئے۔ مگر کچھ ہی عرصہ کے بعد محمد بن ابی عامر نے حاجب کو یکطرف کر دیا۔ کئی امیروں کو قتل کرایا۔ خلیفہ کو محل میں نظربند کرکے خود المنصور کے لقب سے ملقب ہو کر خلیفہ بن بیٹھا۔ اس نے فوج کو عربوں سے خالی کر دیا۔ اس کے خلاف بار بار بغاوتیں ہوئیں۔ مگر یہ ہر دفعہ مظفر و منصور رہا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا عبدالمالک تخت نشین ہوا۔ مگر اس کا زمانہ بھی نہایت خلفشار کا تھا۔

۱۱۳۴ء میں عیسائیوں کا زور بڑھنے لگا۔ جس کا نتیجہ سیاسی انحطاط تھا۔ بالآخر ۱۱۳۶ء میں یوسف بن تاشفین اور اس کے جانشینوں نے اندلس کو عیسائیوں کے پنجہ میں جانے سے بچایا۔ بہرحال موحدین۔ مرابطین یکے بعد دیگرے عیسائیوں سے برسرپیکار رہے۔ مگر بعد میں آپس میں بھی جنگ و جدل میں مشغول ہو گئے جس کا انجام نہایت حسرت ناک ہوا۔

پاکستان

پاکستان میں اس زمانہ میں غزنوی خاندان کی حکومت تھی اور ۱۰۳۰ء سے ۱۱۶۰ء تک غزنوی

خاندان کے جو حکمران سرزمین لاہور پر بادشاہی کرتے رہے۔ ان میں ابراہیم ظہیرالدولہ۔ مسعود سوئم علاؤالدولہ شیرزاد کمال الدولہ۔ ارسلان سلطان الدولہ۔ بہرام شاہ یمین الدولہ۔ خسرو شاہ ظہیرالدولہ اور خسرو ملک تاج الدولہ شامل ہیں جو کہ خاندان غزنویہ کا آخری حکمران لاہور پر تھا اور خاندان غور کے امراپے درپے اس ملک پر حملے کرتے رہے اور بالآخر انہوں نے سرزمین پاکستان کا بیشتر حصہ اپنے زیرنگیں کر لیے۔

افریقیہ

۴۷۹ھ مطابق ۱۰۸۶ء میں مرابطین شمالی افریقہ سے چل کر بنی عباد کی مدد کو ہسپانیہ پہنچے۔ ان کا مقصد صرف لیون کے فرماں روا الفانسو کو شکست دینا تھا۔ چار برس بعد افریقہ کے بہادر مجاہد پھر ۱۰۹۰ء میں سپین گئے۔ الفانسو کو شکست دے کر تمام اسلامی ہسپانیہ کو اپنی افریقی قلمرو میں شامل کر لیا

مرابطین کے جانشین موحدین بھی ہسپانیہ پر حملے کرتے رہے حتیٰ کہ انھوں نے ۱۱۴۵ء سے ۱۱۵۰ء تک کے درمیانی عرصہ میں اس ملک کو زیرنگیں کر دیا۔ مرابطین میں یوسف بن تاشفین اور موحدین میں عبدالمومن بہت زبردست بادشاہ گزرے ہیں۔

عراق و ایران

اسی زمانہ میں پوپ نے یورپ کے تمام عیسائی حکمرانوں کو حکم دیا کہ وہ صلیبی جنگ کی تیاریاں کریں اور یروشلم کو مسلمانوں کی گرفت سے آزاد کرائیں۔ چنانچہ ۱۰۹۶ء میں جب کہ غوث الثقلین تقریباً بیس سال کے تھے، تمام عیسائی افواج قسطنطنیہ میں جمع ہو گئیں۔ اور ۱۰۹۹ء میں انہوں نے بیت المقدس اور اس کے گرد و نواح کا علاقہ فتح کر لیا۔ تو ان ملکوں میں بھی افراتفری پھیل گئی۔ حسن بن صباح نے ان علاقوں میں اپنی منظم جماعت قائم کر لی تھی جو جنت حاصل کرنے کے لیے چوٹی کے علماء کو قتل کرتے تھے۔ نہ صرف علماء اور فضلاء بلکہ انہوں نے خلفاء، امراء، وزراء، اور بڑے بڑے بااثر آدمیوں کو بھی قتل کرا دیا۔ مزید براں حنابلہ و معتزلہ کی جنگ (علم الکلام پر بحث) بھی زوروں پر تھی۔

عرب: ۱۱۶۱ء یعنی حضرت غوث اعظم کی وفات سے چار سال قبل نصرانیوں

نے مغرب کے حاجیوں کے رُوپ میں دو نقب زن مدینہ منورہ بھیجے۔ جنہوں نے حجرۂ مبارک کے پاس قیام کیا اور ایک سرنگ لگانی شروع کی تاکہ حضرت رسولِ مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے جسدِ اقدس کو نکال کر لے جاویں۔ ایک شب مجاہدِ اسلام نورالدین زنگی کو اس کے متعلق اشارہ ہوا۔ چنانچہ وہ فوراً مدینہ منورہ پہنچا۔ نقب زنوں کا سراغ لگایا۔ ان کو داصلِ جہنم کیا، اور پھر روضۂ اقدس کے اردگرد خندقیں کھدوا کر ان میں سیسہ بھروا دیا۔

مجاہدات وریاضات

حضرت محی الدین سید عبدالقادر جیلانیؒ نے علومِ ظاہری کی تحصیل و تکمیل کے بعد مجاہدات و ریاضات میں مشغول ہونے کی ٹھانی۔ چنانچہ آپ نے ۵۲۱ھ سے ۵۲۷ھ تک پچیس سال کی طویل مدت ایسے ایسے مجاہدے اور ریاضتیں کیں کہ ان کا تصوّر کر کے ہی انسان کپکپا اُٹھتا ہے۔ کوئی سختی اور مصیبت ایسی نہ تھی جو آپ نے اس زمانہ میں برداشت نہ کی چونکہ آپ کو قطبِ زماں اور غوثِ وقت بننا تھا اس لیئے آپ جنگلوں، بیابانوں اور صحراؤں میں دن رات مجاہدوں میں مصروف رہنے لگے۔ پچیس سال کے سخت اور ہولناک مجاہدات کے بعد آپ شیخ الشیوخ ابو سعید مبارک مخزومیؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے، اور ان سے بیعت فرمائی۔

عراق کے جنگلوں میں

بہجۃ الاسرار میں لکھا ہے کہ خود حضرت شیخ فرماتے ہیں: کہ میں تنہا عراق کے بیابانوں جنگلوں۔ ویرانوں اور خطرناک جگہوں پر پھرتا رہا۔ نہ مجھے کوئی جاننے والا تھا اور نہ ہی میں کسی کو پہچانتا تھا۔ اور شب و روز مجاہدات میں مصروف رہتا تھا۔ علائق دنیوی سے قطع تعلق تھا۔ اور فنا فی اللہ اور فنا فی الرسول کا مقام حاصل تھا۔ انہیں ایام میں میرے پاس رجال الغیب اور جنات حاضرِ خدمت ہوتے تھے اور میں انہیں علمِ طریقت کی تعلیم دیا کرتا تھا۔ اس پُرصعوبت وحشت نوردی میں مجھ پر ہزارہا راز ظاہر ہوئے۔ بسا اوقات تیس سے چالیس دن

تک بغیر کچھ کھائے پیئے گزر جاتے تھے۔ ایوانِ کسریٰ میں بھی آپ ریاضت کرتے رہے۔

حضرت خضرؑ سے ملاقات :

فرماتے ہیں۔ شروع میں جب میں نے عراق کی سرزمین پر قدم رکھا۔ تو حضرت خضر علیہ السلام میرے پاس آئے اور میرا ساتھ دیا۔ چونکہ میں انھیں پہچانتا نہیں تھا اس لئے انہوں نے میرے ساتھ وعدہ کیا کہ میں کبھی بھی آپ کی مخالفت نہ کروں گا۔ پھر ایک دن جب وہ جانے لگے۔ تو کہنے لگے کہ میرے آنے تک یہاں ٹھہرے رہنا۔ اور میں نے اس امر کا وعدہ کر لیا۔ وہ چلے گئے اور میں اپنے عہد کے مطابق ان کے انتظار میں متواتر اس جنگل میں تین سال تک قیام پذیر رہا۔ اسی اثناء میں دنیا اور اس کی خواہشات مختلف اشکال میں مجھ پر غلبہ پانے کی کوشش کرتی رہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کی طرف راغب ہونے سے بچایا۔ بعض اوقات بھیانک اور ڈراونی شکل کے شیاطین وجنات بھی میرے پاس آیا کرتے تھے۔ وہ مجھ سے لڑائی جھگڑا کیا کرتے تھے۔ مگر پروردگارِ عالم نے ہمیشہ ان پر میرا غلبہ رکھا۔ فرماتے ہیں کہ میں چالیس سال تک صبح کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھتا رہا۔ پندرہ سال تک عشاء کی نماز پڑھ کر ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر صبح تک قرآن مجید ختم کرتا رہا۔ آپ فرماتے ہیں ان تین سالوں میں لوگوں کی گری ہوئی چیزیں کھاتا تھا۔

محلہ کرخ میں قیام

خود حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ میں کئی برس تک بغداد کے محلہ کرخ کے ویران اور غیر آباد مکانوں میں رہائش پذیر رہا۔ اس دوران میں کوندلوں کے سوا میں کچھ نہ کھاتا تھا۔ ہر سال کے اوائل میں کوئی خدا کا فرستادہ مجھے صوف کا ایک جُبّہ لادیتا، اور میں اسے پہن کر سارا سال ریاضت میں گزار دیتا۔ اس زمانہ میں اپنے نفس کو طرح طرح کی آزمائشوں میں ڈالتا رہا لوگ مجھے دیوانہ کہتے اور میں آہ وزاری کرتا صحرا کو نکل جاتا۔

بُرج عجمی میں مجاہدات :

بغداد کے قریب ویرانے میں ایک قدیم بُرج تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس بُرج میں کامل گیارہ برس تک مجاہدات و رضایات میں مشغول رہے۔ اور میرے اس طویل قیام کی وجہ سے بغداد والے اسے بُرج عجمی کہنے لگے۔ اس بُرج میں ہر وقت یادِ الٰہی میں مصروف رہتا۔ اس بُرج میں میں نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا تھا کہ جب تک کوئی مجھے منہ میں لُقمہ دیکر نہ کھلائے گا، میں تب تک کچھ نہ کھاؤں گا اور نہ ہی پانی پیوں گا۔ جب تک مجھے پانی نہ پلایا جائے گا۔ چنانچہ ایک دفعہ میں نے چالیس دن تک کچھ نہ کھایا اور نہ ہی کچھ پیا۔ چالیس دن کے بعد ایک شخص آیا اور وہ میرے سامنے روٹی اور پانی رکھ کر چلا گیا۔ بھوک کی شدت سے میرے نفس نے چاہا کہ فوراً کھانا کھا لے۔ مگر ضمیر نے آواز دی کہ عہد نہ توڑنا۔ اسی اثنا میں میرے شیخ ابوسعید مبارک مخزومیؒ کا ادھر سے گزر ہوا۔ انہوں نے فرمایا کہ میرے ساتھ میرے گھر باب الازج چلو۔ میں نے دل میں سوچا۔ میں یہاں سے نہ جاؤں گا کہ اسی وقت حضرت خضر علیہ السلام کا بُرج عجمی میں نزولِ اجلال ہوا۔ انہوں نے فرمایا کہ اٹھو اور حضرت ابوسعید کے گھر جاؤ۔ چنانچہ میں اُٹھ کھڑا ہوا، اور شیخ کے گھر پہنچا۔ وہاں انہوں نے اپنے ہاتھ سے مجھے کھانا کھلایا اور پانی پلایا۔

ان ایام میں مجھ پر وجدانہ کیفیت طاری رہتی اور اکثر و بیشتر بنجر اور خراب وخستہ مقامات پر شیاطین سے جنگ ہوتی جو مختلف اشکال میں ہیبت ناک اور ہولناک صورت بنا کر صف بصف میرے اشتغال میں مخل ہوتے تھے۔ مجھ پر آگ پھینکتے اور لڑا کرتے تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے میرے عزم و استقلال۔ پامردی۔ ثابت قدمی اور اولوالعزمی میں ذرہ برابر بھی فرق نہ آیا، اور میں قطعاً ان سے محفوظ رہا۔

بغداد شریف

۴۰۹ھ سے ۵۶۱ھ تک کے زمانہ میں اگرچہ بغداد میں بڑے بڑے محدّث اور مفسّر از قسم علامہ خطیب بغدادی۔ علامہ ابن جوزی اور حضرت امام غزالی اپنے علمی

کارناموں سے دنیا کو روشناس کرا چکے تھے۔ مگر اس کے باوجود چونکہ یہ زمانہ سیاسی لحاظ سے نہایت پُر آشوب تھا۔ اس لئے ان کی مساعی بھی اس ماحول کو نہ سدھار سکیں۔

۴۶۷ھ یعنی حضرت غوث الاعظم کی ولادت سے تین سال قبل عباسی خلیفہ قائم بامر اللہ نے وفات پائی۔ اس وقت سلطان ملک شاہ سلجوقی تھا جس کا نامور وزیر خواجہ حسن نظام الملک طوسی تھا۔ عمر خیام مشہور فارسی شاعر بھی اس عہد سے تعلق رکھتا تھا۔ حالانکہ یہ زمانہ نامور علماء فضلا اور شاعروں کی وجہ سے مسلمانوں کے عروج کا زمانہ تھا۔ مگر دینداری قطعاً غائب تھی، اور نام کا اسلام تھا۔ اس زمانہ میں شیخ الصوفیہ ابو علی فارمدی مصنف رسالہ قشیریہ نے وفات پائی اور حسن بن صباح فاطمی خلیفہ المستنظہر باللہ کے فرزند نزار کا داعی تھا۔ ان کا مقصد اہل سنت والجماعت استیصال اور عباسی حکومت کو ختم کرنا تھا۔

۴۸۳ھ میں جبکہ حضرت غوث الاعظم دس گیارہ سال کے تھے۔ اس نے قلعہ الموت پہ قبضہ کر لیا، اور اگلے سال ہی اس کے ایک فدائی نے نظام الملک طوسی کو شہید کر دیا بغداد میں کسی عالم کی مجال نہ تھی کہ وہ باطنی فرقہ کے خلاف ایک لفظ بھی زبان سے نکالے جو ایسا کرتا وہ فوراً قتل کر دیا جاتا۔ بلکہ ۴۸۸ھ میں تو حجۃ الاسلام امام محمد غزالیؒ بھی اپنا درس و تدریس کا کام چھوڑ کر ملک شام کیطرف چلے گئے اور تصوف اختیار کر لیا۔

اسی سال حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اپنے وطن مالوف سے بغداد تشریف لائے، اور اس وقت جب کہ بڑے بڑے علماء فقہاء۔ محدثین اور واعظین بغداد چھوڑ کر جا رہے تھے آپ اس شہر میں تشریف لائے۔

۴۹۲ھ میں جب صلیبی افواج نے بیت المقدس فتح کر لیا تو شام و فلسطین سے مسلمان مہاجرین ہزاروں کی تعداد میں بغداد میں آ گئے، اور اہل بغداد کو ان لوگوں کو سنبھالنا پڑا۔

۵۲۱ھ میں مسترشد باللہ عباسی نے عماد الدین زنگی کو حاکم بصرہ مقرر کیا۔ جس نے نور الدین زنگی کے تعاون سے صلیبی جنگیں لڑیں اور ان میں نمایاں کامیابی حاصل کی۔ عین اس زمانہ میں جب کہ ایوبی خاندان شام و فلسطین میں عیسائی افواج سے برسرِ پیکار تھا۔ حسن بن صباح کے ایک فدائی نے خلیفہ مسترشد کو بغداد میں قتل کر دیا۔ اس کے بعد راشد باللہ خلیفہ ہوا۔

آخری خلیفۂ بغداد مستنجد باللہ جو ۵۶۶ھ میں خلافت پر بیٹھا۔ حضرت غوث اعظم کا معتقد تھا۔ اس نے اپنی عظمت اور وقار حاصل کرنے کے لئے آپ کا دامن پکڑا، بلکہ امور ملکی میں مشورہ بھی لیا کرتا تھا۔

بویہ اُمرا نے عباسی خلیفہ پر اتنا اقتدار حاصل کر لیا تھا کہ وہ برسرِ عام شیعی مسلک کی ترویج کرتے تھے بلکہ عضد اللہ ابو شجاع خسرو بویہ نے حکم دیا تھا کہ بغداد کے کسی محلہ میں بھی کوئی واعظ صحابہ کرام یا خلفائے راشدین کے فضائل و مناقب علی الاعلان بیان نہ کرے اور اگر کوئی اس کا ارتکاب کرے گا تو اس کے خلاف کارروائی کر کے سزا دی جائے گی۔

ان تمام چیزوں پہ مستزاد یہ کہ خلق قرآن اور اعتزال و باطنیت کی تحریکیں مسلمانوں کے لئے خطرۂ ایمان بنی ہوئی تھیں۔ نام نہاد صوفی اور علمائے سُو جمہور کے ایمان پر ڈاکہ ڈال رہے تھے مرکز اسلام بغداد فسق و فجور، بدکاری اور منافقت کا اڈا بنا ہوا تھا۔

درس و افتاء

جب آپ علوم ظاہری و باطنی اور مجاہدات و ریاضات سے فارغ ہوئے تو آپ مسند ارشاد و اصلاح پر متمکن ہوئے۔ چنانچہ پہلا وعظ آپ نے ۵۲۱ھ سے شروع کیا وہ اس طرح کہ ۱۶ شوال ۵۲۱ھ مطابق ۱۱۲۷ء سہ شنبہ کے دن دوپہر کے وقت آپ نے خواب میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ نے فرمایا: "اے عبدالقادر! تم لوگوں کو فسق و فجور اور گمراہی سے بچانے کے لئے وعظ و نصیحت کیوں نہیں کرتے"؟ آپ نے عرض کی یا رسول اللہ! میں عجمی ہوں اور شاید عرب فصحا میرے کلام پر توجہ نہ دیں۔ حضورؐ نے فرمایا: اپنا منہ کھولو! جب آپ نے حضورؐ کے ارشاد کی تعمیل کی تو سرورِ کونین صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن سات بار آپ کے منہ میں ڈالا۔ اور حکم کیا کہ جاؤ، مسلمان قوم کو وعظ و نصیحت کرو اور ان کو پروردگار عالم کے راستے پر بلاؤ تاکہ یہ لوگ قرآن و حدیث کے احکام پر چل سکیں۔

پہلا وعظ

خواب سے بیداری کے بعد آپ نے نماز ظہر ادا کی اور منبر پر بیٹھ کر وعظ فرمانے

لگے۔ بہت سے لوگ آپ کے گرد جمع ہو گئے۔ یکایک آپ کچھ جھجکے کہ اسی وقت حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ کو اپنے ساتھ موجود پایا۔ جو فرما رہے تھے کہ وعظ کیوں شروع نہیں کرتے۔ عرض کی: ابا جان! میں گھبرا گیا ہوں۔ شیرِ خدا نے فرمایا: اپنا منہ کھولو! چنانچہ جب آپ نے اپنا منہ کھولا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے اپنا لعاب دہن آپ کے منہ میں چھ بار ڈالا آپ نے عرض کی۔ یا حضرت! آپ نے اپنے لعاب دہن سے مجھے سات مرتبہ کیوں مشرف نہیں فرمایا؟ شیرِ خدا رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی اکرم کا پاسِ ادب ہے۔

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ غائب ہو گئے اور اس طرح آپ نے وعظ کا آغاز کر دیا اور متواتر و مسلسل اس طریقے سے کہ بڑے بڑے فصحا اور بلیغ علماء کی زبانیں گنگ ہو گئیں۔ آپ کی آواز قدرے کڑک دار تھی اور وعظ قدرے سرعت سے فرماتے تھے، کیونکہ الہامات الٰہی کی بے پناہ آمد اور بھرمار تھی۔ عوام الناس کے علاوہ اس دور کے نامور مشائخ مجلسِ وعظ میں بالالتزام شریک ہوتے تھے۔ بعض اوقات وعظ میں تیزی اور تندی بھی پیدا ہو جاتی تھی۔ فرماتے تھے کہ لوگوں کے دلوں پر میل جم گیا ہے۔ جب تک اسے زور سے رگڑا نہ جائے گا یہ دُور نہ ہو گا۔

مدرسہ مخزومیؒ

سب سے پہلے آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ اپنے رُوحانی پیر و مرشد حضرت ابو سعید مبارکؒ مخزومی کی خانقاہ میں واقع مسجد میں کیا۔ آپ کے معجز بیان کلام کی شہرت تمام بغداد میں پھیل گئی اور ہزار ہا لوگ نماز جمعہ میں حاضر ہونے لگے۔ جس کی وجہ سے مدرسہ کی جگہ متحمل نہ ہو سکی چنانچہ ۱۳۲ھ میں آپ نے اِردگرد کے تمام مکانات خرید کر مدرسہ میں شامل کر لیئے اور اس طرح ایک وسیع و عریض عمارت بن گئی مگر یہاں بھی لوگوں کا بے پناہ ہجوم تھا۔ اس لیئے شہر سے باہر عید گاہ کے وسیع میدان میں اس کا انتظام کیا گیا۔ حاضرینِ مجلس کی تعداد بسا اوقات لاکھ سے زائد ہو جاتی تھی۔ لوگ دور دراز مقامات سے گدھوں، خچروں، گھوڑوں اور اونٹوں پر آیا کرتے تھے اور صبح سے ہی لوگوں کی آمد شروع ہو جاتی تھی۔ تاکہ ان کو اگلی صفوں میں جگہ ملے، اور وہ آپ کے کلام مُعجز بیان سے کما حقہٗ مستفید ہو سکیں

آپ کے خطبات اور مواعظ حسنہ کو لکھنے کے لئے ہر مجلس میں چار سو دواتیں استعمال ہوا کرتی تھیں۔ پہلے دو قاری نہایت خوش الحانی سے قرآن کریم کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ عام طور پر آپ ہفتہ میں تین بار وعظ فرمایا کرتے۔ جمعۃ المبارک۔ سہ شنبہ کی شام کو اور پھر یک شنبہ کی صبح کو۔ آپ کا وعظ حکمت و دانش کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہوتا تھا۔ تاثیر کا یہ عالم تھا کہ لوگوں پر وجد کی کیفیت طاری رہتی تھی۔ مجلس میں اکابر و مشائخ عراق علمائے کرام، اور مفتیان عظام کے علاوہ ملائکہ، جنات اور رجال غیب بھی بکثرت حاضر ہوا کرتے تھے۔ دو تین شخص آپ کی مجلس میں مرجایا کرتے تھے۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ آپ مجلس میں لوگوں کے سروں پر کئی قدم ہوا میں چلتے اور پھر واپس اپنی کرسی کی طرف لوٹ آتے۔ بعض لوگ جوش میں آکر اپنے کپڑے پھاڑ ڈالتے تھے اور کئی بے ہوش ہو جاتے تھے۔

یہ سلسلہ ۵۲۱ھ سے ۵۶۱ھ تک یعنی مکمل چالیس برس جاری رہا۔ جب آپ منبر پر تشریف رکھتے تو آپ کی ہیبت کی وجہ سے کوئی شخص نہ کھانستا۔ نہ ناک صاف کرتا۔ نہ ایک دوسرے کی طرف دیکھتا، نہ لعاب دہن پھینکتا اور نہ ہی اٹھ کر آپ کی وعظ کے درمیان کہیں جاتا۔ بلکہ مکمل طور پر ہمہ تن گوش رہتا۔ پھر آپ کی مجلس میں بیٹھنے والے خواہ دور بیٹھے ہوں یا نزدیک، آپ کی آواز یکساں سنتے تھے۔ شیخ ابو سعید قیلوی المتوفی ۵۶۱ھ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیائے کرام صلوٰت اللہ علیہم اجمعین کو کئی دفعہ آپ کی مجلس میں دیکھا ہے غور فرمائیں کہ یہ حضرت غوث اعظم کا کتنا بڑا اعزاز ہے۔

آپ کی کوئی مجلس ایسی نہ ہوتی تھی جس میں ہزاروں یہود و نصاریٰ حاضر نہ ہوں اور ان میں سے کوئی نہ کوئی اسلام میں داخل نہ ہو۔ آپ کے ممتاز شاگرد شیخ عبداللہ جبائی بیان کرتے ہیں کہ آپ کے مواعظ حسنہ سے متاثر ہو کر ایک لاکھ سے زائد لوگ جو فسق و فجور میں مبتلا تھے، نے آپ کے دست حق پرست پر توبہ کی اور ہزارہا یہودی و نصرانی اسلام سے سرفراز ہوئے۔

ایک مجلس میں حضرت پیران پیر نے اثنائے وعظ میں فرمایا: کہ "میرا قدم ہر ولی کی گردن پر ہے"۔ یہ سنکر شیخ علی بن ابی نصر الہیتی اٹھے اور منبر پر چڑھ کر آپ کا قدم اپنی گردن پر رکھ لیا اور حضرت کے دامن کے نیچے ہو گئے اور اس کی اقتدا میں تمام حاضرین نے اپنی اپنی گردنیں آگے

بڑھائیں۔ لکھا ہے کہ رُوئے زمین کے تین سو تیرہ اولیائے کرام نے مختلف مقامات میں آپ کے ارشاد کے مطابق اپنی اپنی گردنیں جھکا دیں۔

ازواج و اولاد :

ازواج :

سیدنا محبوب سبحانی نے مختلف اوقات میں چار شادیاں کیں، جن کی تفصیل کسی تذکرہ میں نہیں ملتی اور نہ ہی ان کے اسمائے گرامی کی تصریح کی گئی ہے۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے عائلی زندگی کا آغاز پچاس سال کی عمر کے بعد کیا ہے۔ جب کہ آپ مجاہدات و ریاضات کی منزل سے گزر چکے تھے۔ یہ ازواج بھی آپ کے فیوض و برکات سے مکمل طور پر فیضیاب تھیں۔ آپ کے صاحبزادے شیخ عبدالجبار سے روایت ہے کہ میری والدہ کسی تاریک کوٹھڑی میں داخل ہوتیں تو وہاں شمع کی طرح روشنی ہو جاتی۔ یہ سب کی سب اخلاق حسنہ کی پیکر تھیں اور ان کو ریاضت و عبادت سے کمال انس تھا۔ ان ازواج سے آپ کے ہاں ۲۷ لڑکے اور انتیس لڑکیاں پیدا ہوئیں جو سب کے سب "ایں خانہ ہمہ آفتاب است" کے مصداق تھے۔

ایک کتاب میں آپ کی ازواج کے اسمائے گرامی اس طرح دیئے گئے ہیں:

(۱) سیدہ بی بی مدینہؒ بنت سید میر محمدؒ

(۲) سیدہ بی بی صادقہ بنت سید محمد شفیع

(۳) سیدہ بی بی مومنہؒ

(۴) سیدہ بی بی محبوبہؒ

اولاد :

آپ کے صاحبزادوں میں سے درج ذیل کے حالات تبرکاً درج کیے جاتے ہیں:

۱۔ شیخ سیف الدین عبدالوہابؒ

آپ ۵۲۳ھ مطابق ۱۱۲۸ء میں پیدا ہوئے۔ پہلے اپنے والد بزرگوار سے تعلیم حاصل کرتے رہے۔ پھر بلخ، بخارا اور عجم کے دور دراز مقامات

سے علوم ظاہری کی تکمیل کی۔ بیس سال کی عمر میں فارغ ہوئے۔ پھر اپنے والد گرامی کی زیر نگرانی مدرسہ میں درس دینا شروع کیا۔ حضور کے وصال کے بعد فتویٰ نویسی کا کام آپ نے سنبھال لیا اور مدرسہ کے متولی بنے۔ ۵۹۳ھ مطابق ۱۱۹۶ء میں وفات پائی۔ مزار بغداد شریف میں ہے۔

نہایت خوش گفتار اور سخی تھے۔ سائل کو کبھی گھر سے خالی نہ جانے دیتے تھے۔ مسلک حنبلی تھا۔ والد ماجد کی وفات کے بعد مسند خلافت پر متمکن رہے۔

۲۔ شیخ تاج الدین عبدالرزاق

ولادت ۵۲۸ھ مطابق ۱۱۳۳ء میں ہوئی زبردست فقیہہ اور محدث ہونے کی وجہ سے تاج الدین کے لقب سے ملقب ہوئے۔ فقہ کی تعلیم والد گرامی سے حاصل کی، اور حدیث کی تعلیم حضور کے علاوہ دیگر نامور محدثین سے حاصل کی۔ وفات ۶۰۳ھ مطابق ۱۲۰۶ء میں ہوئی۔ مزار پرانوار بغداد شریف میں ہے۔ نہایت پاکیزہ اخلاق۔ منکسر المزاج اور متواضع بزرگ تھے۔ مدرسہ میں طالب علموں پر بہت شفقت فرمایا کرتے تھے۔

۳۔ شیخ شرف الدین عیسیٰ

والد ماجد سے فقہ و حدیث کی تعلیم حاصل کی۔

نہایت بلند پایہ واعظ اور مفتی تھے۔ کافی عرصہ مدرسہ میں درس دیا۔ پھر پاکستان آئے اور آخر عمر میں مصر چلے گئے۔ لطائف الانوار اور جواہر الاسرار آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔ ۵۰۳ھ مطابق ۱۱۷۷ء میں مصر میں وفات پائی۔ فصاحت و بلاغت۔ شعر گوئی اور ادبی مذاق کے باعث ایک منفرد حیثیت کے مالک تھے۔ نیز اعلیٰ درجے کے انشا پرداز تھے۔

۴۔ شیخ ابو اسحاق ابراہیم۔ علوم ظاہری کے ابتدائی مراحل اپنے والد بزرگوار کی زیر نگرانی طے کیے۔ کثرت سے عبادت کرتے تھے۔ اسی لیے خلوت پسند فرماتے تھے۔ بغداد سے واسط جاکر مقیم ہوگئے تھے اور وہیں ۵۹۲ھ مطابق ۱۱۹۵ء میں وفات پائی۔ تنہائی میں گریہ و زاری کیا کرتے تھے۔ نہایت مسکین طبیعت پائی تھی۔

۵ شیخ ابوبکر عبدالعزیزؒ

ولادت ۵۳۲ھ مطابق ۱۱۳۷ء میں ہوئی۔ فقہ و حدیث کی تعلیم حضرت غوث اعظمؒ کے علاوہ ابومنصور عبدالرحمٰن محمد القزاز سے حاصل کی۔ کافی عرصہ تک درس و تدریس میں مشغول رہے۔ ۱۲۰۸ء میں جبال چلے گئے اور وہیں وفات پائی۔ کئی تذکروں میں ہے کہ آخری عمر میں بخارا کی طرف ہجرت کر گئے تھے اور باقی ماندہ زندگی وہاں ہی گزاری۔

۶۔ شیخ ابوزکریا یحییٰؒ

ولادت ۵۵۰ھ مطابق ۱۱۵۵ء میں بغداد میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم سیدنا غوث اعظمؒ اور شیخ محمد عبدالباقیؒ سے حاصل کی۔ اوائل عمر میں ہی مصر چلے گئے اور کبرسنی میں واپس بغداد آ گئے۔ اپنے سب بھائیوں سے چھوٹے تھے بہترین عادات کے مالک اور فرشتہ خصلت انسان تھے۔ درس و تدریس اور تلقین و ارشاد میں ساری عمر عزیز گزاری۔

۷۔ شیخ عبدالجبارؒ

فقہ کی تعلیم والد گرامی سے حاصل کی۔ اعلیٰ درجہ کے خوشنویس تھے اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بے مثال تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ ایک مینارِ نور تھیں۔ جن کی صحبت نے آپ کو بہت فائدہ پہنچایا۔ ۱۱۷۵ء میں بغداد شریف میں وفات پائی اور والد بزرگوار کے مسافر خانہ میں مدفون ہوئے۔ مجاہدات و ریاضات میں مشہورِ زمانہ تھے۔ نیز شرع کے سختی سے پابند تھے

۸۔ شیخ ابونصر موسیٰؒ

آپ کی ولادت ۵۳۵ھ مطابق ۱۱۴۰ء میں ہوئی۔ فقہ و حدیث کی تعلیم حضرت شاہ جیلان سے حاصل کی۔ پھر بغداد سے دمشق چلے گئے۔ حنبلی مسلک پر سختی سے قائم تھے۔ ۶۱۸ھ مطابق ۱۲۲۱ء میں دمشق میں اپنے سب بھائیوں سے آخر میں وفات پائی اور جبل قاسیون میں مدفون ہوئے۔ ساری عمر رشد و ہدایت میں مصروف رہے

۹۔ شیخ ابوالفضل محمدؒ :

فقہ کی تعلیم والد گرامی قدر سے حاصل کی اور حدیث نامور مشائخ سے پڑھی۔ درس و تدریس اور وعظ و نصیحت میں عمر کا بیشتر حصہ صرف کیا۔ سن ۵۶۰ھ مطابق ۱۱۶۴ء میں وفات پائی اور بغداد کے مقبرہ حلبیہ میں مدفون ہوئے۔

۱۰۔ شیخ عبداللہؒ۔

ولادت ۵۰۸ھ مطابق ۱۱۱۴ء میں ہوئی اور وفات ۵۸۹ھ مطابق ۱۱۹۳ء بمقام بغداد ہوئی۔

پوتے :

۱۔ **شیخ عبدالسلام بن سید عبدالوہابؒ** : آپ اپنے دادا اور والد ماجد دونوں سے فیضیاب تھے۔ مدتوں بغداد میں درس و تدریس اور افتا کا کام سرانجام دیتے رہے ولادت ۵۴۸ھ مطابق ۱۱۵۳ء میں اور وفات ۶۱۱ھ مطابق ۱۲۱۴ء میں ہوئی۔

۲۔ **شیخ محمد بن شیخ ابوبکر عبدالعزیزؒ** :

نہایت جید عالم تھے۔ ہزارہا افراد نے آپ سے روحانی برکات حاصل کیں۔

۳۔ **سید سلیمان بن سید عبدالعزیزؒ** :

زبردست محدث تھے اور کئی سال تک حدیث کا درس دیتے رہے۔ ولادت ۵۵۳ھ مطابق ۱۱۵۸ء اور وفات ۶۱۱ھ مطابق ۱۲۱۴ء ہے۔ آپ قطب زماں تھے۔

۴۔ **سید عبدالرحیم بن سید تاج الدین عبدالرزاق** :

وفات ۶۰۶ھ مطابق ۱۲۰۹ء میں پائی اور امام احمد بن حنبل کے مقبرہ میں مدفون ہوئے بہت زبردست عالم تھے۔ ولادت ۵۳۰ھ مطابق ۱۱۳۵ء ہے۔

۵۔ **سید ابوالمحاسن فضل اللہ بن سید تاج الدین عبدالرزاق** :

فقہ اپنے والد ماجد سے پڑھی اور حدیث اپنے والد اور چچا سید عبدالوہاب سے حاصل کی۔ بغداد میں ۶۵۶ھ مطابق ۱۲۵۸ء میں تاتاریوں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

۶۔ سیّد اسماعیلؒ بن سید تاج الدین عبدالرزاقؒ :

فقہ اور حدیث میں کمال حاصل تھا۔ زہد و تقویٰ اور فقر و تصوّف میں مشہورِ زمانہ تھے۔ مقبرہ امام احمد بن حنبل میں مدفون ہوئے۔

۷۔ سید محمد بن عبدالعزیز۔

علمِ حدیث وقت کے نامور مشائخ سے حاصل کیا۔

۸۔ سید عماد الدین ابوصالح نصر بن سید تاج الدین عبدالرزاق۔

ولادت ۵۶۹ھ ہے۔ خلیفہ الظاہر باللہ نے آپ کو بغداد کا قاضی القضاۃ مقرر کیا تھا۔ اور اس کے زمانۂ خلافت میں اس عہدہ پر مامور رہے۔ لیکن جب خلیفہ مستنصر باللہ کا زمانۂ خلافت آیا تو اس نے آپ کو اس عہدہ سے معزول کر دیا۔ زبردست محدث۔ فقیہہ اور بے مثال واعظ اور خطیب تھے۔

نواسے :

۱۔ شیخ عفیف الدین مبارکؒ :

سب نواسوں سے زیادہ آپ نے شہرت حاصل کی۔ انہوں نے ہی حضور کے مواعظ حسنہ کو الفتح الربّانی کی صورت میں مرتب کیا۔ اس کتاب میں تریسٹھ خطبات ہیں۔

اخلاقِ عالیہ :

آپ کے اخلاق حسنہ اور فضائل حمیدہ کی تعریف و توصیف میں کل اولیاء اللہ کے تذکرے بھرے پڑے ہیں۔ سیرت و کردار کے لحاظ سے کوئی ولی اللہ آپ کا ہم پلہ نہ تھا۔ قدرت نے آپ کو ایسے اعلیٰ اخلاق و محامد سے متصف فرمایا تھا کہ آپ کے معاصرین آپ کو تحسین کئے بغیر نہ رہتے۔ اپنے تو اپنے غیر مسلم بھی آپ کے حسن سلوک کے گرویدہ تھے۔ آپ اسلامی اخلاق اور انسانی اوصاف کے پیکر تھے۔ شیخ حرادہ فرماتے ہیں کہ میں نے زندگی میں آپ سے بڑھ کر کوئی کریم النفس رقیق القلب۔ فراخ دل اور خوش اخلاق نہیں دیکھا۔ آپ اپنی عظمت اور علو مرتبت کے باوجود

ہر چھوٹے بڑے کا لحاظ رکھتے۔ السلام علیکم کہنے میں ہمیشہ سبقت فرماتے۔ کمزوروں اور مسکینوں کے ساتھ تواضع وانکساری کے ساتھ پیش آتے۔ لیکن اگر کوئی حاکم یا بادشاہ آجاتا، تو آپ مطلقاً تعظیم نہ فرماتے، اور نہ ہی ساری عمر کسی بادشاہ، وزیر یا امیر کے دروازے پر گئے، نہ عطیات قبول کئے۔ مفلوک الحال لوگوں کے ساتھ مروت سے پیش آتے۔

ایک دفعہ آپ بغداد سے مکہ معظمہ کی طرف بغرض حج روانہ ہوئے تو بغداد سے باہر، موضع حلّہ میں قیام فرمایا۔ قصبہ کے اکابر اور رؤسا حاضر خدمت ہوتے کہ ہمارے گھر میں قیام فرمادیں۔ مگر آپ نے خادمین کو حکم دیا کہ ایسے گھر کا پتہ لگایا جائے جو ناداری اور بے کسی وگمنامی میں سب سے بڑھا ہوا ہو۔ تاکہ میں وہاں اقامت گزیں ہو جاؤں۔ کافی جستجو کے بعد ایک گھر کا پتہ چلا۔ جس میں ایک بوڑھا۔ ایک بڑھیا اور ایک ان کی بیٹی رہتی تھی۔ حضور نے وہاں قیام فرمایا۔ چنانچہ نذر و نیاز از قسم نقدی۔ اجناس اور حیوانات کے جو بے شمار ہدیئے اور نذرانے پیش خدمت ہوئے، سب آپ نے اس بوڑھے کو عطا فرمائے۔ اس طرح خدائے ایزد متعال نے آپ کے قدوم سعید کی برکت سے اس گھر کو دولت وثروت سے مالا مال کر دیا۔

عادت شریفہ تھی کہ خود بازار جاکر گھر کا سودا سلف خریدتے۔ گھر میں بیماری ہوتی تو خود ہی آٹا پیس لیتے اور آٹا گوندھ کر روٹی تک پکا لیتے۔ بچوں کو کھلاتے اور کنوئیں سے پانی کا گھڑا بھر کے اپنے دوش مبارک پر رکھ کر لے آتے۔ اگر سفر میں ہوتے تو خود ہی کھانا پکانے کا اہتمام کرتے اور رفقاء میں تقسیم فرماتے۔ خدام عرض کرتے کہ یہ کام آپ کے شایان شان نہیں ہے مگر حضور نہ مانتے اور خود ہی تمام کام اپنے ہاتھوں سرانجام دیتے۔

سچائی اور حق گوئی کا دامن کبھی نہ چھوڑا۔ خواہ کتنے ہی خطرات کیوں نہ درپیش ہوں۔ مگر سچ کہنے سے کبھی نہ چوکتے تھے۔ بلکہ حاکموں کے سامنے بھی حق بات ہی کہتے تھے اور کسی کی ناراضگی کو خاطر میں نہ لاتے تھے بلکہ مصلحت یا خوف کو پاس تک نہ پھٹکنے دیتے تھے۔ آپ معروف کا حکم دیتے اور منکر سے روکتے تھے۔ آپ کے اعلائے کلمۃ الحق نے سلاطین اور امراء کے محلات میں زلزلہ ڈال دیا تھا۔

حضرت غوث اعظم مجسم ایثار و سخاوت تھے۔ دریا دلی کا یہ عالم تھا کہ جو کچھ پاس ہوتا ـــــ

سب غریبوں اور حاجت مندوں میں تقسیم فرما دیتے۔ آپ کا حکم تھا کہ رات کو وسیع دستر خوان بچھے اور خود مہمانوں کے ہمراہ کھانا تناول فرماتے۔ اپنی ضرورت پر ہمیشہ دوسروں کی ضرورت کو ترجیح دیتے تھے۔ سائل کا سوال کبھی رد نہیں کرتے تھے۔ غریبوں اور مسکینوں کی امداد کے لئے آپ نے یہ معمول بنالیا تھا کہ روزانہ لباس تبدیل فرماتے اور ہر جمعہ کو نیا جوتا تبدیل فرماتے۔ لباس اور جوتا غربا میں خیرات کر دیتے۔

عفو و کرم کے پیکر جمیل تھے۔ کسی پر ظلم برداشت نہ فرماتے اور فوراً مظلوم کی امداد پر کمربستہ ہوجاتے مگر خود اپنے معاملہ میں کبھی بھی غصہ نہ آتا۔ لوگوں کی غلطیوں اور کوتاہیوں سے درگزر فرماتے۔ نہایت رقیق القلب تھے۔ کلام پاک کی تلاوت کرتے یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک فرماتے وقت آپ کی آنکھوں میں بے اختیار اشکوں کا سیلاب جاری ہوجاتا۔ توکل اور استغنا کا یہ عالم تھا کہ اپنے اہل وعیال اور عزیزوں کے متعلق کبھی زیادہ رغبت سے رجوع نہ فرماتے تھے اور محبت و شفقت کو حد سے آگے بڑھنے نہیں دیتے تھے۔ غریب پر کسی امیر کو ترجیح نہ دیتے تھے اور خلافِ شرع کام کرنے والوں سے بیزاری فرمایا کرتے تھے اور شریعت کے معاملہ میں کبھی نرمی نہیں برتتے تھے۔

تصنیفات:

مجاہدات و ریاضات کے بعد جب آپ نے مسند ارشاد بغداد شریف میں بچھائی تو آپ نے مواعظ حسنہ کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کا بھی سلسلہ شروع کر دیا جو زندگی کے آخری ایام تک جاری رہا۔ متعدد تالیفات آپ کی یادگار ہیں ان سے درج ذیل بہت مشہور و معروف ہیں:

۱۔ غنیۃ الطالبین:

سیدنا غوث اعظم کی یہ عظیم الشان کتاب نہایت مشہور اور ضخیم ہے۔ اس میں شریعت اور طریقت کے مسائل پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں مختلف فرقوں کے درمیان، جو اختلافی مسائل ہیں اُن کا بھی تجزیہ کیا گیا ہے اور اہل سنت والجماعت کو صحیح العقیدہ فرقہ

تسلیم کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اس میں اسلامی اخلاق و آداب ۔ اذکار و اشغال اور اوراد و اعمال ۔ مجاہدات و ریاضات غرضیکہ تمام دنیوی و اُخروی ضروریات کا کوئی ایسا موضوع باقی نہیں چھوڑا گیا جسکا اس میں مکمل موازنہ اور تجزیہ نہ کیا گیا ہو ۔

اس کتاب کے فارسی میں بھی کئی تراجم ہوئے جن میں علامہ عبدالحکیم قادری سیالکوٹی کا ترجمہ بہت مشہور ہے ۔ علاوہ ازیں اس کتاب کے اردو میں بھی بے شمار تراجم ہو چکے ہیں ۔ خزینۃ الاصفیاء میں لکھا ہے کہ علامہ سیالکوٹی نے قطب دوراں حضرت شاہ بلاول قادری لاہوری کے ارشاد کی تعمیل میں اور حضرت پیرانِ پیر کی روحانی اجازت سے اس کتاب کا ترجمہ کیا، اور شہنشاہ جہانگیر و شاہجہان کے درباروں میں اسی ترجمہ کی وجہ سے بہت عزت و ناموری پائی ۔

بعض لوگ اس کتاب کو حضرت غوث اعظم کی تصنیف ماننے میں تامل کرتے ہیں ۔ کیونکہ اس کی اور فتوح الغیب کی عبارات میں نمایاں فرق موجود ہے ۔ مزید برآں ایک شخص ابوحنیفہ کے متعلق جو فرقہ مرجیہ سے تعلق رکھتا تھا، ذکر کیا گیا ہے ۔ اہل سنت والجماعت والے سمجھتے ہیں کہ یہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے متعلق ہے ۔ جو کہ نئی تحقیق کے مطابق بالکل غلط ہے ۔ اصل میں یہ شخص ابوحنیفہ جو فرقہ مرجیہ سے تعلق رکھتا تھا، بے نام و نشان ہو چکا ہے ۔ اسی لئے لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ۔ کہ حضرت سیدنا غوث اعظم امام ابوحنیفہ کی مخالفت فرماتے تھے ۔ یہ تو درست ہے کہ آپ امام احمد بن حنبل کے مسلک کے مطابق فتوے دیا کرتے تھے، لیکن حضرت امام اعظمؒ کو بھی بہت اچھا سمجھتے تھے ۔ آپ کے مشرف اصحاب میں سے ایک شیخ برّاز فرماتے ہیں :

" بشارت باد کسانے را کہ پیر ایشاں عبدالقادر و امام ایشاں ابوحنیفہ و پیغمبر ایشاں محمد رسول اللہ است "

۲۔ فتوح الغیب

یہ علم تصوف اور معرفت میں بڑے معرکہ کی کتاب ہے ۔ اس کے مضامین معارفِ قرآنی اور اسرارِ طریقت سے معمور ہیں ۔ یہ کتاب کئی مقالات پر مشتمل ہے ۔ ہر مقالہ معرفت اور حقیقت

کا آئینہ دار ہے۔ اس کتاب میں آں حضور کے اٹھتر وعظ ہیں جو آپ نے مختلف مواقع پر ارشاد فرمائے تھے۔ ان مقالات کا مطالعہ ایمان میں حرارت پیدا کرتا ہے اور صحیح اعمال و عقائد کی عکاسی کرتا ہے۔ یہ کتاب دراصل حضرت غوث اعظم نے اپنے صاحبزادے سید محمد عیسیٰ کی تعلیم کے لئے تصنیف فرمائی تھی۔ اس کتاب میں تجرید و ترک فنا و بقا اور نفس و دل کے امراض اور ان کا علاج تجویز کیا گیا ہے۔

عربی سے اس کتاب کے بے شمار تراجم فارسی میں ہوئے۔ جن میں شاہ عبدالحق قادری محدث دہلوی کا ترجمہ بہت مشہور ہے۔ اردو تراجم میں مولانا ابوالحسن سیالکوٹی۔ نواب صدیق حسن خان بھوپالی اور مولانا محمد عالم کاکوروی کے تراجم بہت مشہور ہیں۔ یورپ کے مشہور متعصب مستشرق پروفیسر مارگولیتھ نے ان مواعظ کو نہایت پُر تاثیر لکھا ہے حالانکہ وہ یہودی مؤرخ تھا۔ پروفیسر مذکور لکھتا ہے: کہ ۸۰ خطبات کا یہ مجموعہ جو مختلف موضوعات پر مبنی ہے آپ کے صاحبزادے سید عبدالرزاق نے جمع کئے تھے۔

۳ فتح ربانی

کتاب کا مکمل نام فتح ربانی والفیض الرحمانی ہے۔ یہ حضرت غوث اعظم کے ترسیٹھ خطبات کا مجموعہ ہے جو آپ کے قول سے شیخ عفیف الدین مبارک نے ترتیب دیئے۔ مرتب نے نہایت کاوش سے اصلی کلمات والفاظ کو اسی حسن و خوبی سے تحریر کیا ہے کہ پڑھ کر دل بہت متاثر ہوتا ہے اور سرور و کیف حاصل ہوتا ہے۔ یہ کتاب آپ کے دو سال کے مواعظ حسنہ وارشادات و اقوال پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں ۵۴۵ھ اور ۵۴۶ھ کے مواعظ اکھٹے کیے گئے ہیں۔

اس کتاب کے بھی فارسی میں بے شمار تراجم ہوئے اور اردو میں بھی ان کی کمی نہیں ہے۔ مصر میں بھی اس کتاب کے کئی ایڈیشن شائع ہوئے۔ جن میں شیخ رشید رضا مصری کا ترجمہ بہت معروف ہے۔ پروفیسر ڈبلیو براؤن فری یونیورسٹی برلن نے بھی اس کتاب کی بڑی تعریف کی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ اس کا سیدھا سادھا انداز بیان سامعین پر بڑا گہرا اثر چھوڑتا تھا۔

۴۔ مکتوباتِ قطبِ صمدانی

یہ حضرت شاہِ جیلان پیرانِ پیر کے فارسی مکتوبات کا ترجمہ ہے ۔ جو حضور نے مختلف اوقات میں مختلف اشخاص کو تحریر فرمائے۔ ان میں بھی معرفت و طریقت کے اسرار و رموز اس لطیف طریقے سے سلجھائے گئے ہیں کہ انسان بے اختیار ہو کر آپ کی فراست کی داد دیتا ہے ۔

۵۔ دیوانِ پیرانِ پیر

یہ دیوان فارسی میں ہے اور عشق و معرفت کا دفتر ہے ۔ ایک ایک شعر وجد آور، اور کیف انگیز ہے ۔ کہتے ہیں کہ فی الحقیقت یہ دیوان سیدنا غوث اعظم کی تالیف نہیں ہے بلکہ محی الدین ہروی کی تصنیف ہے اور غلط طور پر آپ سے منسوب کیا گیا ہے ۔ آپ کی ایک فارسی رباعی بہت مشہور ہے جو آپ نے سلطان سنجر کو اس وقت لکھ بھیجی تھی۔ جب اس نے مال و دولت کا لالچ دے کر ملک نیمروز میں بلایا تھا ۔

۶۔ قصیدہ غوثیہ [۸]

چودہ قصائد آپ کی یادگار ہیں۔ جن میں قصیدہ غوثیہ کو عالمگیر شہرت حاصل ہے ۔ قصائد فصاحت و بلاغت کی کان ہیں۔ قصیدہ غوثیہ حضرت غوث پاک نے اپنے متعلق لکھا ۔ اس کے تیس اشعار عربی زبان میں ہیں جو کہ جذبہ کی حالت میں آپ کی زبان مبارک سے نکلے تھے ۔ اس کی بے شمار فارسی اور اردو شرحیں لکھی گئی ہیں ۔

دیگر تصانیف :

ان تصانیف کے علاوہ چہل کاف ۔ جلاء الخاطر فی الباطن والظاہر ۔ یواقیت و الحکم ۔ الیسوع شریف ۔ درود کبریت احمر بھی آپ کی گراں پایہ تصانیف میں شامل ہیں۔ چہل کاف ایک قطعہ کی صورت میں تین اشعار ہیں ۔

وفات

وفات آنجناب کی جمادی الآخر سن ۵۶۱ھ مطابق ۱۱۶۴ء میں بغداد شریف میں ہوئی اور وہاں ہی دفن ہوئے۔

مقبرہ

آپ کا مقبرہ بغداد شریف میں ہے اور کل دنیا کے مقابر اولیاء میں ایک ممتاز اور ارفع مقام رکھتا ہے۔ ہر سال لاکھوں افراد حاضری کے لئے وہاں جاتے ہیں۔ اور فیوض و برکات حاصل کرتے ہیں۔

سید سیف الدین عبدالوہاب گیلانی قادری

حضور غوث پاک کے سب سے بڑے فرزند تھے۔ پیدائش ۵۱۲ھ مطابق ۱۱۱۸ء عہد مسترشد باللہ عباسی میں ہوئی۔ تحصیل علوم کے لئے دُور دراز مقامات کے سفر کئے۔ بیس سال کی عمر میں تمام دینی علوم میں یکتا ہو گئے۔

علوم ظاہری و باطنی کی تحصیل اپنے والد بزرگوار سے کی۔ تمام علوم میں خاصی دسترس حاصل تھی۔ حضرت غوث الثقلین کے وصال کے بعد مدرسہ غوثیہ میں ارشاد و تلقین آپ ہی کے ذمہ تھی۔ بے شمار خلقت خدا آپ کے فضل و کمال سے استفادہ کرتی تھی۔ ایک دن آپ وعظ فرما رہے تھے اور شیخ علی ہیتیؒ آپ کے برابر بیٹھے تھے۔ ان کو نیند آ گئی۔ شیخ نے اہل مجلس سے کہا کہ خاموش رہو اور خود منبر سے اتر پڑے اور شیخ علی ہیتیؒ کے سامنے ادب سے کھڑے ہو گئے اور ان کی طرف دیکھتے رہے جب شیخ جاگے تو آپ نے فرمایا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو تم نے خواب میں دیکھا تو آپ نے کیا ارشاد فرمایا تھا۔ شیخ علیؒ نے فرمایا کہ آپ کی خدمت اقدس میں رہنے کا حکم دیا تھا۔

آپ تحصیل علوم و فنون کے لئے بہت سے بڑے بڑے اسلامی مراکز میں تشریف لے

گئے۔ سینکڑوں علمائے عصرو فضلائے زمانہ نے کسب فیض فرمایا۔ وعظ میں ظرافت و لطافت کی چاشنی بھی ہوا کرتی تھی۔ کلام بے حد شیریں تھا۔ نہایت پاکیزہ اخلاق اور عمدہ عادات و اطوار کے مالک تھے۔

خوش گفتار اور رحمدل بھی تھے۔ سخاوت میں حاتم ثانی تھے۔ کسی سائل کو اپنے دروازے سے خالی نہ جانے دیتے تھے۔ غرباء اور مساکین آپ کی امداد سے پلتے تھے۔ فتویٰ نویسی کا کام بھی آپ کے ذمہ تھا۔ مدرسہ کے متولی بھی تھے۔ اپنے عہد کے یگانۂ روزگار فاضل تسلیم کئے جاتے تھے۔

سفینۃ الاولیاء کے مطابق وفات ۶۰۳ھ مطابق ۱۲۰۶ء عہد ظاہر باللہ عباسی بغداد شریف میں ہوئی اور اپنے والد مکرم کے جوار میں مدفون ہوئے۔ بعض کتب کے مطابق، آپ کی وفات ۵۹۳ھ مطابق ۱۱۹۶ء میں بغداد شریف میں ہوئی۔

اولاد میں شیخ ابوالمنصور عبدالسلام اور شیخ ابوالفتح سلیمان بہت معروف ہوئے ہیں۔

سیّد صفی الدینؒ گیلانی قادری المشہور سید صوفی قادری

آپ سید سیف الدین عبدالوہابؒ قادری کے فرزند ارجمند تھے۔

مزار اقدس بغداد شریف میں ہے۔ وصال ۶۱۱ھ مطابق ۱۲۱۴ء میں ہوا۔

سیّد ابوالعباس احمد گیلانی قادری

آپ سید صفی الدینؒ المعروف سید صوفی قادری کے فرزند ارجمند تھے۔

بغداد سے حلب میں آنا:

ہلاکو خاں کے حملۂ بغداد کے بعد آپ ترک وطن کر کے حلب (شام) میں مقیم ہو۔ ئے پہلے روم پہنچے۔ پھر ولایت شام میں حلب کے مقام پر آئے۔ اس دارو گیر کے زمانہ میں آپ کیساتھ آپ کے بھائی سید سلیمان احمد بھی بغداد چھوڑ کر روم آگئے تھے اور جب امن ہوا، تو یہ سب لوگ حلب چلے گئے۔

وفات ۶۳۰ھ مطابق ۱۲۳۲ء میں ہوئی۔ مزار پُر انوار حلب میں ہے۔

سیّد مسعودؒ گیلانی حلبی قادری

آپ کو سیّد مسعود غازی بھی کہا جاتا ہے اور حضرت ابو العباس احمدؒ ولی کے صاحبزادے تھے۔ مزار اقدس حلب میں ہے اور وصال ۶۶۰ھ مطابق ۱۲۶۱ء میں ہوا۔

سید ابوالحسن علیؒ گیلانی حلبی قادری

آپ سید مسعود غازی گیلانی قادری کے فرزند رشید تھے۔

وفات ۷۱۵ھ مطابق ۱۳۱۵ء میں بمقام حلب ہوئی اور وہاں ہی بزرگان کے خاندانی قبرستان میں دفن ہوئے

سیّد شاہ میرؒ گیلانی حلبی قادری

آپ سیّد علی گیلانی قادری حلبی کے فرزند ارجمند تھے۔

وفات ۷۶۶ھ مطابق ۱۳۶۴ء بمقام حلب ہوئی، اور وہاں ہی دفن ہوئے۔

شاہ شمس الدینؒ قادری گیلانی

آپ حضرت شاہ میر گیلانی قادری کے فرزند ارجمند تھے۔

آپ کے صاحبزادے سید مخدوم محمد گیلانی نے آپ کی حیات میں بلاد عجم و عرب کی بہت سیر و سیاحت کی۔ ہندوستان۔ پاکستان۔ سندھ۔ خراسان۔ ترکستان۔ ایران اور بلخ بخارا کے تمام مقامات دیکھے مگر آپ کی زندگی میں حلب ہی رہے۔ بعد ازاں وہ ان کے وصال کے بعد پاکستان میں مستقلاً اُچ شریف میں اقامت گزیں ہو گئے۔

وفات بمقام حلب (شام) میں ۸۴۳ھ مطابق ۱۴۲۰ء میں ہوئی اور وہیں دفن ہوئے۔

قادری صوفیائے کرام

جو

لاہور تشریف لائے مگر یہاں دفن نہ ہو سکے

اور

اپنی سیادت یہاں کے لوگوں پر چھوڑ گئے

حضرت سید جمال حیاتؒ المیر قادری

سید جمال اللہ حضرت سید نصر کے بھائی اور حضرت غوث الاعظم کے پوتے ہیں۔ مفتی غلام سرور لاہوری مصنف خزینۃ الاصفیاء نے حضرت شاہ ابوالمعالی قادری کے حوالہ سے تحریر کیا ہے کہ صاحبزادہ موصوف شکل وصورت میں حضرت غوث الاعظم کے مشابہ تھے اور انتہائی خوبصورت تھے، اور آنحضرت کو ان سے بہت محبت تھی۔

مزید تحریر ہے کہ حضرت غوث پاک نے ان کے حق میں پروردگار عالم سے حیات جاوداں کے لئے دعا فرمائی تھی۔ جو اللہ کریم نے منظور فرمائی تھی۔ چنانچہ حضرت سید جمال اللہ المعروف حیات المیر اب تک حیات ہیں۔ صاحب مخازن صفات الاولیاء میں تحریر فرماتے ہیں کہ حیات المیر سے کسی نے عمر کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ بیچنے حضرت غوث اعظم کبھی کبھی گود میں لے کر وفور محبت سے چمٹا لیتے تھے اور فرماتے تھے کہ ان کی ملاقات حضرت امام مہدی اور حضرت عیسٰی علیہ السلام سے ہوگی، اور فرمایا کہ ان سے میرا سلام کہنا۔

لاہور میں آمد

آپ لاہور تشریف لائے تھے اور میانی کے قبرستان کے احاطہ میں ہی قیام فرما ہوئے تھے۔ اسی جگہ حضرت محکم الدین شاہ مقیم قادری حجروی بھی ان سے بیعت ہوئے۔ نیز کئی دوسرے لوگ آپ سے بیعت ہوئے اور بے شمار لوگوں نے آپ سے فیوض وبرکات حاصل کئے۔ یہاں تک کہ لاہور میں آپ کا فیض عام ہوگیا۔

تحقیقات چشتی کے مطالعہ سے چلتا ہے کہ آپ کی ولادت ۵۲۲ھ مطابق ۱۱۲۸ء میں ہوئی تھی۔ مصنف کتاب اذکار الاخیار کے حوالہ سے مزید لکھتا ہے کہ عند الوفات حضرت غوث اعظم قدس سرہٗ نے ان کو طلب فرما کر فرمایا: کہ عمر آپ کی دراز ہوگی۔ چنانچہ آپ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو بچشم خود دیکھیں گے۔ جب یہ موقع آئے تو ان کو ہمارا سلام کہنا۔

حضرت شاہ عبداللطیف بری امام قادری آپ کے خلیفہ تھے۔ حدیقۃ الاولیاء مصنفہ

مفتی غلام سرور لاہوری مطبوعہ نولکشور لکھنو ۔ پادری عبدالسبحان مصنف صوفی ازم ان شرائین میں لکھا ہے کہ آپ حضرت حیات المیر سے بیعت تھے ۔

شیخ محمد بن احمد المدنی قادری

حضرت امام عبدالقادر گیلانی بغدادی کے ہمشیر زادہ تھے ۔ ہندوستان تشریف لائے مزار کڑہ میں ہے ۔ وفات ۶۷۲ھ مطابق ۱۲۷۳ء میں ہوئی ۔

شیخ شمس الدینؒ ہراتی

آپ کا شجرہ نسب اس طرح ہے :

شیخ شمس الدین ہراتی بن شیخ علی اندانی بن خواجہ حسن اندانی بن شیخ حسین بن امام عاقل فقیہہ حقانی اندانی بن قاضی عبدالکریم اندانی بن ابی حنفیہ اندانی ۔

آپ کی تاریخ ولادت ۶۵۵ھ مطابق ۱۲۵۷ء ہے ۔ آپ کے آبا و اجداد بغداد شریف سے اندان (یکے از مضافات بخارا) آئے تھے ۔ آپ نے اندان سے ہرات میں نقل مکانی کر لی تھی ۔ سلسلہ عالیہ قادریہ سے منسلک تھے ۔ علوم ظاہری و باطنی میں کامل ہونے کے علاوہ صاحب کشف و کرامات بھی تھے ۔ اپنے وقت کے فاضل اور مقتدائے زمانہ تھے ۔

آپ امیر تیمور گورگان کے قبضہ ہرات میں ۱۳۸۱ء سے ایک سال بعد وفات پا گئے ۔

آنجناب نے حضرت خواجہ عارف ریوگری مرید حضرت خواجہ عبدالخالق غجدانی کی زیارت کی ہے ۔ اور ان سے فیض بھی حاصل کیا ۔

آپ بھی اپنے آبا و اجداد کی رسم کے مطابق سیر و سیاحت کرتے رہے اور ایک دفعہ یہ سلسلہ تجارت لاہور بھی تشریف لائے ۔ مگر جلد ہی واپس چلے گئے ۔ شروع سے آپ کی طبیعت مجاہدہ اور ریاضت کی طرف مائل تھی ۔ اسی لئے آپ جنگلوں ۔ بیابانوں اور ویرانوں میں ذکر الٰہی کرتے تھے ۔ شریعت کے نہایت پابند تھے ۔ رزق حلال کماتے اور کھلاتے تھے ۔ امراء اور سلاطین کے حضور جانا معیوب خیال کرتے تھے ۔ آپ محب اللہ کے نام سے مشہور تھے ۔

آپ کی وفات ۱۳۸۲ء مطابق ۷۸۴ھ ہرات میں ہوئی اور خشک دروازہ ہرات اور خیروزیاد کے وسط میں مدفون ہوئے۔ آج بھی آپ کی قبر مرجع خلائق ہے، اور ہر آن ہزارہا لوگ یہاں سے فیوض و برکات حاصل کرتے ہیں۔

سید محمد غوث قادری اوچی حلبی :

آپ کا شجرہ نسب اسطرح ہے :

مخدوم شیخ محمد غوث بن سید شمس الدین بن سید شاہ میر بن سید علی بن سید مسعود بن سید احمد بن سید صفی الدین بن سید سیف الدین عبد الوہاب بن سید عبد القادر جیلانی بغدادی۔

اُوچ شریف میں آمد :

آنجناب اُوچ شریف میں ۸۸۷ھ مطابق ۱۴۸۲ء میں تشریف لائے۔ آپ کے آباؤ اجداد میں سید ابو العباس احمد بن سید صفی الدین ہلاکو خاں کے حملۂ بغداد میں ترکِ وطن کر کے حلب (شام) میں مقیم ہوئے۔ اسی نسبت سے آپ حلبی کہلاتے ہیں۔ آپ کی پیدائش بھی حلب کی ہے۔

سیر و سیاحت :

آپ نے کافی عرصہ سیر و سیاحت میں گزارا۔ جوانی کے عالم میں خراسان، ترکستان، عرب و عجم کی سیر و سیاحت کرتے رہے اور اس کے بعد ہندوستان تشریف لائے اور لاہور سے ہو کر دہلی (ناگور) پہنچے اور پھر واپس اپنے وطن چلے گئے اور اپنے والد گرامی سے دوبارہ ہندوستان میں مقیم ہونے کی درخواست کی۔ انہوں نے فرمایا۔ میری زندگی تک میرے پاس رہو۔ بعد میں اجازت ہے کہ جہاں چاہو سکونت اختیار کرو۔ چنانچہ آپ اپنے والد کے وصال تک وہاں ہی رہے وصال کے بعد ہندوستان آئے اور اوچ شریف میں مستقل اقامت گزینی فرمائی۔

وُرُودِ لاہور :

جب آپ ہندوستان تشریف لائے تو کچھ عرصہ لاہور میں بھی ٹھہرے۔ "خزینۃ الاصفیاء" میں لکھا ہے کہ حضرت مخدوم کچھ زمانے لاہور میں محلہ کوفت گراں اور کچھ عرصہ ناگور میں سکونت پذیر رہے۔ وہاں ایک مسجد بھی تعمیر کرائی اور پھر حلب واپس تشریف لے گئے۔

شاہانِ وقت کی بیعت وارادت :

سلسلہ عالیہ قادریہ کو برِصغیر پاک و ہند میں آپ کی وجہ سے بہت عروج ہوا۔ ہزارہا انسانوں نے آپ سے فیوض و برکات حاصل کئے۔ سلطان حسین مرزا حاکم سندھ اور سلطان سکندر لودھی بھی آپ کے مرید ہوئے۔ حضرت مخدوم صاحب عظمت و کرامت اور علوم معقول و منقول کے جامع تھے۔ اس کے علاوہ قدرت نے آپ کو دنیاوی جاہ و جلال سے بھی نوازا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ایک دنیا آپ کے قدوم میمنت لزوم کو چومنے کے لئے حاضر ہونے لگی۔

آپ علوم ظاہری و باطنی میں یکتائے زمانہ تھے۔ شعر و سخن کا ذوق بھی قدرت کی طرف سے آپ کو ودیعت ہوا تھا۔ آپ کا دیوان بھی ہے۔ قادری تخلص فرماتے تھے۔

نمونۂ کلام :

رندیم و قلندریم و چالاک — مستیم و معربدیم و بے باک
جامیم و صراحیم و باغ — در و صدفیم و بحر و خاشاک
والیِ ولایتِ شش و پنج — حامیِ بلادِ فہم و ادراک
مجموعۂ راز عالمِ کن — منصوبہ کشائے سرِ لولاک
بگذشتہ ز خویش بے کدورت — نگذشتہ ز عشق جوہر خاک
آئینہ صاف بے غل و غش — صافی دل و پاک رای و تشکاک
گر صاف شوی و پاک دائم — میگوئی چو قادری تو ناپاک

ما بلبلِ بوستانِ قدسیم — شاہبازِ سفید دست انیم

ازدواج :

شجرۃ الانوار میں تحریر ہے کہ آپ نے پہلی شادی سلطان قطب الدین لانگاہ کی دختر بی بی دیس کسائیں سے کی تھی جو ملتان اور اوچ کا حاکم تھا۔ لیکن ان کے بطن سے کوئی اولاد نہ ہوئی پھر آپ نے دوسری شادی سید ابوالفتح حسینی کی صاحبزادی بی بی فاطمہ سے کی۔ ان سید ابوالفتح حسینی

کا سلسلہ آبائی چار واسطوں سے سید صفی الدین گازرونی سے جاملتا ہے۔

اولاد :

آپ کے چار صاحبزادے تھے جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں :

(۱) سید عبد القادر ثانی :۔ آپ علم و عمل کے جامع اور کمالات ظاہری و باطنی کے حامل تھے آپ کی والدہ سید ابوالفتح کی صاحبزادی تھیں جو سید صفی الدین گازرونی کی اولاد سے تھیں آپ پر عبادت و ریاضت اور مراقبہ کا غلبہ تھا۔ ۷۰ سال کی عمر میں ۱۵۳۳ء میں وفات پاکر اوچ شریف میں دفن ہوئے۔

(۲) سید عبد اللہ ربانی :۔ آپ نے بھی سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے والد گرامی سے بیعت کی عام طور پر استغراق کی حالت میں رہتے تھے۔ ۱۵۷۰ء میں وفات پاکر اپنے والد کے پاس دفن ہوئے۔ توکل میں آپ بڑا اونچا مقام رکھتے تھے۔

(۳) سید مبارک حقانی :۔ آپ مجاہدہ و ریاضت کے لئے جنگل میں چلے گئے تھے۔ جہاں حضرت خواجہ معروف چشتی جو بابا فرید گنج شکر کی اولاد سے تھے۔ آپ کے خلیفہ بنے۔ ۱۵۴۹ء میں وفات پاکر اوچ میں دفن ہوئے۔

(۴) سید محمد نورانی :۔ آپ کی اولاد نہ تھی اور نہایت پایہ کے بزرگ تھے۔

وفات ۹۲۳ھ مطابق ۱۵۱۷ء ہے اور سکندر لودھی کا عہد تھا۔ تاریخ وفات اس طرح ہے :

بہ فردوس بریں چوں کرد رحلت	محمد غوث پیر سید دین
محمد شاہ میراں قطب الاقطاب	بگو تاریخ او با طرز رنگین

۹۲۳ھ

مزار اقدس اوچ شریف میں واقع ہے :

شیخ عبد الاحد قادری چشتی

آپ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی سرہندی کے والد بزرگوار ہیں۔

زبدۃ المقامات صلا۱۳ پر لکھا ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ صاحب؛ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ نے مجذوبوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت والد ماجد لاہور تشریف لے گئے۔ اس سفر میں میں بھی آپ کے ہمراہ تھا۔

زبدۃ المقامات کے صفحہ ۹۶ پر مرقوم ہے:

"شیخ رکن الدین حضرت شیخ عبد القدوس قدس سرہٗ نے شیخ عبد الواحد کو طریقہ قادریہ و چشتیہ کا خرقہ خلافت پہنایا، اور فصیح و بلیغ عبارت میں تحریری اجازت نامہ بھی عنایت فرمایا۔"

آپ سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت شاہ کمال قادری کیتھلی سے مشرف بیعت تھے اور آپ کو خلافت بھی ملی تھی۔

مزار اقدس سرہند شریف میں ہے۔ وفات ۹۳۵ھ میں ہوئی۔

میر میراں سید مبارک حقانی اوچی

فرزند حضرت سید محمد غوث حلبی اوچی کے تھے۔ خلافت بھی انہیں سے حاصل کی تھی۔ طبیعت پر جذب و مستی کا غلبہ تھا۔ اور ہر وقت استغراق کی حالت میں رہتے تھے۔ جب طبیعت قابو سے باہر ہو گئی تو اوچ شریف سے نکل کر کسی جنگل میں چلے گئے اور عبادت و مجاہدہ کرنے لگے۔ جنگل میں قیام کے دوران حضرت فرید الدین گنج شکر کی اولاد سے ایک بزرگ خواجہ معروف چشتی نے آپ سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ آپ نے حضرت خواجہ سے فرمایا تھا کہ تم سے تصوف کا ایک جدید خانوادہ پیدا ہوگا۔ چنانچہ قادریہ نوشاہیہ سلسلہ حضرت خواجہ معروف چشتی کی طرف منسوب ہے۔

جب آپ لاہور تشریف لائے تو کافی عرصہ یہاں مقیم رہے۔

وفات ۹۵۶ھ مطابق ۱۵۴۹ء میں بمقام لاہور ہوئی۔ یہ شیر شاہ سوری کے فرزند، اسلام شاہ سوری کا عہد حکومت تھا۔ اوچ شریف میں مدفون ہوئے۔

مخدوم حضرت شاہ فضیلؒ قادری

مرشد حضرت شاہ کمالؒ قادری کیتھلی لاہور آئے۔

حضرت شاہ فضیلؒ ولی کامل اور عالم باعمل گزرے ہیں اور زندہ پیر کے نام سے مشہور ہیں آپ رشتہ کے لحاظ سے حضرت شاہ کمالؒ قادری کے چچا بھی تھے۔ تاریخ آئینہ تصوف میں لکھا ہے کہ آپ ۴ صفر ۸۷۱ھ مطابق ۱۴۶۶ء کو چہارشنبہ کے روز مغرب کے وقت بغداد شریف میں پیدا ہوئے۔ سولہ سال تک مسلسل عبادت و ریاضت کے بعد ۱۴ ربیع الآخر ۸۸۸ھ مطابق ۱۴۸۲ء کو عصر کے وقت شنبہ کے روز حضرت شاہ گدا رحمان ثانی قادری سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔

ورودِ ہندوستان :

حالات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ہندوستان میں بھی تشریف لائے اور خطۂ سندھ میں کچھ عرصہ قیام فرما رہے۔ ٹھٹھہ کے قریب حضرت کی چلہ گاہ آج بھی مرجع خلائق ہے۔ سجادہ نشینان گدی حضرت شاہ کمالؒ قادری کیتھلی کا فرمان ہے کہ آپ لاہور بھی تشریف لائے تھے اور یہاں سے آگے ہندوستان روانہ ہوئے تھے۔

آپ کے خلفا میں اٹھارہ بہت مشہور و معروف ہیں۔ جن میں سے حضرت شاہ کمالؒ قادری کا خاص مقام ہے۔

آپ کی ایک کتاب بنام صغیر المسدود ہے۔ دوسری خریفۃ الامر ہے۔ جو تصوف کے موضوع پر ایک دلچسپ رسالہ ہے۔ جس کے آخر میں مرتب نے حضرت شاہ فضیل کے مریدین اور خلفاء کا بھی ذکر کیا ہے۔

آپ کا وصال ۱۰ محرم ۹۷۹ھ مطابق ۱۵۷۱ء میں ٹھٹھہ شریف میں ہوا، اور وہاں ہی مدفون ہوئے۔

آپ کا مزار اقدس بغداد شریف میں ہے۔

سید محمد غوثؒ بالا پیر قادری

آپ سید زین العابدین بن سید عبدالقادر ثانی بن سید محمد غوث حلبی اوچی کے فرزند تھے آپ کے والد بزرگوار سید زین العابدین بنگال میں کفار سے جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔ آپ اپنے جدِ محترم سید عبدالقادر ثانی کے زیرِ تربیت رہے اور انہی سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ سید عبدالقادر ثانی کے وصال کے بعد جب سید حامد گنج بخش گیلانی سجادہ نشین بنے تو آپ اوچ سے نقل مکانی کر کے ست گھرہ میں مستقل طور پر مقیم ہو گئے۔

لاہور میں آمد

جب آپ ست گھرہ سے لاہور تشریف لائے۔ تو آپ نے محلہ لنگر خاں کے پاس ایک نیا محلہ بنام رسول پورہ آباد کیا۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں اب ہائی کورٹ کے دفاتر ہیں۔

سید عبدالقادر ثالث المشہور سید جیون آپ کے صاحبزادے تھے۔ جن کی اولاد سے سید عبدالرزاق گیلانی المشہور شاہ چراغ قادری لاہوری بہت مشہور و معروف بزرگ گزرے ہیں۔

وفات آپ کی ۹۵۹ھ مطابق ۱۵۵۱ء میں ہوئی اور ست گھرہ میں ہی دفن ہوئے۔

شاہ برّی لطیفؒ قادری

آپ کی ولادت موضع جولیاں کرسال ضلع جہلم میں ہوئی۔ طبیعت بچپن سے ہی عبادت و ریاضت کیطرف مائل تھی۔ والد ماجد کا نام شاہ محمود تھا۔ جنہوں نے آپ کو بھینسیں چرانے کا کام دیا تھا۔ مگر اس کے باوجود آپ ریاضت و عبادت میں لگے رہے۔ بعض مخالفتوں کی بنا پر محمود شاہ ترک وطن کر کے علاقہ گولڑہ ضلع راولپنڈی میں اقامت گزیں ہو گئے۔ یہاں آپ کے والد نے آپ کو تعلیم کے لئے کیمبلپور کے ایک موضع غورغشتی میں بھیج دیا۔

ورودِ لاہور

آپ نے حضرت حیات المیرؒ قادری جو حضرت غوثِ اعظم کے پوتوں میں سے زندہ جاوید

ہیں، کے دستِ حق پر بیعت فرمائی۔ حضرت حیات المیر کی زندگی کا بیشتر حصہ لاہور ہی میں گزرا، اور آپ کے نامور خلفا میں سے شیخ بہلول دریائی قادری بھی اکثر و بیشتر لاہور تشریف لاتے تھے۔ اس لیئے ممکن ہے کہ مرشد اور مرید صادق سے ملاقات کی خاطر لاہور بھی تشریف لائے ہوں۔ حضرت شاہ مقیم حجروی نے بھی یہاں لاہور آکر قبرستان میانی میں ان سے بیعت کی تھی۔

علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد آپ حرمین الشریفین بغرض ادائیگی حج گئے اور حج و زیارت روضہ نبویہ صلے اللہ علیہ وسلم سے فارغ ہونے کے بعد وطن مالوف واپس آئے اور حکومت پاکستان کے موجودہ دارالحکومت اسلام آباد میں مقیم ہوتے اور یہاں رشد و ہدایت کی شمع روشن کی۔

صاحب حدیقۃ الاولیاء لکھتا ہے :

شاہ لطیف بری قادری بزرگان پنجاب سے تھے۔ حضرت کے خوارق و کرامات ہزاروں مشہور ہیں۔ آپ بڑے عابد و زاہد۔ گوشہ نشین۔ مست و مجذوب تھے۔ ہزاروں مرید مدارجِ تکمیل کو پہنچے۔ آپ نے نعمتِ باطنی حضرت حیات المیر زندہ پیر سے پائی۔ جو حضرت غوث الاعظم کے پوتوں سے زندہ جاوید ہیں۔

آپ کے ایک نامور خلیفہ شاہ بہلول قادری سے سلسلہ بہلول شاہی چلا۔ اس کے علاوہ آپ کے خلفا میں شاہ حسین بہت مشہور ہیں جن کی بیٹھک شاہ بری لطیف کے مزار کے بالمقابل ہے آپ کا ہر سال عرس ہوتا ہے۔ جو اب میلہ کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ یہ میلہ پاکستان بھر میں بہت مشہور ہے اور یہاں اندرون ملک سے لاکھوں انسان شرکت کرتے ہیں۔

وفات آپ کی ۹۶۴ھ مطابق ۱۵۵۶ء میں ہوئی۔

حضرت شاہ کمالؒ قادری کیتھلی

امام العارفین ۔ سلطان الاوتاد ۔ قدوۃ السالکین ۔ حجۃ العاشقین حضرت شاہ کمال کیتھلی قادری ۸۹۵ھ مطابق ۱۴۸۹ء میں بغداد میں پیدا ہوئے اور بارھویں ۱۲ پشت سے حضور غوث الاعظمؒ سے ملتے ہیں ۔ یعنی حضور کے ۴۲۴ سال بعد عالم ظہور میں تشریف لائے ۔ والد گرامی کا نام سید حاجی عمر تھا ۔ آپ کی ولادت سے چند سال بعد حضرت شاہ فضیل قادری بغداد شریف تشریف لائے تو آپ کے والد بزرگوار سے فرمایا : کہ یہ مادر زاد ولی ہیں ۔ ان کی تربیت پر خاص توجہ فرمائیں ۔

تعلیم و تربیت :

آپ نے ظاہری و باطنی علوم میں اس زمانہ کے جید علماء سے استفادہ کیا ، اور تفسیر ۔ حدیث اور فقہ پر مکمل عبور حاصل کر لیا ۔ اس کے بعد آپ مجاہدات اور ریاضات کی طرف متوجہ ہوئے ، اور آپ گھر بار ماں باپ اور اہل و عیال کو چھوڑ کر جنگلوں اور صحراؤں میں چلے گئے ۔ سمرقند ، بخارا روم و ایران ۔ مصر و فلسطین ۔ عراق و حجاز کے بیابانوں اور تپتے ہوئے صحراؤں میں اٹلی و سسلی ۔ الجزائر و قبرص کی سنگلاخ چٹانوں میں مدتوں پھرا کیے ۔

جواہر مجددیہ میں مرقوم ہے کہ حضور غوث الاعظمؒ نے اپنا خرقہ خاص اپنے ذاتی کمالات سے مملو کر کے اپنے صاحبزادے سید عبدالرزاق قدس سرہ کو سونپا تھا ۔ پھر یہ خرقہ سلسلہ بہ سلسلہ اس خاندان میں حضرت شاہ کمال کیتھلی تک پہنچا ۔ پھر آپ کے نبیرہ و خلیفہ حضرت شاہ سکندر کیتھلی کو ملا ۔ جنہوں نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کو اس سے سرفراز فرمایا :

شجرۂ طریقت :

آپ نے سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت شاہ فضیلؒ قادری عرف زندہ پیر سے بیعت کی اور انہیں سے خرقہ خلافت حاصل کیا ۔ شجرۂ طریقت اس طرح ہے :

حضرت شاہ کمال کیتھلی مرید حضرت شاہ فضیل قادری مرید شاہ گدا رحمٰن ثانی مرید شاہ شمس الدین مرید شاہ گدا رحمٰن اول مرید شاہ شمس الدین صحرائی مرید شاہ عقیل مرید شاہ بہاؤالدین مرید حضرت عبدالوہاب مرید حضرت غوث الثقلین عبدالقادرؒ گیلانی ۔

سیر و سیاحت :

علوم ظاہری و باطنی کی تربیت کے بعد آپ اپنے مرشد کامل حضرت شاہ فضیل قادری کے ہمراہ سیر و سیاحت دنیا کے لئے نکلے۔ اسی اثنا میں آپ دونوں حضرات نے ایک دفعہ حج بھی کیا اور پھر ہندوستان کفرستان بھی پہنچے اور اس طرح دنیا جہاں کی سیر کرتے رہے۔ بعد ازاں مرشد کے حکم سے آپ ہندوستان تشریف لائے۔ مگر یہاں کسی مقام پر بھی قیام نہ فرمایا ملتان لاہور۔ سرہند۔ دہلی۔ آگرہ اور احمد آباد تشریف لے گئے۔ آخر میں پائل تشریف لائے اور یہاں چند سے قیام کیا۔ ان ایام میں شیر شاہ سوری بادشاہِ وقت تھا اور حمید خاں حاکم ملتان جو آپ سے بے انتہا عقیدت رکھتا تھا۔ اسی قصبہ میں امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی کے والد محترم حضرت عبدالاحد کابلی بھی قیام فرما تھے۔ جو آپ سے بیعت تھے۔ اس سیر و سیاحت میں مرشد کامل حضرت شاہ فضیل قادری کے ساتھ کئی بار آپ نے حج کی سعادت حاصل کی۔ اس دور میں مختلف ممالک میں آپ سے بے شمار کرامات ظہور میں آئیں۔ اس صحرانوردی اور دشت پیمائی میں بیشمار واقعات آپ سے ایسے سرزد ہوئے جن سے خلقِ خدا کی بہتری مقصود تھی۔

ہندوستان میں آمد

آپ سرزمین عراق سے ملک ایران کے راستے مشہد۔ نجف اشرف۔ تبریز اور اصفہان سے ہوتے ہوئے ہندوستان میں درۂ گومل کے راستے وارد ہوئے۔ غالباً آپ شہنشاہ بابر کے آخری ایام میں آئے۔ اور اول اول ٹھٹھہ میں قیام فرمایا جو کہ علم و ادب۔ تہذیب و تمدن اور فنون لطیفہ کا مرکز تھا۔

اس زمانہ میں یہاں محدثین و فقہا کا بہت زور تھا، اور سادات عظام کے بے شمار خاندان یہاں مقیم تھے۔ یہاں آپ نے تقریباً دو سال تک قیام فرمایا۔ متعدد بار چلہ کشی کی — بے شمار آدمیوں نے یہاں سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ ٹھٹھہ سے آپ ملتان تشریف لائے۔ یہاں شیر شاہ سوری کے نائب ملتان حمید خاں نے آپ کا استقبال کیا اور ہر قسم کی مراعات مہیا کیں لیکن آپ نے ان کو قبول نہیں فرمایا۔ یہاں سے آپ براستہ لاہور لدھیانہ پہنچے۔ پھر یہاں سے پائیل (سرہند شریف) کا رخ کیا۔ یہاں حضرت امام ربانی کے والد بزرگوار اقامت گزین تھے۔

جو بعد ازاں آپ سے بیعت ہوئے پھر یہاں سے کیتھل شریف پہنچے، اور یہاں پر مستقل طور پر مقیم ہو گئے۔

ہندوستان میں آپ کی آمد کا زمانہ ۹۲۷ھ مطابق ۱۵۲۰ء ہے۔ اس سفر میں آپ کے ہمراہ حضرت شکر اللہ شیرازی۔ حضرت سید شاہ عبداللہ اور حضرت شاہ مبین تھے۔ حضرت شاہ عبداللہ اور حضرت شاہ مبین حضرت غوث الاعظم کی اولاد سے تھے۔ ان تینوں حضرات کے مزارات شہر ٹھٹھہ میں مکلی پہاڑی کے قبرستان میں ہیں اور آج تک مرجع خلائق ہیں۔

کرامات

جسطرح آسمان کے ستاروں کا گننا محال ہے۔ اس طرح حضرت شاہ کمال کی کرامات کا شمار بھی محال ہے مگر یہاں چند ایک پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی فرماتے ہیں کہ "جب ہم کو خاندانِ قادریہ کا کشف ہوتا ہے تو حضرت غوث الثقلین کے بعد حضرت شاہ کمال قادری جیسا بزرگ نظر نہیں آتا۔"

"دربار قادری" میں لکھا ہے کہ کسی رات تین رجال غیب آسمان سے اُترے اور حضرت شہ کمال قادری کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ اسی اثنا میں کوتوال شہر آ گیا۔ اُس نے دیکھا کہ چار آدمی بیٹھے ہیں۔ اس نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ انہیں گرفتار کر لیا جائے جب وہ سپاہی نزدیک آئے تو انہیں کوئی آدمی نظر نہ آیا، کیونکہ وہ تین رجال غیب تو ہوا میں اُڑ گئے اور حضرتِ اقدس ان کو باوصف موجودگی نظر نہ آئے۔ جب سپاہی چلے گئے تو وہ رجال غیب پھر آ گئے اور کہنے لگے ــــ "آپ کیوں نہ چھپے"؟ آپ نے فرمایا: "اللہ تعالےٰ نے فقرا کو وہ طاقت دے رکھی ہے جس سے وہ تمام عالم کا مشاہدہ کرتے ہیں مگر انھیں کوئی دیکھ نہیں سکتا۔" پھر ان تینوں رجال غیب نے آپ سے استدعا کی کہ چلئے، لاہور کی سیر کریں۔ آپ نے فرمایا۔ آپ ہی جائیں اور مجھے معذور سمجھیں۔" وہ تینوں رجال غیب ہوا میں پرواز کرتے ہوئے لاہور آ گئے۔ مگر دیکھتے کیا ہیں کہ آپ پہلے سے لاہور پہنچ چکے ہیں۔ انہوں نے آپ کے پہنچنے کی کیفیت دریافت کی۔ آپ نے فرمایا: فقیر کو آمد و رفت کی ضرورت نہیں۔ فقیر تو خود دنیا کو گھیرے ہوئے ہے اور خود اس دنیا سے باہر ہے۔ وہ جہاں چاہے چلا جائے۔

ایک دوسری جگہ تحریر ہے :

حضرت شیخ ابراہیم نے جو حضرت بابا فرید گنج شکرؒ اجودھنی کے نبیرہ تھے۔ ایک شخص سے ناراض ہو کر بسوزِ دل سے سارے لاہور میں آگ لگا دی۔ حضرت کبیر ملک العشاق ان دنوں صحرائے روم میں مصروفِ سیاحت تھے چار اہل اللہ ہوا میں پرواز کرتے ہوئے اوپر سے گزرے۔ باطنی قوت سے آپ کو پہچان کر خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔" حضور لاہور جل رہا ہے۔ اسے دیکھنے جارہے ہیں۔ آپ بھی تشریف لے چلیں۔" آپ نے ساتھ چلنے سے انکار کر دیا۔ وہ اہل اللہ لاہور آئے اور زمین پر کھڑے ہو کر جس دروازے پر کھڑے تھے، دیکھتے ہیں کہ حضرت کبیر ملک العشاق بھی موجود ہیں۔

پھر تحریر ہے :

ایک مرتبہ ایک باغ میں چند اہل اللہ آپ سے ملے وہ حضرت اقدس کے صحیح بلند مقام سے واقف نہ تھے۔ باغ میں یہ سب ایک باریک مسئلہ تصوف پر بحث کر رہے تھے۔ کوتوال شہر گشت پر تھا۔ وہ گفتگو کا شور سنکر باغ کے اندر آیا۔ مگر اسے کوئی نظر نہ آیا۔ وہ باہر چلا گیا۔ پھر گفتگو کا شور سُنا۔ وہ پھر باغ میں آیا۔ مگر اسے کوئی متنفس نظر نہ آیا۔ وہ یہ خیال کر کے کہ کوئی غولِ بیابانی ہے۔ واپس چلا گیا۔ یہ اہل اللہ حضرت اقدس سے رخصت ہونے لگے۔ آپ نے دریافت فرمایا:" کہاں کا ارادہ ہے؟" عرض کی۔" لاہور کا"۔ اور پھر وہ لاہور کی طرف ہوا میں پرواز کر گئے۔ جب وہ اہل اللہ لاہور پہنچے تو حضرت اقدس کو مع اہل و عیال لاہور میں ایک مکان کے آگے کھڑے دیکھا۔ حضرت اقدس نے انہیں اس مکان میں ٹھہرایا۔

" الکمال" میں آپ کی ایک کرامت اس طرح تحریر ہے :

" ایک مجذوب شیخ مونگر تھے۔ لاہور کے مقام پر بازار کے قریب ایک مسجد میں سکونت پذیر تھے۔ ان کے ہاتھ میں ہمیشہ دو اینٹیں ہوا کرتی تھیں۔ کوئی سوار ہو یا پیادہ۔ کسی میں یہ طاقت نہ تھی کہ وہاں سے صحیح سالم گزر جائے۔ ایک روز حضرت بہ حالت سواری وہاں سے گزرے۔ شیخ مونگر حسب دستور اُٹھے اور دونوں اینٹیں زمین پر پھینک دیں۔ سلام کر کے بے ساختہ حضرت کے قدموں پر گر پڑے۔

اس کتاب میں ایک اور واقعہ اسطرح تحریر ہے:

"منقول ہے کہ آپ ایک رات لاہور کی گلیوں اور بازاروں میں گھوم رہے تھے۔ تین اور اہل اللہ گشت کر رہے تھے۔ کوتوالِ شہر نگرانی کی غرض سے اس طرف آ نکلا۔ ان اہل اللہ میں سے ایک پانی کے مٹکے میں داخل ہو کر پانی میں تبدیل ہو گیا۔ دوسرا تنور کے اندر جا گھسا اور آگ کی طرح روشن دکھائی دینے لگا۔ تیسرا ہوا میں تبدیل ہو کر پرواز کرنے لگا۔ حضرت اقدس جہاں تھے، وہیں ٹھہرے رہے۔ ان کے پیچھے پیچھے کوتوالِ شہر گشت کرتا ہوا آ رہا تھا۔ تیزی سے آگے بڑھا کہ اس وقت یہاں کون لوگ ہیں۔ مٹکے میں دیکھا تو پانی نظر آیا۔ تنور میں آگ ہی آگ دکھائی دی۔ تیسرے صاحب جو ہوا میں اڑ رہے تھے۔ ان پر بھی حیرت ہی تھی۔ حضرت بھی وہیں موجود تھے لیکن انہیں کوئی دیکھ نہیں سکتا تھا۔ ان حالات نے کوتوالِ شہر پر جنون کی سی کیفیت پیدا کر دی اور وہاں سے چلتا بنا۔ ہر سہ اہل اللہ حضرت کی خدمت میں پھر اکٹھے ہو گئے

خلفاء

سیر و سیاحت اور قیام کیتھل شریف میں لاتعداد انسانوں نے آپ سے شرف بیعت کیا اور خلافت حاصل کی۔ چند ایک کے اسمائے گرامی اس طرح ہیں:

۱۔ حضرت شاہ سکندرؒ قادری کیتھلی
۲۔ شیخ عبدالاحدؒ سرہندی کابلی
۳۔ ملا محمد مدرسؒ سندھی (ٹھٹھہ)
۴۔ قطب عالم شاہ موسیٰؒ ابوالمکارم
۵۔ حضرت جلال الدینؒ کبکبہ ملتانی
۶۔ حضرت شاہ ہاشمؒ قادری نوتوی
۷۔ حضرت خواجہ امان اللہؒ حسینی کیتھلی
۸۔ حضرت شیخ مودودؒ قادری سامانوی
۹۔ خواجہ فتح علی خانؒ (مورث اعلیٰ خاندان خان لیاقت علی خاں وزیر اعظم پاکستان)
۱۰۔ خواجہ عین الدینؒ کلانوری

(۱۱) حضرت شیخ سخی رح

(۱۲) حضرت شیخ نور جمال رح

(۱۳) قاضی عبدالرحمٰن دیپالپوری

(۱۴) باوا اسمٰعیل پوری رح

(۱۵) شاہ یوسف غوث رح بھکری

(۱۶) شیخ الہ داد رہتاس

(۱۷) سید غیاث الدین رح قادری لاہوری

(۱۸) شیخ بلال رح سندھی

(۱۹) سید علی شہدی رح

(۲۰) شیخ سالم برہان پوری

(۲۱) شیخ طیب کیتھلی

---

(۱) امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رح فرماتے ہیں :

" جب مجھے بزرگوں کا عروج حاصل ہوتا ہے تو مجھے سلسلۂ قادریہ میں حضرت غوث الثقلین کے بعد حضرت شاہ کمال رح قادری ایسی کوئی عظیم المرتبت ہستی کم ہی نظر آتی ہے ۔"

(۲) شیخ عبدالاحد رح کابلی سرہندی والد ماجد امام ربانی فرماتے ہیں :

" مجھے نسبت فردیت حضرت شاہ کمال قادری کیتھلی نے عطا فرمائی جو جذبۂ قدسی اور خوارق عظیم والے تھے ۔"

(۳) جواہر مجددیہ مصنفہ خواجہ احمد حسین خاں نقشبندی قادری مجددی ، حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ مصنفہ خلیفہ محمد حسن نقشبندی ۔ سیرت امام ربانی مؤلفہ ابو البیان محمد داؤد سہروردی عمدۃ المقامات مصنفہ خواجہ حاجی محمد فضل اللہ ۔ زبدۃ المقامات مصنفہ محمد ہاشم کشمی برہان پوری نقشبندی مجددی ۔ حضرت القدس مصنفہ علامہ بدرالدین نقشبندی سرہندی ۔ روضۃ القیومیہ مصنفہ خواجہ ابوالفیض کمال الدین محمد احسان نقشبندی میں حضرت شاہ کمال قادری اور حضرت شاہ سکندر قادری کیتھلی کے

متعلق بہترین آراء موجود ہیں۔

مکتوبات

آپ نے بہت سے مکتوبات اپنے صاحب زادوں اور مریدین و متوسلین کو تحریر فرمائے یہ خطوط فارسی زبان میں ہیں۔ ان خطوط کا خلاصہ کتاب " دربار قادری " میں دیا گیا ہے۔ یہ خطوط اپنی سلاست۔ فصاحت اور چاشنیٔ زبان میں بے مثال ہیں۔ ان مکتوبات کو کتاب " دربارِ قادری " میں ملاحظہ فرمایا جا سکتا ہے۔

ملفوظات :

(۱) کمال وہ ہے جو حق سبحانہٗ تعالیٰ کی ذات کا کمال ہے۔

(۲) فقیری فقراء کے لئے نعمت عظیم ہے۔

(۳) آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں فقر سے بڑھ کر کوئی متابعت نہیں۔

(۴) درویش راضی برضائے الٰہی ہوتا ہے۔

(۵) انسان کہلانے کا مستحق وہ ہے جو اپنے آپ سے آزاد اور ہر جال سے محفوظ ہے۔

(۶) اللہ تعالیٰ کے عاشقوں پر توقف حرام ہے۔

(۷) خدا کے دوستوں کو کوئی پابند نہیں کر سکتا۔

(۸) پیر پرست مرید خدا پرست سے بہتر ہے۔

(۹) عشاق عیال و اطفال کے پابند نہیں۔ جسطرح عوام ہوتے ہیں۔

اولاد : آپ کے تین فرزند تھے :

(۱) شاہ عماد الدین قادری

(۲) شاہ موسیٰ ابوالمکارم : آپ کو قبولہ شریف کی ولایت اپنے والد گرامی سے ملی تھی وفات بھی وہیں ہوئی۔ سن وفات ۹۹۹ھ مطابق ۱۵۹۱ء ہے۔

(۳) شاہ نور الدین قادری۔ آپ کا مزار پر انوار کیتھل میں حضرت شاہ کمال کے مرقد منور کے پاس ہے۔

آپ کی وفات ۹۸۱ھ مطابق ۱۵۷۳ء میں شہر کیتھل شریف میں ہوئی جو شرقی پنجاب کے ضلع کرنال کی ایک تحصیل ہے ۔ یہ نہایت قدیم شہر ہے ۔ دہلی سے ۱۲۴ میل کے فاصلے پر واقع ہے اس کے قریب ہی تھانیسر (کورکشیتر) اور پانی پت واقع ہیں جہاں تین مشہور عالم جنگیں لڑی گئیں ۔

حضرت شیخ داؤد شیر گڑھی قادریؒ

آپ کا اسم گرامی داؤد اور والد ماجد کا نام سید فتح اللہ خاں ۔ آپ کرمان کے سادات کرام سے تھے ۔

آپ کی نسبت چند واسطوں سے حضرت امام موسیٰ کاظم رضؓ تک اس طرح پہنچتی ہے :

سید داؤد کرمانی بن سید فتح اللہ کرمانی بن سید مبارک بن سید فیض اللہ باقی بن سید صفی الدین آدم کرمانی بن سید تقی الدین احمد بن سید عبد المجید بن سید عبد الحفیظ بن سید عبد الرشید بن سید ابو النقایم بن سید ابو المکارم بن سید ابو المحاسن بن سید ابو الفیض بن سید ابو المفضل بن سید عبد الباقی بن ابو المعالی محمد بن سید ابو الواہب بن سید ابو الحیات بن سید محمد بن سید شاہ بن سید شاہ محمد میر بن سید مسعود بن سید محمود بن سید ابو الاحمد بن سید داؤد بن سید ابو ابراہیم اسماعیل بن سید محمد بن سید موسیٰ برقع بن امام موسیٰ کاظم رضؓ ۔

آپ کے بزرگ عرب سے پاکستان آئے تھے اور ملتان کے قریب کسی جگہ اقامت گزیں ہوئے تھے ۔ آپ کے والد بزرگوار سید فتح اللہ ملتان کے قریب بیت پور میں مقیم ہوئے ۔ پھر وہاں سے جونی والی میں منتقل ہو گئے ۔ ابتدائی تعلیم آپ نے اسی قصبہ میں حاصل کی ۔

ورود لاہور :

ابتدائی تعلیم لاہور میں حاصل کی اور یہاں کے مشہور شاعر اور عالم مولانا جامی کے ایک شاگرد مولانا اسماعیل سے علوم ظاہری میں تکمیل کی اور پھر جلد ہی علوم باطنی کی طرف راغب ہوئے ، اور حضرت غوث الاعظم سے اویسی طریقہ میں فیض حاصل کیا ۔

علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد آپ نے سلسلہ عالیہ قادریہ میں شیخ عبد القادر ثانی اوچی

کے پوتے سید حامد گنج بخش قادری اوچی سے بیعت کی۔ بے انتہا عبادت گزار تھے۔ بیعت کے بعد آپ نے بڑی بڑی ریاضتیں اور مجاہدے کیے۔ تن تنہا ننگے سر اور ننگے پاؤں جنگل میں نکل جاتے، اور کافی کافی عرصہ اس طرح عبادات میں گزارتے تھے۔ لکھا ہے کہ تمام تمام رات نماز میں گزارتے۔ کبھی ساری ساری رات قیام میں رہتے۔ کبھی تمام رات رکوع میں گزارتے۔ کبھی تمام شب سجدے میں پڑے رہتے۔ چند سال آپ نے صحرا، اور ویرانوں میں بھی گزارے۔ ان مجاہدات کے بعد نسبتِ اویسی آپ نے حضرت غوث الاعظم سے حاصل کی۔

مجاہدات کی تکمیل کے بعد آپ نے مستقل طور پر شیر گڑھ ضلع ساہیوال میں اقامت اختیار کی۔ اس زمانہ میں مخدوم الملک عبداللہ سلطان پوری نے سلیم شاہ سوری کے پاس آپ کی شکایت کی۔ چنانچہ آپ کو دربار میں بلایا گیا۔ مگر آپ کی راست بازی کے باعث آپ پر کوئی کاروائی نہ ہو سکی۔ شیخ قطب عالم بن شیخ عبدالعزیز چشتی جب آپ کی خدمتِ اقدس میں شیر گڑھ حاضر ہوئے تو آپ کے زہد و ورع سے بے حد متاثر ہوئے۔

پاس شریعت:

آپ کو شریعت محمدیہ کا اس قدر احساس و احترام تھا کہ قرآن و حدیث کے خلاف کوئی کام نہ کرتے تھے۔ آپ کی روحانیت اور تقدس کی شہرت تمام اطرافِ عالم میں پھیل چکی تھی۔ پند و موعظت اور ارشاد و ہدایت میں آپ کا تمام وقت گزرتا تھا۔ آپ کے خلفاء میں مولانا جمال الدین معروف بہ شیخ بہلول دہلوی۔ شاہ ابو المعالی لاہوری۔ شاہ ابو اسحاق قادری لاہوری بہت مشہور ہیں۔

ایک دفعہ اکبر شاہ نے شہباز خاں کو آپ کے پاس بھیجا کہ آپ کو بلا لائے۔ مگر آپ نے انکار کر دیا اور کہلا بھیجا کہ مجھے معذور سمجھو۔ میں یہاں بیٹھا دعا دیتا ہوں۔

منتخب التواریخ کے مصنف اور مشہور و معروف مؤرخ ملا عبدالقادر بدایونی نے شیر گڑھ جا کر آپ سے ملاقات کی اور آپ کے پاس تین چار دن رہے۔ وہ آپ کی بہت تعریف کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں: کہ شیخ داؤد کے جمال میں کوئی چیز ایسی نظر آتی ہے جس سے دنیا کے صاحب جمال محروم ہیں۔ گفتگو اور تبسم میں چہرے پر ایسا نور چمکتا ہے کہ دلوں کی تاریکیاں دور ہو جاتی ہیں۔ ملاقات کے وقت آپ نے ملا کو بہت سی نصیحتیں کیں۔ ملا عبدالقادر بدایونی لکھتے ہیں کہ شاید

ہی کوئی دن ایسا ہوتا جس میں سو سو پچاس پچاس غیر مسلم بمعہ اپنے اہل و عیال اسلام قبول نہ کرتے ہوں۔

آپ کی وفات ۹۸۲ھ مطابق ۱۵۷۴ء میں ہوئی۔

شیخ بہلول دریائی قادری

حضرت شیخ بہلول جن کو تذکرہ نویسوں نے شاہ بہلول اور بہلول دریائی بھی لکھا ہے، عہد اکبر، جہانگیر اور شاہجہان کے جدّ عالم سلسلہ قادریہ کے مبلغ اعظم۔ فقہ حنفیہ کے عظیم فقیہہ عارف کامل اور مادر زاد ولی اللہ تھے۔ ولادت ۱۵۱۵ء میں ہوئی۔ آپ کا وطن دریائے چناب کے کنارے موضع لالیاں کے قریب ایک چھوٹا سا قصبہ تھا جو اب موضع بہلول کے نام سے مشہور ہے۔ تیس سال کے ہوئے تو حج کے لئے چلے گئے۔ اس دوران میں آپ نے تمام اسلامی ممالک کی سیر و سیاحت کی۔ نجف اشرف، کربلائے معلیٰ، مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، بغداد شریف، مشہد مقدس ہوتے ہوئے راولپنڈی کے نزدیک بری شاہ لطیف کے پاس پہنچے جو حضرت شاہ محمد مقیم حجرہ والے کے خلیفہ تھے۔ یہاں آپ نے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کی۔

لکھا ہے کہ ۹۵۵ھ مطابق ۱۵۴۸ء میں آپ لاہور پہنچے اور ٹکسالی دروازے کے قریب ایک چھوٹی سی مسجد میں ٹھہرے۔ جس میں حافظ ابوبکر بچوں کو پڑھاتے تھے۔ یہاں آپ نے شاہ حسین نادری کو دیکھا جو کہ اس وقت سات پارے حفظ کر چکا تھا۔ چنانچہ آپ اس لڑکے کو مکمل تعلیم و تربیت سے نواز کر واپس چلے گئے۔

اولاد :

آپ کے دو لڑکے تھے: ایک کا نام محمد علی اور دوسرے کا نام ولی محمد تھا۔ محمد علی کی شادی گیسو دراز بندہ نواز غریب نواز خلیفہ حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی کے خلیفہ مجاز حضرت حسن بخت کی صاحبزادی زینت بیگم سے ہوئی جس سے چار لڑکے ہوئے۔ بڑے لڑکے کا نام فتح محمد اور چھوٹے کا محمد الیاس تھا۔

سلطان حیدر علی فاتح میسور اور مجاہد اعظم سلطان فتح علی ٹیپو آپ کی ہی اولاد سے تھے وفات ۱۰۳۹ھ مطابق ۱۶۲۹ء میں ہوئی اور مدفن جب گر شاہ بہلول ضلع جھنگ میں ہے جو پنڈی بھٹیاں کے نزدیک ہے۔ پہلے یہ علاقہ ضلع جھنگ کی حد میں تھا، مگر اب ضلع گوجرانوالہ میں شامل ہے۔

حضرت صدر دیوان قادری قصوری

آپ حضرت بہلول قادری کے مرید اور شاہ حسین قادری لاہوری کے پیر بھائی تھے۔

مقام چلہ صدر دیوان

اندرون چار دیواری حضرت مادھو لال حسین میں واقع ہے۔ جب آپ لاہور تشریف لائے تھے تو باغبانپورہ میں خانقاہ حضرت مادھو لال حسین قادری میں قیام پذیر رہے تھے اور اس جگہ آپ کا چلہ اب بھی زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔

مزار قصور میں ہے اور مرجع خلائق ہے۔

شاہ قطب الدین ابو المکارم قادری

حضرت شاہ قطب الدین ابو المکارم ملقب بہ شاہ موسیٰ حضرت کبیر ملک العشاق شاہ کمال کیتھلی کے دوسرے فرزند ارجمند اور خلفائے سے تھے۔ ابتدا سے ہی ریاضت و مجاہدہ میں مشغول رہا کرتے تھے۔ جسکی وجہ سے آپ کی کرامات اور خوارق کا چرچا دور دور تک پھیل گیا تھا۔ آپ کے بڑے بھائی کا نام عماد الدین اور چھوٹے کا نام شاہ نور الدین تھا۔

ولایت قبولہ شریف ضلع ساہیوال

حضرت کبیر ملک العشاق شاہ کمال قادری نے اپنی حیات ہی میں آپ کو ولایت قبولہ شریف تفویض کر دی تھی۔

ورود لاہور :

میاں مقبول محی الدین گیلانی نے فرمایا ہے کہ آپ لاہور تشریف لاتے رہے ہیں۔

مزار اقدس قبولہ شریف ضلع ساہیوال میں واقع ہے۔ وصال ۲۵ ررمضان ۹۹۹ھ مطابق ۱۵۹۱ء میں ہوا۔

شاہ معروفؒ قادری چشتی

آپ حضرت شیخ فریدالدینؒ گنج شکر چشتی کی اولاد سے تھے۔ پہلے اپنے والد گرامی سے چشتیہ سلسلہ میں مقامات سلوک طے کئے۔ پھر میراں سید مبارک حقانی اوچی بن سید محمد غوث گیلانی اوچی کی خدمت بابرکت میں بمقام لکھی جنگل پہنچے اور سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت فرمائی۔ اور خرقۂ خلافت پاکر شاہ معروفؒ سے مخاطب ہوئے اور مرشد نے فرمایا کہ معروف تجھ سے نیا خاندان جاری ہوگا۔ چنانچہ اس طرح آپ طریقہ نوشاہی کے امام ہوئے، اور یہ سلسلہ آپ سے اس طرح جاری ہوا۔

لاہور میں آپ سید مبارک حقانی اوچی کے ساتھ تشریف فرما ہوئے تھے اور کافی عرصہ یہاں قیام فرمایا۔ یہاں تک کہ سید مبارک حقانی کا لاہور ہی میں وصال ہوگیا۔

وفات ۹۸۷ھ مطابق ۱۵۷۹ء بعہد جلال الدین اکبر ہوئی۔ جب میراں سید مبارک حقانی اوچی کا لاہور میں انتقال ہوا۔ تو آپ نے ان کے جسد مبارک کو لاہور سے لاکر اوچ شریف میں ان کے والد حضرت سید محمد غوث اوچی حلبی کے پاس دفن کیا۔

سید اللہ بخش گیلانی قادری

سید اللہ بخش بن سید محمد زین العابدین بن سید عبدالقادر ثانی ہیں اور لاہوری کے نام سے مشہور ہیں۔ کافی عرصہ لاہور میں مقیم رہے پھر سیر و سیاحت کرتے بنگال چلے گئے۔

وفات ۹۹۴ھ مطابق ۱۵۸۵ء میں ہوئی۔ مزار ملک بنگالہ کے کسی دیہہ میں ہے۔ اس وقت دارالسلطنت دہلی کا فرماں روا شہنشاہ جلال الدین اکبر تھا۔

حضرت سخی شاہ سلیمان نوری قادری

آنجناب حضرت شاہ معروف قادری چشتی مرید سید مبارک حقانی خلیفہ حضرت سید محمد غوث ملبی اوچی کے خلافت یافتہ تھے۔ چار سال کی عمر میں ہی اپنے مرشد کے منظورِ نظر بن گئے۔

سکر عشق اور محبت میں شان عالی رکھتے تھے۔ صاحب کرامات و خوارق بزرگ تھے بروقت سکر کی حالت میں رہتے تھے۔ آپ کو سماع میں بہت وجد ہوتا تھا۔

شرافت صاحب فرماتے ہیں کہ آپ لاہور تشریف لائے تھے۔ آپ کے دو خلیفے تھے اول حاجی محمد نوشاہ گنج بخش اور دوسرے مولوی کریم الدین قادری۔

آپ کے دو صاحبزادے تھے: (۱) شیخ رحیم داد قادری (۲) شیخ تاج الدین قادری

وصال سنہ ۱۰۱۲ھ مطابق سنہ ۱۶۰۳ء میں ہوا۔ مزار اقدس کھلوال شریف میں ہے۔

حضرت شاہ دیوان بدر گیلانی قادری رح

شجرہ نسب اس طرح ہے:

شاہ بدر گیلانی بن سید شرف الدین بن سید یحییٰ بن سید علاؤ الدین علی بن شمس الدین محمد بن سید شہاب الدین احمد بن علاؤ الدین علی ثانی بن سید قاسم بن سید یحییٰ ناتاری بن سید احمد متقی بن سید ابی صالح بن سید ابی نصر بن عبد الرزاق بن حضرت غوث الاعظم۔

آپ جلال الدین اکبر بادشاہ کے زمانہ میں ہندوستان آئے۔ کچھ عرصہ لاہور میں قیام کیا۔ جس جگہ آپ نے لاہور میں قیام کیا اور چلہ کشی کی وہ جگہ اب تک بیگم پورہ کے پاس موجود ہے۔ اب اس جگہ بے شمار قبریں ہیں۔ خوارق و کرامات آپ کی بے شمار ہیں۔

وفات ۲ ربیع الاول سنہ ۱۰۱۸ھ مطابق سنہ ۱۶۰۹ء میں ہوئی۔ مزار اقدس موضع مسانیاں تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور (بھارت) میں ہے۔ مقبرہ پر میں بے شمار دفعہ اپنے والد گرامی کے ساتھ حاضر ہوا تھا۔ بادشاہ دہلی نور الدین جہانگیر کا عہدِ حکومت تھا۔

حضرت شاہ سکندر قادری کیتھلیؒ

رئیس الاولیاء حضرت شاہ سکندر قادری کیتھلی حضرت شاہ کمال قادری کیتھلی کے پوتے اور حضرت شاہ عماد الدینؒ کے نور نظر تھے۔ آپ نے بچپن سے ہی اپنے جدّ امجد کی صحبت میں رہ کر روحانی اور باطنی علوم کی تکمیل فرمائی تھی۔ تقریباً ۹۶۵ھ مطابق ۱۵۵۷ء آپ کی ولادت کا سال ہے۔ آپ کا سلسلۂ نسب چودھویں پشت میں غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی سے جاملتا ہے آپ کا ملکوتی نام عبداللہ اور شاہ سکندر رہے۔ رئیس الاولیا لقب اور ابوالحسنات کنیت ہے آپ نے اپنے والد اور دادا صاحبان سے علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل فرمائی اور چھوٹی سی عمر ہی میں اپنے دادا سے اکتساب فیض کر لیا۔

حضرات القدس جلد دوم کے صفحہ ۸ پر تحریر ہے:

"حضرت امام ربانی کو سلسلہ قادریہ میں حضرت شاہ کمال کیتھلی کے مقبول نظر ہونے کی وجہ سے حضرت شاہ سکندر نبیرہ شاہ موصوف سے انتساب حاصل تھا حضرت شاہ کمال نے باوجود اپنے صاحبزادے شاہ عماد الدین کی موجودگی کے خلافت حضرت شاہ سکندر کو عطا فرمائی تھی"

سیر و سیاحت آپ کی فطرت ثانیہ تھی۔ اس لئے آپ نے کثرت سے سیر و سیاحت کی، اور اشاعت دین اور اقامت دین کے لئے تبلیغ اسلام کے شاندار کارنامے سرانجام دیئے۔

زبدۃ المقامات صفحہ ۱۳۱ پر لکھا ہے کہ حضرت مخدوم صاحب (شیخ عبدالاحد والد حضرت امام ربانی) فرمایا کرتے تھے کہ آفتاب کی طرف نظر جا سکتی ہیں لیکن شاہ سکندر کے دل پر غلبۂ نور کی وجہ سے نظر نہیں ٹھہر سکتی۔

جواہر مجددیہ مصنفہ خواجہ احمد حسین خاں نقشبندی مجددی مطبوعہ اللہ والے کی قومی دکان لاہور" حالات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ مصنفہ خلیفہ محمد حسن نقشبندی مجددی مظہری للّٰہی مطبوعہ اللہ والے کی قومی دکان لاہور۔ سیرت امام ربانی مؤلفہ ابوالبیان محمد داؤد سہروردی نقشبندی مجددی۔ امرتسر ۱۹۲۵ء۔ عمدۃ المقامات مصنفہ خواجہ حاجی محمد فضل اللہ مطبوعہ لاہور۔ زبدۃ المقامات

مصنفہ محمد ہاشم کشمی برہان پوری نقشبندی مجددی خلیفہ امام ربانی - اللہ والے کی قومی دکان لاہور۔ حضرات القدس جلد اول و دوم مصنفہ علامہ بدرالدین سرہندی نقشبندی - روضۃ القیومیہ - مصنفہ خواجہ ابوالفیض کمال الدین محمد احسان نقشبندی مجددی معصومی وغیرہ میں آنجناب کی بہت شان اور توصیف بیان کی گئی ہے۔

کرامات :

آپ کی کرامات اور خوارق کی تفصیل دینے کا یہ موقع نہیں ہے کیونکہ ایسی کرامات آپ سے ہر روز و شب واقع ہوتی تھیں۔ مگر یہاں چند ایک جو کہ لاہور سے متعلقہ ہیں تحریر کی جاتی ہیں :

دربار قادری میں تحریر ہے :

روایت ہے کہ ایک روز آپ لاہور تشریف لائے اور حضرت طاہر بندگی دجو پیر میانی شریف کے نام سے مشہور ہیں اور آپ کے خلیفہ ہیں) کے مکان کے سامنے آکھڑے ہوئے۔ شیخ طاہر بندگیؒ اس وقت اپنے مکان کی بالائی منزل پر تھے۔ انھوں نے آپ کو دیکھتے ہی چاہا کہ بے اختیار بالائی منزل سے چھلانگ لگا کر قدم بوسی کروں۔ آپ کو ان کی قلبی حالت معلوم ہوگئی، اس لئے آپ نے فوراً ہی فرمایا :

" طاہر تم جلدی نہ کرو، زینے کے راستے سے آؤ "

شیخ طاہر زینے کے راستے سے آئے اور قدمبوس ہوئے۔ آپ نے فرمایا :

" طاہر تم یہیں رہو، ہم شہر کی سیر کر کے یہیں آتے ہیں "۔

شیخ طاہر سوچنے لگے : کہ حضرت والا شہر کی طرف جا رہے ہیں ایسا نہ ہو کہ شہر کے ملاں لوگ آپ کے ساتھ کتوں کو دیکھ کر گستاخی سے پیش آئیں اور پھر گستاخی کے مکافات میں یہ شہر لاہور تباہ و برباد ہو جائے۔ اس لئے آپ نے بالاخانے سے حضرت والا کو دیکھا۔ شیخ طاہر دیکھ رہے تھے کہ جس طرف آپ جاتے ہیں لوگ ہیبت زدہ اور سراسیمہ ہو جاتے ہیں اور کیا مجال کہ کوئی چون و چرا بھی کر سکے۔

آپ کا گزر ملا عبدالرحمٰن کے مکتب سے ہوا۔ جب ملا کی نظر آپ کے روئے منور پر پڑی تو وہ بے اختیار ہو کر دوڑا، اور قدم بوس ہوا۔ پھر آپ نے شیخ طاہرؒ کے گھر کا

رخ کیا۔ مگر ملا عبدالرحمٰن پیچھے پیچھے آرہے تھے۔ آپ نے شیخ طاہرؒ کے گھر پہنچکر شیخ طاہر سے تبسم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

" یہ بڑا نیک ملا۔ تیرے لئے شکار کرکے لایا ہوں "۔

اور پھر ملا عبدالرحمٰن کو سلسلہ عالیہ قادریہ میں داخل کرکے خرقہ خلافت بھی عنایت فرمایا۔ اس کے بعد شہر لاہور کے سینکڑوں ہزاروں افراد آپ کے حلقہ بعیت میں داخل ہو گئے۔

ایک دفعہ آپ نے قیام لاہور کے دوران میں شیخ طاہر بندگی کو حکم فرمایا کہ سلسلے سے شہر میں منادی کر دی جائے کہ جس کو لڑکے کی ولادت منظور ہو وہ نذرونیاز لے کر حاضر ہو جائے۔ منادی کرا دی گئی۔ ہزاروں حاجت مند معہ نذرونیاز حاضر آ گئے۔ بعد قبولِ نذر آپ فرما دیتے تھے کہ " جا تو لڑکا ہو گا "۔

شہر کے بدباطن اس اعلان پر تمسخر اڑا رہے تھے۔ انہوں نے ایک لڑکے کو عورت کے لباس میں نذر دے کر آپ کی خدمت میں بھیجا۔ آپ نے نذر قبول فرمائی اور فرمایا:

" جا تو لڑکا ہوگا۔"

وہ بدباطن اس بات پر اور زیادہ بےہودہ گوئی پر آ گئے کہ دیکھئے انہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ لڑکا ہے عورت نہیں ہے۔ آپ نے ان ایام میں سوا لاکھ لڑکوں کی بشارت فرمائی۔ آخیر میں ایک ضعیفہ لڑکے کی تمنا سے کرائی۔ آپ نے فرمایا: اب تعداد پوری ہو گئی۔ اس نے گریہ وزاری شروع کی اور یہ عرض کی ــــ " حضور! میں دربار غوثیہ سے محروم و ناکام جا رہی ہوں اور تمام اہل شہر کامیاب ہو کر جا رہے ہیں۔ اس پر آپ بہت متاثر ہوئے اور اس کی نذر بھی قبول فرمائی۔

اس واقعہ کے بعد آپ لاہور ہی میں قیام فرما رہے۔ جن کو لڑکوں کی بشارتیں دی گئی تھیں ان کے وضع حمل کے وقت خدا کے حکم سے ان گھروں میں لڑکے پیدا ہو رہے تھے اور اس لڑکے کو بھی جسے ان بدباطن لوگوں نے بھیجا تھا اور آپ نے اس کی نذر قبول فرمائی تھی ــــ دردِ زِہ شروع ہوا۔ درد کی شدت سے وہ چیخنے لگا۔ لوگ جمع ہو گئے اور ان بدباطن آدمیوں کو نفرین کرنے لگے۔

آخر اہل محلہ نے یہ فیصلہ کیا کہ اس لڑکے کو آپ کی خدمت بابرکت میں پیش کر کے اس کا قصور معاف کر دیا جائے، چنانچہ اہل محلہ اس لڑکے کو لے کر آپ کی خدمت میں لے آئے اور عرض کیا کہ حضور! یہ کور باطن ہیں انہیں معاف فرما دیا جائے۔ اسی عرصے میں وہ بڑھیا بھی آگئی جسے آپ نے اولاً یہ فرما دیا تھا کہ اب تعداد پوری ہو گئی اور پھر اس کے رونے پیٹنے پر اس کی نذر قبول فرمائی تھی۔

آپ کو اس لڑکے کی تکلیف پہ رحم آگیا اور بڑھیا کو حکم فرمایا کہ اس لڑکے کے پیچھے سے نکل جاؤ ـــــ بڑھیا اس لڑکے کے پیچھے سے نکل گئی چنانچہ وہ حمل لڑکے سے نکل کر بڑھیا کے قرار پا گیا۔ اور لڑکا اس دردِ زہ کی مصیبت سے بچ گیا۔

اس واقعہ سے اہل لاہور جوق در جوق آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے۔ اور آپ نے محصلہ رقم غربا اور مساکین میں تقسیم فرما دی۔

صاحب آئینۂ تصوف نے آپ کے خلفاء کی تعداد سترہ تحریر کی ہے۔ جن کے نام یہ ہیں:۔

(۱) حضرت شیخ طاہر بندگی قادری لاہوری

(۲) خواجہ شاہ گدا رحمٰن عباس قادری فرزند

(۳) خواجہ محب اللہ الیاس زہدی قادری فرزند۔

(۴) شیخ محمد اسلام بہاروی

(۵) حضرت میراں شاہ غازی رام گڑھ راجپوتانہ۔

(۶) ملا عبدالرحمان قادری لاہوری (کوٹلی پیر عبدالرحمٰن قادری)۔

(۷) حافظ نور جمال قادری

(۸) باوا بال پوری

(۹) امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی سرہندی۔

(۱۰) شیخ نور محمد پٹنی

(۱۱) شاہ محمود عالم لاہوری (۱۲) ملا حسین لاہوری

(۱۳) قاضی صدرالدین لاہوری (۱۴) ملا ابوالفتح لاہوری

(۱۵) ملا امام الدین لاہوری

(۱۶) شیخ ادریس سامانوی رح

آپ کے دو صاحبزادے تھے:

(۱) شاہ گدا رحمان عباس قادری

(۲) شاہ محب اللہ الیاس زیدی ۔۔۔ موجودہ سجادگان کیتھل شریف انہی کی اولاد سے ہیں۔

آپ کی تاریخ وفات ۲۴ جمادی الاول ۱۰۲۵ھ مطابق ۱۶۱۶ء ہے۔ مزار پرانوار کیتھل شریف میں واقع ہے۔

لکھا ہے کہ وصال کے وقت آپ نے تازہ غسل فرمایا: نماز ادا کی، بہت دیر تک سر بسجود رہے اور اہل خانہ اور اہل ارادت کے لیئے دعائے مغفرت فرمائی۔ دونوں صاحبزادوں کو طلب فرمایا۔ پند و نصائح کے بعد تبرکات عالیہ عطا فرمائے۔

کیتھل شریف میں آپ کا مزار اقدس ہے جو اب بھی مرجع عوام و خواص ہے۔

ملا عبد الغفور قادری رح

آپ حضرت میاں میر رح کے باکمال اصحاب میں سے تھے۔ صاحب مجاہدہ و ریاضت شیخ تھے۔ لاہور میں مدرس تھے۔ جب بھی آپ حضرت میاں میر رح کی خدمت اقدس میں آتے تو آپ انہیں قبول نہ فرماتے۔ اس طرح کافی مدت گزر گئی میاں حاجی محمد بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک دفعہ میرے پاس آئے اور تمام ماجرا بیان کیا اور رو پڑے۔ میں نے ان کی ڈھارس بندھائی۔ اور جب میں آنجناب کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ایک باغ میں تشریف فرما تھے۔ چنانچہ میں نے آپ کو خوش دیکھ کر تمام واقعہ بیان کیا۔ آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا: کہ جاؤ اسے میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ میں جا کر ان کو ساتھ لے آیا اور آپ نے از راہ عنایت ان کو مشغول فرمایا اور جو ان کا مطلب تھا وہ حاصل ہو گیا۔

آپ حضرت میاں میر رح کی حیات ہی میں وفات پا گئے تھے۔ مزار پرانوار کلانور میں بنا۔

حضرت اسماعیل ہزارہ قادریؒ

آپ حضرت میاں میرؒ قادری لاہوری کے مریدین ومنتسبین میں سے تھے۔ لاہور آکر، سلسلہ عالیہ قادریہ میں آپ سے بیعت کی اور پھر اکبر آباد چلے گئے جہاں وفات پائی، اور مدفون ہوئے۔ "سکینۃ الاولیاء" میں آپ کا ذکر موجود ہے۔

وفات ۱۰۴۵ھ/۱۶۳۵ء سے قبل ہوئی۔ مرید حضرت میاں میرؒ بالا پیر قادری لاہوری تھے۔ مزار پرانوار اکبر آباد میں ہے۔ قادری سلسلہ میں بیعت کے لئے حضرت میاں میرؒ کی خدمت میں لاہور حاضر ہوئے تھے۔

قاضی شیخ محی الدین قادریؒ

قاضی شیخ محی الدین بن شیخ جلال الدین بن شیخ محمد غوث بن شیخ شمس الدین ہراتی بخاری۔

آپ کے آباؤ اجداد ہرات سے ٹھٹھہ اور وہاں سے ہندوستان تشریف لائے۔ ولادت آپ کی ٹھٹھہ سندھ میں ۹۹۵ھ/۱۵۸۷ء میں ہوئی۔ مگر زندگی کے آخری ایام میں یعنی اکبر بادشاہ کے زمانے میں ٹھٹھہ سے نقل مکانی کر کے براستہ اوچ۔ لاہور۔ بٹالہ ہوتے ہوئے کلانور مستقل طور پر اقامت گزیں ہوئے۔ آپ نے حضرت شاہ بدر دیوان گیلانی المتوفی ۱۰۱۵ھ/۱۶۰۶ء کی زیارت مسانہ میں کی تھی اور ان سے فیض حاصل کیا۔

دورانِ سیاحت آپ نے سینکڑوں اولیاء سے فیض حاصل کیا۔ مرقدِ منور حضرت داتا گنج بخش سید علیؒ ہجویری لاہور پر حاضری دی اور چلہ کشی بھی کی۔

ملفوظات :

فرماتے تھے : کم علم لوگوں کے سامنے حقائق بیان کرنے سے گریز کرنا چاہیئے۔ شریعت کی تابعداری ہی اصل ایمان ہے جس کے بغیر نجات ممکن نہیں۔ لاہور میں آپ نے کئی بزرگوں سے اکتسابِ فیض کیا۔

صاحب کرامت وخوارق بزرگ تھے۔ بیشمار کرامات آپ سے منسوب ہیں اور کمالات

ظاہری و باطنی سے آراستہ اور صاحب طریقت و شریعت بزرگ تھے۔

وصال آپ کا بوقت عصر ۱۰۴۶ھ مطابق ۱۶۳۶ء میں ہوا۔ ابھی آپ عصر کی نماز سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ حرکت قلب بند ہوگئی اور آپ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

مزار اقدس قصبہ کلانور ضلع گورداسپور انڈیا میں ہے۔ جس جگہ شہنشاہ اکبر نے تخت نشینی کی تھی۔ اس جگہ سے جمیل بیگ کی خانقاہ کے درمیان نزد کرن ندی ایک نہایت پر فضا مقام پر آپ کا مرقد منور اب بھی موجود ہے

ملا ابوبکر قادری

آپ کی تربیت حضرت ملا شاہ بدخشانی نے فرمائی۔ آپ حضرت ملا شاہؒ اور حضرت میر کے شیخ کے ہمراہ پڑھا کرتے تھے اور کافی عرصہ تک اکٹھے رہے۔ آپ کو مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ آپ نے اپنی تمام کتب لا کر پھینک دیں اور کہا کہ میری کتب طالبعلموں کو دے دو کیونکہ میں نے سب تعلقات منقطع کر دیئے ہیں اور حضرت میاں میرؒ کی محبت اور خدمت کو میں نے اپنا مطمح حیات بنا لیا ہے۔ کچھ عرصہ لاہور میں مقیم رہے۔

وفات ۱۰۴۹ھ مطابق ۱۶۳۹ء میں ہوئی۔ مزار شریف نئی گجرات میں ہے۔

میراں شمس الدین گیلانی

آپ حضرت سید محمد غوث گیلانی اوچی حلبی کے فرزند ثالث سید مبارک حقانی کے پوتے ہیں جو اوچ شریف سے نقل مکانی کر کے لاہور تشریف لائے تھے اور پھر یہاں سے خلچیاں، (ضلع امرتسر مشرقی پنجاب) میں جا کر اقامت گزین ہو گئے تھے۔ آپ کی اولاد کے پاس جو قلمی یادداشتیں ہیں۔ ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ جہانگیر بادشاہ کے ابتدائی دور حکومت میں خلچیاں تشریف لائے تھے۔ شہنشاہ جہانگیر ۱۶۰۵ء میں سریر آرائے سلطنت ہوتے تھے اس لئے یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ آپ ۱۶۱۰ء تک خلچیاں پہنچ چکے ہوں گے۔ جب آپ خلچیاں پہنچے تو آپ نے وہاں رشد و ہدایت اور تبلیغ و ارشاد کا سلسلہ قائم کیا۔ آپ کی اولاد سے ایک

شخص مجھے لاہور میں ملا تھا جس نے بتایا کہ آنجناب عہد ہمایوں میں لاہور تشریف لائے تھے، واللہ اعلم بالصواب۔

آپ کے دو فرزند تھے۔ بڑے بیٹے کا نام ولی محمد شاہ تھا جو لاولد فوت ہوگیا، اور دوسرے فرزند کا نام میراں علی محمد شاہ تھا۔

وفات آنجناب کی تقریباً ۹۶۲ھ کے لگ بھگ ہوگی اور خلچیاں کے نزدیک موضع تلواڑہ بر لب دریائے بیاس دفن ہوئے۔

وہ مواضعات جہاں آپ کی اولاد آباد تھی :

۱۔ خلچیاں

لاہور۔ امرتسر سے ہو کر جنڈیالہ گورو کو جائیں تو وہاں سے ۹ میل کے فاصلے پر قصبہ خلچیاں آباد ہے۔ دریائے بیاس یہاں سے ۸ میل کے فاصلے پر ہے۔

۲۔ تلواڑہ

قصبہ خلچیاں سے دریائے بیاس پار کر کے ریاست کپورتھلہ میں داخل ہوں تو قصبہ ڈھلوان سے آگے قصبہ تلواڑہ آجاتا ہے۔ حمیرہ شوگر مل ڈھلوان سے آگے چار میل ہے۔ وہاں سے نڈالہ قصبہ آتا ہے۔ پھر اس قصبہ سے آگے تلواڑہ کا موضع آتا ہے۔ خلچیاں سے تلواڑہ کا فاصلہ سترہ اٹھارہ میل کے لگ بھگ ہے۔ میراں سید شمس الدین کی خانقاہ اسی قصبہ میں ہے۔ ان کے صاحبزادے میراں سید کالا کا مزار بھی اسی قصبہ میں دوسری جگہ پر واقع ہے۔ خانقاہ ایک بیگھہ میں ہے اور اس کے ساتھ اراضی بھی تھی

۳۔ بیگووال

یہ قصبہ تلواڑہ سے چار میل کے فاصلے پر ریاست کپورتھلہ میں واقع ہے۔ میراں سید شمس الدین کے دوسرے صاحبزادے میراں غوث شاہ یہاں آباد تھے۔ ان کا مزار بیگووال سے دو میل کے فاصلے پر جنگل میں واقع ہے۔ محمد چراغ شاہ ان کی اولاد سے بڑے بزرگ گزرے ہیں۔

۴۔ رتڑہ

اس قصبہ میں بھی آپ کی اولاد آباد تھی۔

سلطان فتح محمد قادریؒ

ولادت ۹۸۸ھ مطابق ۱۵۸۰ء میں ہوئی۔ آپ حضرت واصل حق کی اولاد سے ہیں اور خاندان چیدہ سیال سے وابستہ ہیں۔ جوانی کے ایام میں مرشد کی تلاش میں لاہور آئے۔ یہاں آپ نے حضرت مادھولال حسین کی شہرت سُنی، تو ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قدم بوس ہوکر عرض مدعا کیا اور لاہور میں کچھ عرصہ قیام فرمایا:

آپ نے فرمایا کہ ہمارے پاس جو کچھ ہے وہ بھی تمہارا حق ہے مگر اپنے خاندانی مرشد سے بھی اکتساب فیض کرو۔ چنانچہ آپ اپنے پہلے مرشد حضرت جلال الدین سے ملتان میں ملے اور ان سے بھی فیوض و برکات حاصل کیں۔

وفات ۱۰۵۰ھ مطابق ۱۶۴۰ء میں ہوئی۔ مزارِ اقدس قصبہ واسو ضلع جھنگ میں حضرت واصل حق کے پہلو میں ہے۔

شیخ عبدالحق محدّث قادری دہلوی

آپ کے آبا و اجداد میں سے سب سے پہلے جس بزرگ نے سرزمینِ پاک و ہند میں قدم رنجہ فرمایا۔ وہ آغا محمد ترک تھے جو بخارا کے رہنے والے تھے۔ وسط ایشیا میں مغلوں کے تاتڑ توڑ حملوں سے تنگ آکر آپ اس سرزمین میں تشریف لائے۔ یہ سلطان علاؤالدین خلجی کا عہدِ حکومت تھا۔ سلطان نے ان کو اپنی حکومت میں اعلیٰ عہدوں پر تعینات کیا اور گجرات اور اس کی بندرگاہوں کی فتح پر مامور کیا۔ انہوں نے وہاں ہی سکونت اختیار کی۔ ان کے ایک سو ایک بیٹے تھے جن میں سے صرف ایک لڑکا ملک معزالدین باقی بچا۔ چنانچہ آپ اپنے بیٹے کو لے کر واپس دہلی آگئے۔

ان کے فرزند ملک موسیٰ نے بھی شہرت حاصل کی۔ ان کے بیٹوں میں شیخ فیروز نیازی حیثیت کے مالک تھے۔ ان کے فرزند شیخ سعداللہ ہوئے جو شیخ محدّث کے دادا ہوئے شیخ سعداللہ کے لڑکے شیخ سیف الدین تھے جو حضرت شیخ محدّث کے والد گرامی تھے۔

جو سنہ ۱۵۱۴ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ بڑے ہوکر انہوں نے شیخ امان پانی پتی سے بیعت کی۔ آپ کوئی بڑے عالم فاضل نہ تھے مگر اس کے باوجود ایمانِ کامل اور دیانت و استغنا کا جذبہ ان میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ آپ کی وفات سنہ ۱۵۸۲ء میں ہوئی۔

ولادت :

شیخ محدث سنہ ۱۵۵۱ء میں دہلی میں پیدا ہوئے جوکہ اسلام شاہ سوری کا عہدِ حکومت تھا۔ اس زمانہ میں مہدی تحریک اپنے پورے جوبن پر تھی۔ اللہ کی قدرت کہ اس سال ملا مبارک کے ہاں شیخ ابوالفضل پیدا ہوا۔ جس نے اسلامی شعار کی تضحیک و توہین میں اپنی قابلیت صرف کی، اور شیخ محدث نے اسلام کے احیاء کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔

تحصیلِ علوم و فنون :

ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والد گرامی سے حاصل کی۔ بارہ تیرہ سال کی عمر میں شرح شمسیہ اور شرح عقائد کی تکمیل کرلی۔ پندرہ سولہ سال میں مختصر اور مطول سے فراغت حاصل کر لی اور اٹھارہ سال کی عمر میں تمام علوم عقلی و نقلی پر حاوی ہو گئے۔ ابتدائی زمانہ میں ہی قرآن مجید حفظ کرلیا تھا، اور حفظ پر صرف سال سوا سال ہی لگا۔ اس زمانہ میں آپ رات کو عبادت و ریاضت میں بھی مشغول رہے۔ پھر ماوراءالنہر چلے گئے اور وہاں کے بڑے بڑے شیوخ سے اکتسابِ علم کیا۔ پھر شیخ اسحاق سہروردی سے بھی فیض حاصل کیا۔

ملا عبدالحمید لاہوری لکھتے ہیں کہ جب آپ کی عمر بیس سال کی ہوئی تو تکمیلِ علم کے بعد درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور پھر کچھ دنوں کے بعد حج کے لئے حرمین الشریفین چلے گئے۔ اس زمانہ میں دربارِ اکبری میں علمائے سُو کا رویہ نہایت افسوسناک تھا اور کسی مردِ مجاہد اور نیک آدمی کا ان کے ساتھ گزارہ ممکن نہ تھا۔ ابوالفضل اور فیضی نے اس دینی انتشار کی رہنمائی کی۔ چنانچہ آپ حج کے لئے تشریف لے گئے۔

احمد آباد میں آپ نے شیخ وجیہہ الدین علوی سے اکتسابِ فیض کیا جوکہ اپنے زمانے کے بہت بڑے جید عالم تھے۔ ان کی زندگی میں ہی ان کے شاگرد احمد آباد سے لاہور تک پھیلے ہوئے تھے۔ یہاں سے مرزا نظام الدین بخشی نے شیخ محدث کے لئے زادِ راہ فراہم کیا اور

جہاز کا بندوبست کیا۔ اور آپ مکہ معظمہ پہنچ گئے۔ مکہ معظمہ میں آپ نے اس زمانہ کے محدثین سے بخاری اور مسلم کا درس لیا اور پھر شیخ عبدالوہاب متقی کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے۔ آپ مکہ مکرمہ ۵۸۶ھ میں پہنچے اور ۵۹۰ھ تک وہاں ہی قیام کیا۔ شیخ عبدالوہاب متقی ہندوستان کے عدیم المثال علماء میں سے تھے اور یہاں ہی علوم و فنون میں تکمیل کر کے گجرات۔ دکن۔ لنکا اور سراندیپ کی سیر و سیاحت کی اور پھر مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ مکہ معظمہ میں انہوں نے شیخ علی متقی سے سندلی اور پھر اس شہر میں ایسا مرکز علم قائم کیا جس کی شہرت تمام اسلامی ممالک میں پھیل گئی۔

شیخ محدث کو رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے پناہ عشق تھا۔ دیارِ حبیب میں برہنہ پا داخل ہوتے اور ایک قصیدہ سرکار دوعالم کی خدمتِ اقدس میں پیش کیا۔ علم و عمل کے تمام مرحلے طے کرنے کے بعد آپ کے استاد نے آپ کو ہندوستان واپس جانے کی ہدایت کی۔ آپ کو بغداد شریف بھی جانا تھا۔ مگر استاد کے فرمان کے آگے سرِ تسلیم خم کر کے واپس آ گئے۔ اس وقت شیخ عبدالوہاب متقی نے رخصت کرتے وقت آپ کو حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رح کا ایک پیراہن مبارک عنایت کیا۔ چنانچہ آپ واپس تشریف لے آئے آپ شاعر بھی تھے۔ حقی تخلص کرتے تھے۔ اشعار پانچ لاکھ کے قریب ہیں۔

سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت :

سب سے پہلے آپ نے اپنے والد گرامی شیخ سیف الدین سے روحانی تعلیم و تربیت حاصل کی۔ پھر اپنے اس زمانہ کے مشہور و معروف بزرگ حضرت سید موسیٰ پاک رح گیلانی قادری جو مخدوم سید حامد گنج بخش قادری اوچی کے فرزند رشید تھے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کی۔ شیخ حامد گنج بخش کے دو فرزند تھے :

(۱) شیخ موسیٰ پاک شہید قادری اور (۲) شیخ عبدالقادر

والد ماجد کے انتقال پر ان میں سجادہ نشینی پر جھگڑا ہو گیا۔ شیخ موسیٰ اوچ چھوڑ کر دربار شاہی میں آ گئے اور یہاں اکبر نے ان کو پانچ سو کا منصب عطا کیا۔ آپ مذہبی معاملات پر بڑی سختی سے عمل کرتے تھے اور اس معاملہ میں شہنشاہ کی بھی پروانہ کرتے تھے۔ اگر بادشاہ

کی خدمت میں حاضر ہوتے اور نماز کا وقت آجاتا تو دیوان خانہ میں خود اذان دے کر نماز باجماعت ادا کرتے اور کسی کو ان کے روکنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔

شیخ محدث نے اپنی تصنیف اخبار الاخیار میں آپ کے تذکرہ میں انشا پردازی کا پورا پورا حق ادا کیا ہے۔ اور ان کا ہر ایک لفظ اپنے پیر و مرشد کی تعریف و توصیف میں عقیدت مندی کا مکمل اظہار کرتا ہے۔ آپ ۹۸۵ھ میں حضرت سید موسیٰ گیلانی قادری کی بیعت سے سرفراز ہوئے اور خلافت حاصل کی۔ کلیات الصادقین میں محمد صادق ہمدانی لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ محدث نے حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی کے روحانی اشارے پر حضرت خواجہ باقی باللہؒ نقشبندی کے دست حق پرست پر بھی بیعت کی تھی۔ حالانکہ آپ کو کئی سلاسل کی خدمت تفویض ہوئی تھی مگر سلسلہ قادریہ سے آپ کو خصوصی تعلق تھا اور اس کا مرکز حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی تھی، اور آپ کے دل و دماغ کا ریشہ ریشہ ان کے عشق میں گرفتار تھا جس کا ثبوت یہ ہے کہ اپنی معروف تصنیف اخبار الاخیار میں آپ نے شیخ جیلانی کی توصیف میں انشا پردازی کا مکمل حق ادا کیا ہے اور اپنی انتہائی عقیدت اور ارادت کا اظہار کیا ہے۔

زبدۃ الآثار منتخب بہجۃ الاسرار میں لکھتے ہیں کہ: خواب میں مجھے حضرت شاہ جیلانیؒ نے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلّم کے اشارہ پر مرید کیا تھا اور بیعت ہونے کے بعد حضور سرورِ دو عالم نے بہ زبانِ فارسی بشارت دی تھی کہ " بزرگ خواہی شد"

سلسلہ عالیہ قادریہ سے تعلق:

جیسا کہ قبل ازیں بیان ہو چکا ہے کہ آپ کو حضرت غوث الاعظم سے بے پناہ عشق تھا آپ نے اپنی تمام تصانیف میں جس خلوص اور محبت سے آپ کا ذکر کیا ہے وہ ان کے جذبات حقیقی اور عقیدت کا آئینہ دار ہے۔ شیخ کا ذکر کرتے ہی آپ پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو جایا کرتی تھی اور ان کا قلم فرط مسرت اور دفور جوش و عقیدت میں مستانہ وار رقص کرنے لگتا تھا جس کا بین ثبوت یہ ہے کہ۔ حالانکہ اخبار الاخیار میں آپ نے ہندوستان و پاکستان کے اولیاء اللہ کا تذکرہ کیا ہے۔ مگر عقیدت و ارادت کی بنا پر حضرت غوث الاعظم کا تذکرہ سب

سے پہلے کتاب کی زینت ہے اور اپنے نام کے ساتھ بھی سلسلہ عالیہ قادریہ سے نسبت ظاہر کرتے ہیں۔ سرزمین ہندوستان میں حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی کی تصانیف کی طرف سب سے پہلے شیخ عبدالحق محدّث دہلوی نے ہی توجہ فرمائی تھی اور ان کے ترجمے کئے۔ اور ان کی نشر و اشاعت میں نمایاں کردار ادا کیا۔

معاصرین :

آپ کے معاصرین میں حضرت مجدد الف ثانی سرہندی۔ حضرت شاہ ابوالمعالی قادری لاہوری۔ شیخ عبداللہ نیازی چشتی خلیفہ شیخ سلیم چشتی۔ نواب مرتضیٰ خاں شیخ فرید بخاری۔ نواب عبدالرحیم خان خاناں۔ مشہور شاعر فیضی برادر ابوالفضل۔ ملا عبدالقادر بدایونی۔ مرزا نظام الدین بخشی۔ میر سید طیب بلگرامی۔ محمد غوثی شطاری بہت معروف ہستیاں تھیں۔ اور ان حضرات سے آپ کا نزدیکی تعلق تھا۔

حضرت شیخ محدث کو حضرت مجدد الف ثانی کے نظریات سے پہلے پہل کچھ اختلاف پیدا ہو گیا تھا اور انہوں نے مجدّد صاحب کی تردید میں ایک رسالہ بھی تحریر کیا تھا۔ مگر شیخ مجدّد نے اپنے نظریات کی وضاحت کی تو حضرت شیخ محدث کی رائے یکسر بدل گئی اور تمام شکوک و شبہات جاتے رہے۔ حضرت شاہ ابوالمعالی قادری لاہوری سے آپ کو بے پناہ عقیدت بلکہ آپ ان کو اپنا روحانی پیشوا فرماتے اور ان کے مشورے خندہ دلی سے قبول فرماتے۔

شیخ عبداللہ نیازی چشتی سے بھی آپ کے مخلصانہ مراسم تھے۔ نواب مرتضیٰ خاں فرید بخاری اور نواب عبدالرحیم خان خاناں امرائے سلطنت تھے مگر اس کے باوجود حضرت شیخ محدث کے ان کے ساتھ نہایت گہرے تعلقات تھے۔ اکبری عہد میں جن امراء نے اپنے دینی احساس کو بیدار کر رکھا تھا ان میں ان دونوں کو ایک خاص مقام حاصل تھا، حالانکہ فیضی نے دینِ متین پر اعتراضات کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ اس کے باوجود آپ کے اس سے بھی اچھے مراسم تھے مگر جب اس کے عقائد میں بے راہ روی پیدا ہوئی تو شیخ محدث نے ان سے قطع تعلق کر لیا۔ عہدِ اکبری کے مشہور مؤرخ ملا عبدالقادر بدایونی نے آپ سے دہلی میں ملاقات کی۔ یہ ملاقات سرسری سی تھی کیونکہ ملا بدایونی شاہی لشکر کے ساتھ لاہور کو آ رہے تھے۔ لاہور پہنچ

کہ انہوں نے شیخ محدث کی خدمتِ عالیہ میں خط لکھا جس میں انھوں نے اپنی محبت کا اظہار کیا تھا۔ کیونکہ یہ دونوں سلسلہ عالیہ قادریہ سے بیعت تھے۔ شیخ محدث حضرت شیخ موسےٰ پاک شہید قادری سے بیعت تھے اور ملا عبدالقادر بدایونی شیخ داؤد قادری شیر گڑھی مرشد حضرت شاہ ابوالمعالی قادری لاہوری سے بیعت تھے۔ اسی طرح مرزا نظام الدین بخشی۔ میر سید طیب بلگرامی اور محمد غوثی شطاری سے بھی آپ کے مخلصانہ مراسم تھے۔

شاہانِ وقت :

شیخ محدث دہلوی کی ولادت سلیم شاہ سوری کے عہد میں ہوئی اور شاہ جہان کے عہدِ حکومت میں وفات پائی۔ اس دوران دہلی کے تخت پر درجِ ذیل فرماں روا بیٹھے :

(۱) اسلام شاہ سوری (۲) محمد شاہ سوری

(۳) ابراہیم شاہ سوری (۴) سکندر شاہ سوری

(۵) ھمایوں (دوبارہ) (۶) اکبر

(۷) جہانگیر (۸) شاہجہان

آخرالذکر تین بادشاہوں کا زمانہ آپ نے اچھی طرح دیکھا ہے مگر سلاطین وقت سے آپ کی دوستی اور تعلق بہت کم تھا۔ خود گوشۂ تنہائی میں رہنے اور ان سے تعلق پسند نہ کیا۔ اکبر کے عہد میں آپ حج کے لئے تشریف لے گئے۔ واپس آئے تو اس کے اِنتقال پر جہانگیر کو نواب شیخ فرید بخاری کی وساطت سے خط لکھا کہ شعائرِ اسلام کی نگرانی و حفاظت کی جائے۔ جہانگیر کے ۱۴ھ جلوس میں بادشاہ سے ملاقات کے لئے دربار تشریف لے گئے اور بادشاہ نے توزکِ جہانگیری میں آپ کی بہت تعریف کی ہے۔

آخری زمانہ میں شیخ محدث کے جہانگیر سے تعلقات خراب ہو گئے تھے۔ جس پر جہانگیر نے شیخ محدث اور ان کے فرزند شیخ نورالحق کو کابل کی طرف جانے پر مجبور کر دیا تھا۔ جب یہ دونوں صاحبان لاہور تشریف لائے تو حضرت میاں میر قادریؒ کے فرمان پر آپ واپس دہلی تشریف لے گئے۔ پھر یہ بھی لکھا ہے کہ شیخ محدث سے ملکہ نور جہان کے تعلقات بھی اچھے نہ تھے۔ مشہور ہے کہ ایک دفعہ ملکہ نور جہاں نے شیخ محدث کو بلا بھیجا تو شیخ نے جواب میں

کہلا بھیجا کہ :

"فقیر کا بادشاہوں اور بیگمات کے پاس کچھ کام نہیں ہے۔ فقیر کے لائق جو امر ہو کہلا بھیجیں، اس کے انجام کے لیئے حتی الامکان کوشش کی جائے گی۔"

لاہور میں ورودِ مسعود :

شیخ محدثؒ اور حضرت شاہ ابو المعالیؒ قادری لاہوری

آپ حضرت شاہ ابو المعالی قادری لاہوری سے فیوض و برکات حاصل کرنے کے لیئے لاہور تشریف لایا کرتے تھے۔ آپ نے بے شمار خط حضرت شاہ صاحب کی خدمت اقدس میں لاہور لکھے جو کہ آپ کے ذوق و شوق کے آئینہ دار ہیں :

فتوح الغیب کی شرح اور ترجمہ کرنے کا حکم آپ کو حضرت شاہ ابو المعالیؒ قادری لاہوری نے ہی دیا تھا اور فرمایا تھا کہ

"ہمہ کارہا گزاشتہ ایں کار باید کرد"

لیکن شیخ محدث کو اس کام کے کرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ جب آپ لاہور تشریف لائے اور وہاں بیس روز تک شاہ ابو المعالی قادری کی خدمت اقدس میں رہنا ہوا۔ تو شاہ صاحب کی صحبت میں رہ کر اس کام کو سرانجام دینے کا جذبہ پیدا ہوا۔

۱۰۲۳ھ میں اس شرح کی تکمیل ہوئی۔ مفتاح فتوح تاریخی نام رکھا۔

شیخ محدث کو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے جو بے پناہ عقیدت تھی۔ اس کا اظہار اس کتاب کی شرح میں جا بجا ملتا ہے۔

حضرت شاہ ابو المعالی قادری لاہوری حضرت شیخ داؤد کرمانی قادری شیر گڑھی کے برادر زادے۔ داماد اور خلیفہ تھے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ کی ترویج اور نشر و اشاعت میں انہوں نے نمایاں کردار ادا کیا۔ ہر وقت تلقین و ارشاد میں مصروف رہتے۔ شیخ محدث کو ان سے بے پناہ عقیدت تھی اور آپ کی خط و کتابت ان سے بہت تھی۔ شیخ محدث کو اس وقت ان کے سوا اور کوئی بزرگ ہی نظر نہ آتا تھا۔ جن سے وہ رہنمائی طلب کر سکیں۔ ایک دفعہ کچھ روحانی مشکلات

حل کرنے کے لیئے جب لاہور تشریف لاتے تو حضرت شاہ صاحب نے ان کو لاہور میں کچھ عرصہ کے لیئے قید کر دیا۔ جس سے آپ کو روحانی تربیت دینا مقصود تھا۔ یہ ۱۰۳۵ھ کا واقع ہے۔ حضرت شاہ ابوالمعالی نے آپ کو بہت سے قیمتی مشورے دیئے تھے۔ جن پر وہ تمام عمر کاربند رہے اور جن سے ان کے علمی کاموں اور تحقیق و تدقیق میں بہت سہولت پیدا ہوگئی تھی۔

مشکوٰۃ شریف کی شرح بھی شیخ محدث نے آپ کے ہی حکم سے مکمل کی تھی اور مشورہ دیا تھا کہ جابجا اشعار درج کیئے جائیں تاکہ انداز بیان دلچسپ اور مؤثر معلوم ہو۔

حضرت شاہ ابوالمعالی نے آپ کو ہدایت کی تھی کہ دہلی سے باہر نہ جائیں اور وہیں اپنی تصنیف و تالیف کا کام جاری رکھیں۔ ایک دفعہ جب شیخ محدث لاہور آئے تو آپ نے فرمایا کہ وہاں ہی اپنا کام جاری رکھو۔

ایک دفعہ شیخ محدث رح نے آپ کی علالت کی خبر سنکر لاہور آنے کا قصد فرمایا تو شاہ صاحب کی تنبیہہ کا خیال آگیا تو مجبوراً روانہ نہ ہوئے بلکہ ایک عریضہ ارسال کیا۔ اور جب صحت کی اطلاع ملی تو اللہ کریم کا شکر ادا کیا۔

حضرت شیخ محدث کے تعلقات حضرت شاہ صاحب سے میری پہلی کتاب "لاہور میں اولیائے نقشبند کی سرگرمیاں" میں ملاحظہ فرمادیں۔

شیخ محدث اور حضرت میاں میر رح قادری لاہوری

شہنشاہ جہانگیر اپنی عمر کے آخری حصے میں حضرت شیخ محدث رح دہلوی سے ناراض ہو گیا تھا اور وہ آپ کے درپئے آزار تھا۔ ہوا اس طرح کہ جو لوگ آپ کے مخالف تھے انہوں نے شکایت کی کہ حضرت شیخ محدث اور میرزا حسام الدین احمد جو حضرت خواجہ باقی باللہ رح نقشبندی کے خلفا میں سے تھے، آپ کے مخالف ہیں۔ چنانچہ جب بادشاہ آخری مرتبہ کشمیر گیا تو حکم صادر کیا کہ ان کو میرے روبرو پیش کیا جائے۔ آپ چونکہ کافی عمر رسیدہ تھے۔ اس لیئے بڑی مشکل سے جب لاہور پہنچے تو حضرت میاں میر قادری لاہوری کی خدمت اقدس میں یہ دونوں حضرات اور شیخ محدث کے صاحبزادے شیخ نورالحق گئے اور کہا کہ اس بڑھاپے میں اور

اولاد سے جدائی ممکن نہیں۔ حضرت میاں میر نے ان کو تسلی دی کہ نہ آپ اور میرزا کشمیر جائیں گے اور نہ ہی آپ کا صاحبزادہ کابل جائے گا بلکہ سب لاہور سے واپس دہلی چلے جاؤ گے۔ چار روز کے بعد کشمیر سے جہانگیر کی وفات کی خبر لاہور پہنچی اور سب کی جلاوطنی کے احکام منسوخ ہو گئے فوراً سب ہنسی خوشی اپنے وطن واپس چلے گئے۔

یہ واقعہ ۱۰۳۷ھ ۱۶۲۷ء کا ہے۔ قیام لاہور میں آپ حضرت میاں میر قادری کی مجالس میں شریک ہو کر فیوض باطنی بھی حاصل کرتے رہے۔

تصانیف :

آپ کی تصانیف کی تعداد بقول ملا عبد الحمید لاہوری۔ قاضی خاں اور محمد صالح کنبوہ لاہوری کے سو یا اس سے زائد بتائی جاتی ہے۔ فن وموضوع کے اعتبار سے آپ نے تفسیر، حدیث اخلاق۔ تصوف۔ تجوید۔ فقہ۔ خطبات۔ صرف۔ نحو۔ فلسفہ و منطق۔ اشعار۔ اعمال۔ ذاتی حالات۔ عقائد۔ تاریخ سب پر طبع آزمائی فرمائی ہے اور خوب فرمائی ہے، فتوح الغیب جو حضرت غوث الاعظم کے اٹھتر وعظوں کا مجموعہ ہے اور جس کی فصاحت و بلاغت اور تاثیر کا اعتراف انگلستان کے مستشرق پروفیسر مارگولتھ نے بھی کیا ہے۔ اس کی شرح آپ نے نہایت عالمانہ انداز میں لکھی ہے۔

"حیات شیخ عبد الحق محدث دہلوی" میں آپ کی مطبوعہ و غیر مطبوعہ تصانیف کی ایک فہرست شامل ہے جس میں ۶۰ کتابوں کے نام ہیں جن میں مدارج النبوت۔ مرج البحرین ذکر ملوک (تاریخ سلاطین ہند) بے شمار رسائل (شب برات۔ صلوٰۃ الاسرار۔ عقد انامل۔ نورانیہ سلطانیہ۔ اقسام حدیث۔ وجودیہ۔ وظائف وغیرہ۔ زبدۃ الآثار۔ منتخب بہجۃ الاسرار شرح فتوح الغیب۔ فصول الخطب۔ آداب اللباس تکمیل الایمان۔ شرح مشکوٰۃ مصابیح۔ جذب القلوب الی دیار المحبوب۔ جامع البرکات۔ حلیہ سید المرسلین (صلے اللہ علیہ وسلم) بہت ممتاز ہیں۔

امام ربانی کا آپ کے نام مکتوب :

مکتوبات امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی جلد دوم میں مکتوب نمبر ۱۹ شیخ عبد الحق صاحب

دہلوی کے نام اس طرح درج ہے :

" اس دنیا میں مصائب اور غم و حزن ، اندوہ وغیرہ اللہ تعالیٰ کی بہترین نعمت ہے کیونکہ اس میں رضائے حق ہے اور فعلِ محبوب ہے اور آخر اس کا نعمت و رحمت ہے اور نعمت و رحمت میں رضائے نفس ہے اور انجام اس کا اچھا نہیں ۔"

حضرت شاہ ابو المعالی قادری کے نام :

مکتوبات شیخ عبدالحق محدث . میں مکتوب نمبر ۴۶ ۔ ۴۷ ۔ ۴۸ ۔ ۴۹ ۔ ۵۰ اور ۵۱ حضرت شاہ ابوالمعالی قادری لاہوری کے نام ہیں ۔ اس کتاب میں حضرت محدث دہلوی کے مکتوب حضرت باقی باللہ نقشبندی ۔ نواب خان خاناں سپہ سالار ۔ نواب فرید مرتضیٰ خاں ۔ شیخ ابوالفیض فیضی ۔ شیخ نورالحق دہلوی ۔ شاہ ابوالمعالی لاہوری ۔ شیخ عبداللہ نیازی وغیرہ کے نام ہیں ۔ کل مکتوب ۶۹ ہیں ۔

وفات :

۲۱ ربیع الاول ۱۰۵۲ھ مطابق ۱۶۴۲ء میں چورانوے سال کی عمر میں یہ عظیم الشان مجاہد وفات پاگیا اور آپ کو حوض شمسی دہلی کے کنارے سپردِ خاک کیا گیا ۔ آپ کے فرزند شیخ نورالحق نے نماز جنازہ پڑھائی اور مزار پر کتبہ نصب کرایا ۔ آپ کی تاریخ ولادت "شیخ اولیاء" اور تاریخ وفات "فخرِ عالم" سے نکلتی ہے ۔

حضرت شاہ مقیم محکم الدین قادری

آپ کا شجرہ نسب اس طرح ہے :

حضرت شاہ مقیم قادری بن شاہ ابوالمعالی بن شاہ نور بن حضرت میراں لعل بہاول قلندر حجروی ۔ آپ کے ایک برادر بنام شاہ زندہ پیر تھے جو لاولد رہے ۔ ولادت آپ کی یکم رمضان ۱۰۰۸ھ مطابق ۱۵۹۹ء بعہدِ جہانگیر بادشاہ ہوئی ۔

آپ کے والد گرامی شاہ ابوالمعالی آپ کے زمانۂ طفولیت ہی میں انتقال فرما گئے تھے

اس لئے آپ نے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت حضرت شاہ جمال اللہ ثانی حیات المیر زندہ پیر سے کی۔

لاہور میں آمد :

جیسا کہ قبل ازیں تحریر کیا جا چکا ہے کہ آپ نے بیعت حضرت شاہ جمال اللہ ثانی حیات المیر زندہ پیر سے قبرستان میانی لاہور میں کی تھی۔ شاہ جمال اللہ علیہ الرضوان والغفران حضرت غوث الثقلین قطب ربانی شیر یزدانی محبوب سبحانی سید عبدالقادر جیلانی کے بھانجے تھے، اور اس وقت ان کا قیام لاہور میں تھا۔ کتب تواریخ میں مرقوم ہے کہ ان کو دوامی زندگی عطا ہوئی ہے۔ لکھا ہے کہ ایک دفعہ مولوی عبدالحکیم سیالکوٹیؒ آپ کی خدمت میں حجرہ تشریف لے گئے اور چاہا کہ آپ جو کتاب فصوص کا درس دیتے ہیں اس کا امتحان لیا جائے۔ مگر جب آپ سے بات چیت ہوئی تو آپ کی علمیت دیکھ کر ان کے تمام شکوک و شبہات دور ہو گئے۔

چلہ شاہ مقیم حجروی :

جب آپ لاہور تشریف لائے تو تکیہ بہاول شاہ کے جنوب کی طرف قبرستان میانی میں ایک ٹیلہ پر مقیم ہوئے۔ وہاں عمارت وغیرہ بھی تھی۔ مگر اب نابود ہے۔ یہاں پر ایک قبر آپ کے نبیرہ حضرت صاحب دین کی ہے۔ خالی قبر آپ کے چلہ کی ہے اور یہیں آپ نے حضرت حیات المیر سے بیعت کی تھی۔

اولاد :

آپ کے تین فرزند تھے : (۱) حضرت سخی صفی اللہ سیف الرحمان (۲) حضرت شاہ محمد امیر بالا پیر اور تیسرے عبداللہ نوری تھے۔ بعد وفات آپ کے بڑے صاحبزادے سید سیف الرحمان سجادہ نشین ہوئے۔

تصنیفات :

ممکن ہے آپ کی کئی تصنیفات ہوں مگر آپ کی کتاب درالعجائب کا اردو ترجمہ لاہور سے ہو چکا ہے۔ یہ اردو ترجمہ اس فارسی قلمی نسخہ سے کیا گیا ہے جو حضرت شاہ محمد امیر بالا پیر قادریؒ کے پاس تھا اور جس پر حضرت شاہ مقیم کے اپنے خاص دستخط موجود تھے۔ کتاب نہایت

لاجواب ہے اور ایک اعلیٰ حیثیت کی مالک ہے، اس میں مسائل تصوف کا تذکرہ ہے۔

وفات :

۹ شوال ۱۰۵۵ھ مطابق ۱۶۴۵ء میں بعہدِ شاہ جہان بادشاہ حجرہ شاہ مقیم ضلع ساہیوال میں ہوئی اور وہاں ہی مدفون ہوئے۔ تاریخ وفات اس طرح ہے :

زیارت گاہ شد حجرہ نمودند آستاں بوسی!
بعہد شاہ ہر کس کہ بود از عارف و سالک
ز سال رحلت ایشاں خبر از قدسیاں جستم
بہ ملک فقر فرمودند فخر الاولیاء مالک

مرقد منور شہر کے اندر گنبد شریف میں ہے۔

حضرت شاہ جمال نوری قادری

آپ ایک واسطہ سے حضرت میاں میر قادری لاہوری کے خلیفہ تھے بیان کیا جاتا ہے کہ ان کے مورثِ اعلیٰ محمد بن قاسم کی فوجوں کے ساتھ سرزمینِ عرب سے وارد سندھ ہوئے تھے، وہاں سے اوچ شریف آئے اور مستقل اقامت گزینی کر کے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ نسبی طور پر آپ حضرت صدیق اکبرؓ کی اولاد سے ہیں۔

پیدائش سے ہی جذب و مستی میں مبتلا تھے، ہوش سنبھالا تو قرآن و حدیث کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے لاہور آئے اور حضرت میاں محمد اسماعیل المعروف میاں وڈا سہروردی لاہوری کے درس میں شریک ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت شاہ میر لاہوری کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور ان ہی کے ہو کر رہ گئے۔

حضرت شاہ میرؒ نے آپ کو اپنے ایک مرید شاہ ابوسعید معصوم قادری کے حوالے برائے ریاضت و مجاہدہ کر دیا۔ چنانچہ خلافت آپ کو حضرت شاہ ابوسعید معصوم قادری سے ملی۔ بعد ازاں حضرت میاں میرؒ نے گوجرانوالہ کی خلافت آپ کے حوالے کر دی اور آپ کو وہاں بھیجدیا۔ آپ کے دو صاحبزادے تھے، بڑے کا نام شاہ عبدالرحیم اور چھوٹے کا نام شاہ عبدالکریم

تھا۔ ان اصحاب کے مزارات بھی اپنے والد بزرگوار کے ساتھ ہی ایک احاطہ میں واقع ہیں۔ وفات سنہ ۱۶۵۱ء کے بعد ہوئی۔ مزار اقدس بیرون کھیالی دروازہ گوجرانوالہ میں واقع ہے:

شاہ برہان بخاری قادریؒ

ولادت سنہ ۹۸۱ھ مطابق ۱۵۷۳ء ہے۔ خاندان سادات بخاری ہے۔ آپ کے والد جناب محب اللہ بہاول پور سے لاہور آئے تھے اور شاہ برہان کی ولادت بھی لاہور ہی میں ہوئی۔ نہایت چھوٹی عمر میں ہی علوم عقلیہ ونقلیہ سے بہرہ مند ہو چکے تھے۔ اور آپ کے تقویٰ کی شہرت دُور دُور تک پھیل چکی تھی۔ بچپن اور عین جوانی کا عالم آپ نے لاہور میں بسر کیا۔ لاہور میں آپ کی رہائش بیرون دہلی دروازہ تھی اور اب بھی تنگ گلی میں آپ کا مرقد منوّر ہے۔ لاہور کارپوریشن نے اس گلی کا نام شاہ برہان سٹریٹ لکھا ہے۔

آپ حضرت میاں مُیر قادری کے ہمعصر تھے اور ان کی مجالس میں برابر نشست فرماتے تھے نواب سعد اللہ خاں کو جب وہ یتیمی کی حالت میں لاہور آیا تھا تو آپ نے ہی اسے حضرت مُلّا خواجہ بہاری قادری کے سپرد کیا تھا۔ جنہوں نے نواب صاحب کی تعلیم کا بندوبست کر دیا تھا۔

قدیم تذکروں میں لکھا ہے کہ آپ حضرت خواجہ بہاری قادری کے حکم سے پچیس سال کی عمر میں جھنگ چلے گئے اور ساحل چناب پر تبلیغ وارشاد کرنے لگے پھر چنیوٹ چلے آئے

وفات:

سنہ ۱۰۶۱ھ مطابق سنہ ۱۶۵۱ء ہے۔ مزار اقدس چنیوٹ میں ہے۔ لکھا ہے کہ آپ کے دو مزارات ہیں۔ پہلا لاہور میں دہلی دروازے کے باہر اور دوسرا چنیوٹ میں جو کہ آپ کے مریدوں نے بنوایا ہے اور جس پر نواب سعد اللہ خاں وزیر اعظم شاہ جہاں نے مقبرہ بنوا دیا تھا۔ آپ کے مقبرہ کے ساتھ ہی شاہی مسجد ہے یہ دونوں عمارات نواب سعد اللہ خاں نے شاہجہان کے حکم سے سرکاری طور پر تعمیر کرائی تھیں۔

قطبُ الانام شیخ الاسلام حضرت سیّد
حافظ شاہ حاجی محمدؒ نوشہ گنج بخش قادری
قدس اللہ سرہ العزیز

آپ برہان الاولیا سلطان الاصفیا وارث علوم انبیا، رئیس الاتقیاد۔ غوث الخلائق غیاث الحقائق۔ صاحب عظمت وکرامت وابہت وجلالت وعشق ومحبت تھے۔

آپ کا نام حاجی محمد۔ القاب گرامی۔ نوشہ۔ گنج بخش۔ مجود اکبر۔ بھورے والا تھے۔۔۔ آپ سلالہ اہل بیت کرام اور خلاصہ سادات عظام تھے۔ آپ کے والد بزرگوار کا اسم سامی حاجی الحرمین حضرت سید علاؤ الدین بن سید شمس الدین شہید تھا جو اپنے وقت کے اکابر اولیائے اللہ اور سات مرتبہ حج کی سعادت کا شرف حاصل کر چکے تھے۔

حضرت نوشہ صاحبؒ کی ولادت باسعادت یکم رمضان المبارک ۹۵۹ھ میں اسلام شاہ ولد شیر شاہ سوری کے زمانہ میں ہوئی، آپ کی والدہ ماجدہ کا نام حضرت بی بی جیونی صاحبہؒ تھا۔۔۔ جو عارفات کاملات سے تھیں۔

آپ نے تعلیم ظاہری حضرت مولانا حافظ قائم الدین قاری اور حافظ بڈھا صاحب قاریؒ سے حاصل کی۔ قرآن مجید با تجوید حفظ کیا۔ علوم معقول ومنقول سے فارغ ہوئے۔ پھر قادریہ سلسلہ میں مقبول درگاہ سبحان حضرت سخی شاہ سلیمان نوری بھلوالیؒ کے مرید ہوئے۔ ان کی نگاہ سے تین ماہ تک حالت جذب طاری رہی۔ پھر انہوں نے سینے سے لگایا تو صحو وسلوک پر فائز ہوئے۔ حضرت شیخ نے باطن میں آپ کو مجلس محمدی میں حاضر کیا۔ چہار یار ظاہری اور چہار یار باطنی بھی وہاں موجود تھے۔ سب نے اپنے اپنے فیض اور کمالات سے آپ کو نوازا۔ حضرت شیخ نے آپ کو خلافت دے کر نوشہرہ تارڑاں میں بھیجا جو بعد میں بنام ساہن پال شریف مشہور ہوا، اور آج تک اسی نام سے مشہور ہے۔ حضرت شیخ نے آپ کو فرمایا کہ یہ دیار آپ کو اور آپ کی اولاد اور مریدوں کو قیامت تک عطا ہو چکا ہے، اور آپ کا سلسلہ فقر

منظور ہو چکا ہے۔

آپ صائم الدہر قائم اللیل رہتے ۔ ریاضات و مجاہدات سے فارغ نہ ہوتے ۔ جنگل میں ایک کنوئیں کے اندر آپ نے چالیس روز خلوت کی اور استغراق و محویّت میں رہے ۔ وہاں سے جب نکلے تو آپ درگاہِ الٰہی سے "نوشہ" کا خطاب ملا ۔ آپ جس طرف جاتے ۔ جن و انسان اور درختوں کے پتوں سے بھی نوشہ کی آواز آتی ۔ مولانا اشرف فاروقی لکھتے ہیں ۔

آدم جن ملائک سارے نوشہ نوشہ کہلے پکارے

آپ مرتبہ محبوبیّت ۔ قطبیّت ۔ غوثیت سے مشرف ہوئے ۔ آپ نے دور و دراز ممالک کی سیاحت کی ۔ مصر کی جامع مسجد میں آپ نے ایک چلّہ کیا ۔ وہاں حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ۔ انہوں نے چند قیمتی نصائح سے نوازا ۔ سات مرتبہ حرمین الشریفین زادھما اللہ شرفاً و تعظیماً کی زیارت و حج کی سعادت سے مشرف ہوئے ۔

ایک مرتبہ سندھ تشریف لے گئے تو میاں جام ماچھی سلطان سہر وردی کو اپنے فیض سے نوازا ۔ وہ سلسلہ قادری میں آپ کے مرید ہو کر خلافت سے مشرف ہوئے ۔

حضرت نوشہ گنج بخش قادریؒ متعدد مرتبہ لاہور تشریف لے گئے ۔ پہلی مرتبہ جب لاہور میں وارد ہوئے تو حضرت مخدوم علی ہجویری کے مزار شریف کی زیارت کی اور لاہور کے زندہ مشائخ کو بھی ملے ازاں جملہ حضرت شیخ عبدالوہاب متقی قادری ستاریؒ جو قطب مکہ مکرمہ تھے اور ان دنوں میں لاہور میں تشریف فرما تھے اور شیخ فرید بخاریؒ کی مسجد میں ڈیرہ رکھتے تھے ۔ آپ اُن کی مجلس میں حاضر ہوئے اور چند لمحے بیٹھ کر رخصت ہوئے ۔

شیخ فتح محمد سیالکوٹی بیان کرتے ہیں کہ جب آپ مجلس سے اٹھے تو شیخ عبدالوہاب نے پوچھا کہ اس جوان کو کوئی شخص پہچانتا ہے کہ یہ کہاں چل رہا ہے ۔۔۔ سب نے کہا کہ ہم کو تو زمین پر چلتا نظر آتا ہے ۔ شیخ صاحب نے فرمایا کہ یہ جوان زمین سے بہت بلند چل رہا ہے اور عنقریب اس پر ایسا وقت آنے والا ہے کہ اپنے معاصرین اولیاء اللہ میں سب پر سبقت لے جائے گا اور اس کا مرتبہ سب پر فائق ہوگا ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ اپنے زمانہ میں مشائخ وقت سے افاضہ و افادہ میں سب سے بڑھ کر ہوئے ۔ نشرِ فیوض میں جس قدر آپ سے ظہور میں آیا ۔

کسی دوسرے سے کم واقع ہوا ہوگا۔

دوسری مرتبہ حضرت نوشہ صاحبؒ جب لاہور وارد ہوئے۔ جہانگیر بادشاہ کا زمانہ تھا اس وقت شیر علی خاں مغلزادہ الملقب بہ "پہلوان پائے تخت" بیجاپور سے لاہور آیا ہوا تھا۔ اُن دنوں "پہلوان جنگی زور کابلی" سے اس کی کشتی ہوتی تھی۔ آپ بمعہ اپنے احباب کے اس کے اکھاڑہ میں تشریف لے گئے۔ پہلوان پائے تخت نے آپ سے مصافحہ کیا اور آپ کی باطنی قوت کا اعتراف کرکے آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوا۔ علامہ صداقت کنجاہیؒ لکھتے ہیں:

"لاعلاج دست بیعت دادہ مرید شد"

اس کے علاوہ لاہور کے اکثر افراد آپ کے فیض سے مستفیض ہوئے۔

حضرت نوشہ صاحبؒ کے اپنے کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور سے پہلے نو لاکھ۔ ایکہزار اور چھ سو بیس اولیاء اللہ لاہور کی سرزمین مدفون تھے، فرماتے ہیں:

س ۹-۱۶۲۰

نو لکھ اک ہزار تے چھ سو ویہہ ولی

نوشہ وچ لاہور دے سوئے محی صحی

اس سے آپ کے علوم روحانی اور کشف الارواح کے مقام عالی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

حضرت نوشاہ عالیجاہؒ اپنے زمانہ کے عظیم مبلغین اسلام سے تھے۔ دور دراز ممالک میں اپنے خلیفوں کو تبلیغِ اسلام کے واسطے بھیجا ہوا تھا جیسا کہ آپ کے خلفا کی فہرست میں اُنکے مقاماتِ سکونت و مدفن سے ظاہر ہوتا ہے۔ آپ کا یہ تبلیغی مشن بڑا کامیاب رہا۔ غیر ملکی مستشرقین نے بھی اعتراف کیا ہے کہ آپ کی کوشش سے تقریباً دو لاکھ کفار حلقہ اسلام میں داخل ہوئے۔ نیز آپ کے اُردو اور پنجابی کلام سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ تعداد مذکورہ بالا بالکل صحیح اور ٹھیک ہے کیونکہ آپ نے اپنے کلام میں ہندی اور بھاشا الفاظ کو کثرت سے استعمال کیا ہے۔ اور اسلامی حقائق کو ان الفاظ میں پیش کیا ہے جو ہندوؤں کی زبان تھی۔ اس سے متاثر ہوکر اُن کا اسلام قبول کرنا بالکل قرینِ عقل ہے۔

آپ کے کثرتِ فیضان کا آپ کے عہد میں بہت چرچا تھا۔ کوئی شخص آپ کے دروازہ

سے خالی نہ جاتا۔ خواہ کوئی دنیاوی مقصد لے کر آتا۔ فائز المرام ہو کر جاتا۔ باطنی فیض کے افشار میں تو آپ آیتہ" من آیات اللہ تھے۔ جس شخص پر آپ نظرِ توجہ کرتے اس کا قلب ذاکر ہو جاتا۔ اپنے زمانہ میں آپ کو اکثر لوگ" اولیاء گر" کہتے تھے۔ حتیٰ کہ حضرت شاہ جیو فرزند شیخ عبدالسلام چشتی نظامی ساکن کیلیانوالہ (ضلع گوجرانوالہ) نے آپ کو ایک درویش کے ذریعہ پیغام بھیجا کہ جو شخص آپ کی خدمت میں آتا ہے، آپ اس پر مقام ولایت کا دروازہ کھول دیتے ہیں اور فیض عطا کر دیتے ہیں۔ کچھ فیض اپنے لئے بھی باقی رکھنا چاہیئے۔ آپ نے جواب میں کہلا بھیجا کہ اگر ایک چراغ روشن سے ہزاروں چراغ روشن کئے جاویں تو اس کی روشنی میں کچھ کمی واقع نہیں ہوتی ایسا ہی ہمارا فیض ہے۔ خواہ کسقدر عطا کریں، اس میں سے کم نہیں ہوگا، بلکہ جسقدر زیادہ حضرات جماعت اولیاء اللہ میں ہمارے ذریعہ شامل ہوں گے، ہمارے ازدیادِ فیض اور علو مقام کا باعث ہوگا۔

کثرتِ فیضان کے باعث آپ کے زمانہ میں ہی آپ کو لوگ گنج بخش کے نام سے پکارتے تھے۔ چنانچہ آپ کے خلیفہ حضرت قاضی رضی الدین کنجاھی کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے انہوں نے ایک نظم آپ کی مدح شریف میں لکھی ہے جس میں گنج بخش کا لفظ استعمال کرتے ہیں ؎

نوشۂ گنج بخش را دیدی
رستم وسانہ ورخش را دیدی

حضرت نوشہ صاحب کے تصرفات و کرامات۔ خوارق عادات، فضائل و مناقب بے شمار ہیں۔ احیائے اموات۔ طیِ زمان۔ قبضِ زمین۔ کشف کونی۔ واکھی تقلب احوال مطالعہ لوح۔ تصفیہ قلوب زائرین۔ وجد و حال اور رقت قلب آپ کی نظرِ فیض اثر کا ادنیٰ کرشمہ تھا۔ یہاں آپ کے چند کرامات بیان کئے جاتے ہیں:

(۱)

ایک مرتبہ آپ مسجد تعمیر کرا رہے تھے۔ اُستا جانی نام نجار لکڑی چیر رہا تھا۔ لکڑی میں پھاناں لگا رہا تھا کہ اچانک اس کا سر اس میں پھنس گیا اور وہ مر گیا۔ جب آپ کو پتہ چلا تو آپ اس کے پاس تشریف لے گئے اور اپنی چادر اس پر ڈال دی اور اپنا ہاتھ اُس پر

پھیرا، اور فرمایا: "

"اے شخص۔ اگر تو ہمارے گھر مرے تو ہمارے لئے طعن کا موجب ہوگا۔ مرنے کے واسطے اور کافی وقت ہیں۔ پھر کسی وقت مر جانا، آج اللہ تعالےٰ کے حکم سے زندہ ہو جا۔"

چنانچہ یہ ارشاد فرمانا تھا کہ وہ زندہ ہو کر اٹھ کھڑا ہوا، اور بعد ازاں چند سال تک حیات رہا۔

(۲)

آپ کے خلیفہ معموریؒ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت نوشہ صاحب اپنے مرید میاں جیون حجام کے پاس موضع باہو میں تشریف لے گئے۔ چند کس ہمراہ تھے۔ نماز عصر کا وقت تھا۔ چند کوس فاصلہ پیدل جانا تھا۔ ہم نے عرض کیا۔ یا حضرت نماز عصر ادا کر لیں۔ آپ نے فرمایا۔ وہاں جا کر پڑھ لیں گے۔ حالانکہ وقت بہت کم تھا۔ آپ کے سامنے گفتگو کرنے کی کسی کو جرأت نہ ہو سکتی تھی۔ آپ آرام سے آہستہ آہستہ چلتے ہوئے وہاں باہو میں پہنچے۔ ہم نے وہاں عرض کیا کہ اب یہاں عصر پڑھ لیں۔ آپ نے فرمایا کہ واپس گاؤں جا کر پڑھیں گے۔ چنانچہ آپ وہاں سے ساہنپال شریف آگئے۔ ہم بار بار سورج کی طرف دیکھتے تھے آپ نے اپنے ڈیرہ پر آکر نماز عصر ادا کی اور فرمایا۔ اے حافظ! تم لوگ بار بار سورج کیطرف دیکھتے ہو، اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اگر سورج یا چاند کو کہہ دیں کہ تم اسی جگہ ٹھہرے رہو، تو ان کی کیا مجال ہے کہ آگے چلیں، قیامت تک وہیں ٹھہرے رہیں۔

(۳)

شاہجہان بادشاہ نے قندھار کو فتح کرنے کے واسطے پہلے شہزادہ داراشکوہ کو فوج دے کر بھیجا لیکن وہ ناکام آیا۔ پھر شہزادہ اورنگ زیب کو بھیجا، اس نے چھ ماہ محاصرہ رکھا مگر قلعہ قندھار فتح نہ ہو سکا۔ بادشاہ حضرت نوشاہ عالیجاہؒ کو خدمت میں حاضر ہوا، اور فتح قندھار کے واسطے التجا کی۔ آپ نے فرمایا: دریا میں سے کوزہ پانی کا لاؤ، بادشاہ اٹھا اور کوزہ بھر کر حاضر کیا۔ آپ نے وضو کیا اور تین چھینٹے پانی کے قندھار

کیطرف پھینکا اور فرمایا: جا تجھ کو فتح قندھار کی مبارک ہو اور ایک اپنا دوپٹہ تبرکاً عنایت فرمایا۔ بادشاہ نے وہ تاریخ اور وقت لکھ لیا۔ جب لاہور پہنچا تو قندھار سے اورنگزیب کا قاصد آ گیا اور پیغام لایا کہ قدرت الٰہی سے فلاں تاریخ کو فلاں وقت قلعہ قندھار کی دیوار تین جگہوں سے پھٹ گئی اور ہماری فوج اس میں داخل ہو گئی اور قندھار فتح ہو گیا ہے شاہ جہان نے جب رقعہ دیکھا تو وہی تاریخ اور وقت تھا جس وقت حضرت نوشہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تین چھینٹے پانی کے اُس طرف پھینکے تھے۔ بادشاہ آپ کا معتقد اور ارادت مند ہو گیا دو گاؤں موضع بھٹہ عثمان اور بادشاہ پور فتاً مصارف لنگر کے واسطے بطور جاگیر التمغا نذرانہ میں دیئے، جنکا خراج ایک لاکھ تیرہ ہزار ایک سو ساٹھ (۱۱۳۱۶۰) دام یعنی دو ہزار اکہتر روپیہ رائج الوقت سالانہ درگاہ عالیہ کو موصول ہوتا رہا۔

(۱۴)

ایک مرتبہ ایک سادھو ہندو مذہب حضرت نوشاہ عالیجاہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا، اُس وقت آپ دریائے چناب کے کنارہ پر سیر کو تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ سادھو نے کہا کہ آپ با کرامت دیکھیں یا دکھائیں، آپ نے فرمایا: میں تو درویش آدمی ہوں تم ہی کوئی کرامت دکھاؤ۔ اس نے پہلے اپنے آپ کو بچے کی صورت میں دکھاؤ، پھر جوان صورت بن گیا، پھر ضعیف کی شکل بن گیا اور کہا کہ میں نے بارہ (۱۲) بارہ (۱۲) سال کے تین چلّے کیئے ہیں اور یہ مرتبہ حاصل کیا ہے کہ تین طرح کی شکلیں تبدیل کر سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تو نے شکل کا تبدیل کرنا سیکھا تو کیا کمال حاصل کیا ہے بلکہ عمر ضائع کر دی ہے ــــ آپ نے دریا کی طرف منہ کر کے اَللّٰہ ھُو کا نعرہ لگایا تو دریا کے پانی سے ھُو کی آواز آنے لگی بلکہ درختوں کے پتوں اور فضا سے بھی یہی گونج اٹھی۔ چنانچہ یہ تصرف و کرامت دیکھ کر وہ سادھو معہ چیلوں کے مسلمان ہو گیا اور آپ کے مریدوں میں داخل ہوا۔

حضرت نوشہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہ سب حالات میں نے سید شرافت نوشاہی کی کتاب شریف التواریخ جلد اول موسوم بہ تاریخ الاقطاب قلمی اور جلد دوم موسوم بہ طبقات النوشاہیہ قلمی سے لکھے ہیں جو ان کے کتب خانہ میں ملفوظات کی صورت میں موجود ہیں۔ جو شخص حالات

کو مفصل دیکھنا چاہے وہاں دیکھ سکتا ہے۔

حضرت نوشہ گنج بخش، صاحبِ تصانیف تھے۔ چنانچہ کتب ذیل آپ کے کلام اور ارشاداتِ عالیہ سے ہیں:

۱۔ معارفِ تصوف:۔ یہ آپ کا فارسی کلام ہے۔ مرتبہ سید شرافت نوشاہی

۲۔ چہار بہار فارسی:۔ جمع کردہ شیخ محمد ہاشم نوشاہی مقربالوی ــــ اس کا ترجمہ اردو سید شرافت نوشاہی نے بنام خزائن الاسرار کر دیا ہے۔

۳۔ کلمات طیبات فارسی المعروف ملفوظات نوشاہیہ ــــ اس میں حضرت نوشاہ عالیجاہ کے ہزار کلمات بترتیب حروف تہجی سید شرافت نوشاہی نے جمع کئے ہیں اور اس کا اردو ترجمہ بھی بنام جواہرات کر دیا ہے۔

۴۔ ذخائر الجواہر فی بصائر الزواہر ــ المعروف ارشادات نوشاہیہ: اس میں حضرت نوشہ صاحب کے پانچ سو چالیس ارشادات سید شرافت نوشاہی نے جمع کئے ہیں۔

۵۔ الاسرار والمعارف (جواہر مکنون): یہ حضرت نوشہ صاحبؒ کے ایک سو ارشادات ہیں جو بطور سوال جواب تحریر ہیں۔ سید شرافت نوشاہی نے مرتب کئے ہیں۔

۶۔ لطائف الاشارات:۔ اس میں حضرت نوشہ صاحب عالیجنابؒ کے چالیس ارشادات لکھے ہیں مرتبہ سید شرافت نوشاہی۔

۷۔ مواعظِ نوشہ پیر:۔ اس میں حضرت نوشاہِ عالیجاہ کے چار وعظ پنجابی زبان میں ہیں سید شرافت نوشاہی نے قلمی بیاضوں سے جمع کر کے مرتب کئے ہیں اور مولوی عبداللطیف زار قادری نوشاہی نے چھپوا دیئے ہیں

۸۔ کلامِ نوشہ:۔ (حصہ اول) اس میں آپ کا اردو منظوم کلام جمع کیا گیا ہے ــــ جو

دوسو اشعار ہیں۔ سید شرافت نوشاہی نے دو سال کی محنت سے مختلف بیاضوں سے اس کو جمع کیا ہے۔

۹۔ کلامِ نوشہ : (حصہ دوم) اس میں آپ کا پنجابی منظوم کلام ہے۔ اشعار کی تعداد چار ہزار ہے۔ یہ بھی سید شرافت نوشاہی نے بڑی محنت اور جانفشانی کے ساتھ قلمی بیاضوں سے جمع کر کے مرتب کیا ہے۔ ایک سو سے زیادہ رسالے اس میں موجود ہیں!

اولاد :

حضرت نوشہ صاحب کے دو صاحبزادے تھے :

(۱) حضرت مولانا سید حافظ محمد برخوردار بحرالعشق رح متوفی ۱۵ ذیقعدہ ۱۰۹۳ھ

(۲) حضرت سید محمد ہاشم دریادل رح متوفی ۲۲ ذی الحجہ ۱۰۹۲ھ

(نقل از طبقات نوشاہیہ طبقہ اول و دوم و سوم)

حضرت نوشہ صاحب سے جو سلسلۂ فقر جاری ہوا، درویشوں میں اس کو نوشاہی کہا جاتا ہے۔ یہ قادری سلسلہ کی ایک مشہور و معروف اور جلیل القدر شاخ ہے۔ اس سلسلہ میں ہزاروں کی تعداد میں اولیاء اللہ اور مشائخ، نیز امراء و سلاطین بھی گزرے ہیں۔ حضور کے منتسلین کی تعداد پاکستان۔ ہندوستان۔ افغانستان۔ کشمیر وغیرہ ممالک میں لاکھوں تک پہنچی ہے۔

اس سلسلہ کا ذکر مرزا احمد اختر نے تحفۃ الفقرا میں اور مرزا عبدالستار بیگ سہسرامی نے مسالک السالکین میں اور مولوی قلندر علی نے الفقر فخری میں کیا ہے لیکن انہوں نے غلطی سے اسکو خواجہ فضیل کے نام سے منسوب کیا ہے جو حضرت نوشہ صاحب کا مرید تھا۔

آپ کے چند اکابر خلیفوں کے نام بیان درج کئے جاتے ہیں :

(۱) شیخ رحیم داد بن شاہ سلمان نوری۔ بھلوال ضلع سرگودھا۔

(۲) شیخ تاج محمود بن شاہ سلیمان " " "

(۳) سید صالح محمد رح ساکن چک سادہ۔ ضلع گجرات۔

(۴) شیخ پیر محمد سچیار رح۔ نوشہرہ شریف " "

(۵) قاضی خوشی محمد، کنجاہ — ضلع گجرات
(۶) قاضی رضی الدینؒ 〃 〃
(۷) شیخ عبدالرحمٰن پاک صاحبؒ بھڑی شریف ـ گوجرانوالہ
(۸) سید شاہ محمد شہید بھاکھریؒ رہتاس ، جہلم
(۹) شاہ فتحؒ دیوان رحؒ ـ ساگری ـ 〃
(۱۰) حافظ طاہر مجذوب رحؒ کشمیر
(۱۱) شیخ نور محمد سیالکوٹ
(۱۲) مولانا عبدالحکیم آفتاب پنجاب 〃
(۱۳) مولانا کمال الدین محمد کشمیریؒ 〃
(۱۴) سید عبداللہ مجذوب بخاری لاہور
(۱۵) شاہ کنہڑ صاحب 〃
(۱۶) شیخ نور محمد عاشق رحؒ ہندوستان۔
(۱۷) شیخ فرخ محمدؒ سنبھل
(۱۸) شیخ مہدی المعروف میاں جام ماچھی سلطانؒ سندھ
(۱۹) شیخ لال اڈیرا رحؒ 〃
(۲۰) سید شاہ محمد قطبؒ قندھار
(۲۱) خواجہ سید فضیل وحیؒ کابل

حضرت نوشہ گنج بخش قادریؒ کا وصال آٹھویں ربیع الاول ۱۰۶۴ھ ایک ہزار چونسٹھ ہجری میں بعہد شاہجہان بادشاہ بعمر ایک سو پانچ سال ہوئی۔ آپ کا روضۂ اطہر موضع نمل ساہن پال شریف تحصیل پھالیہ ضلع گجرات میں دریائے چناب کے شمالی کنارہ پر مرجع خلائق ہے۔ رضی اللہ عنہ۔

شہزادہ داراشکوہ قادریؒ

خاندان

شہزادہ داراشکوہ شاہ جہاں کا فرزند اکبر تھا، بلکہ بقول ابوطالب کلیم "گل اولین گلستان شاہی" تھا۔ شہزادے کی ولادت حضرت خواجہ اجمیریؒ کے طفیل سے ہوئی۔ ولادت کے بعد شہزادہ دو سے چار سال تک باپ کے ساتھ تلنگانہ کے جنگلوں میں پلا۔ باپ کے تخت نشین ہونے پر آصف خاں کے ساتھ دربار میں حاضر ہوا تو اس کے لئے ایک ہزار روپیہ ماہانہ مقرر ہوا۔ تعلیم و تربیت ملا میرک شیخ ہروی اور ملا عبداللطیف سلطان پوری وغیرہ سے حاصل کی۔

سن ۱۰۳۰ھ مطابق سن ۱۶۲۰ء میں ولایت خاندیش میں قیام کے دوران ملکہ ممتاز محل نے اس کی منگنی شہزادہ پرویز کی صاحبزادی سے کی مگر یہ شادی کئی سال کے بعد ہو سکی۔ اس کا نام نادرہ بیگم تھا۔ شہزادہ اس سے بے پناہ محبت کرتا تھا۔

سن ۱۰۶۶ھ مطابق سن ۱۶۵۵ء میں دارا شکوہ چالیس ہزار ذات کے عہدے پر فائز ہوا۔ شاہ جہاں کی قید کے بعد اورنگ زیب، دارا شکوہ، مراد بخش اور شاہ شجاع میں جنگ اقتدار شروع ہوئی۔ جس میں اورنگ زیب عالمگیر فاتح رہا۔ اور باقی تینوں بھائی قتل ہوئے۔

آپ نے سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت میاں میر قادریؒ لاہوری کے خلیفہ حضرت ملا شاہ بدخشانی لاہوری سے کی۔ کتاب سفینۃ الاولیاء میں شہزادہ نے جب حضرت غوث الاعظم کے حالات لکھنے شروع کئے تو وہ لکھتے ہیں کہ:

> "اس رات اس کمترین مرید نے حضرت پیر دستگیر غوث الاعظم کا حال لکھنا شروع کیا اس رات اپنے آپ کو حضرت غوث الاعظم کے گنبد مبارک واقع بغداد میں پایا اور حضرت امام موسیٰ کاظم اور حضرت غوث الاعظم کے طواف میں مشغول دیکھا۔ یہ میری سعادت مندی تھی کہ مجھے انتہائی عظیم القدر شرف حاصل ہوا، اور فقیر کو بھی یقین ہو گیا کہ اس کتاب کی تحریر مقبول ہوگی۔"

لاہور میں آمد

شہزادہ داراشکوہ کی لاہور میں متعدد بار کی آمد کا پتہ چلتا ہے۔ پروفیسر لوئی ہیون کالج دی فرانس لی نے "لاہور کی ملاقاتیں" کے عنوان سے ایک مضمون شائع کیا تھا جس میں شہزادہ اور بابا لعل داس کبیر پنتھی کے دلچسپ مکالمات شائع کئے ہیں۔ ۱۶۵۳ء میں جب شہزادہ لاہور آیا تو باباجی سے ملنے گیا اور اپنے چند شکوک رفع کرنے کی درخواست کی چنانچہ ان مکالموں کا بیشتر حصہ انہیں مابعد الطبعی مسائل اور شکوک کے بیان پر مشتمل ہے۔ باتیں ہندوستانی زبان میں ہوئیں بعد میں منشی چندر بھان پٹیالوی نے قلمبند کر کے فارسی میں ترجمہ کیا۔ یہ مکالمات بہت دلچسپ ہیں، اور ناری ان کے خیالات سے استفادہ کر سکتا ہے۔

شاہجہان اور داراشکوہ کی آمد:

شہزادہ داراشکوہ قادری شاہجہان کا سب سے بڑا فرزند تھا۔ اس کا علمی مرتبہ بہت بلند تھا اس کی تصانیف میں جو باقاعدگی اور وضاحت ہے وہ ان کو اس زمانہ کی دیگر تصوف کی کتب سے ممتاز اور نمایاں مقام دلاتی ہیں۔ چونکہ شاہجہان اس کو ہر وقت اپنے پاس رکھتا تھا اس لئے اس کو دارالخلافہ میں علمی اور روحانی دلچسپیوں کے لئے بہت وقت ملتا رہا اور جس سے اس نے مکمل فائدہ اٹھایا —

جب شاہ جہان لاہور آیا تو وہ شہزادہ بلند اقبال کو ساتھ لے کر حضرت میاں میر قادری کی خدمت میں حاضر ہوا" اور ان سے شہزادے کی صحت کی بحالی کے لئے دعا کی درخواست کی۔ اس وقت شہزادہ اُنیس سال کا تھا۔ اس کے دس مہینے کے بعد جب دوبارہ شاہجہان حضرت میاں میرؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا تو اس وقت بھی شہزادہ بادشاہ کے ساتھ تھا۔ اس وقت شہزادہ کی ارادت مندی کی یہ حالت تھی کہ وہ حضرت کے مکان کی دوسری منزل میں جہاں حضرت کا قیام تھا، برہنہ پا گیا اور چونکہ وہ چبا چبا کر پھینکتے جاتے تھے اُنہیں اُٹھا کر کھاتا رہا۔

اس کے بعد جب بادشاہ بمعہ اُمرا چلا گیا تو داراشکوہ حضرت صاحب کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا — اُن کے قدموں پر سر رکھ دیا، اور وہ بھی شہزادے کے سر پر دیر تک ہاتھ پھیرتے رہے اور اس کے حق میں دعا کی۔ اس واقعہ کے اگلے سال حضرت میاں میر قادری لاہوری وفات پا گئے۔

سید حسن بادشاہ قادریؒ

خاندان :۔ آپ کا نسب پندرہ واسطوں سے سید عبدالرزاقؒ خلف محبوب سبحانی غوثِ صمدانی سید عبدالقادر جیلانیؒ سے ملتا ہے۔ آپ کے والد گرامی کا نام سید عبداللہ قادریؒ تھا۔

ولادت :۔ ۱۰۲۳ھ مطابق ۱۶۱۴ء میں بمقام ٹھٹھہ علاقہ سندھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ یہ جگہ کراچی سے ۵۲ میل اور جنگ شاہی سٹیشن سے ۱۱ میل کے فاصلہ پہ واقع ہے۔

تعلیم و تدریس :۔ بچپن آپ نے علاقہ سندھ میں ہی گزارا اور اپنے والد ماجد کی زیرِ نگرانی تعلیم و تدریس کے تمام منازل طے فرمائے۔ تقریباً سولہ سال کی عمر میں ہی علوم درسیہ کی تمام کتب کی تکمیل کر لی اور سترہ سال کی عمر میں درس و تدریس کا کام شروع کر دیا۔

بیعت :۔ بیعت آپ نے اپنے والد گرامی حضرت سید عبداللہؒ سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں کی۔

شادی :۔ کوٹلہ محسن خاں (پشاور) کے ارباب نے اپنی بیٹی کا رشتہ پیش کیا جس کو آپ نے قبول فرما لیا۔ جس کے بطن سے اللہ تعالیٰ نے ایک صاحبزادہ سید زین العابدینؒ عطا فرمایا۔ جو محدثِ زمانہ بنا۔ دوسری شادی آپ نے حضرت سید علی ترمذیؒ المعروف پیر بابا کے گھرانہ میں کی۔ اس کے بطن سے دو صاحبزادے ہوئے پہلے سید شاہ محمد غوث قادریؒ لاہوری اور دوسرے سید علی قادریؒ۔

سیر و سیاحت :۔ پہلے آپ مجاہدات و ریاضات کے لئے دریائے شور تشریف لے گئے اور وہاں تقریباً سات سال تک مشقت اٹھاتے رہے۔ پھر تبلیغ و ارشاد کے لئے ہندوستان کی طرف روانہ ہوئے۔ اس سفر میں آپ کے برادرِ خورد ابوالمکارم حضرت شاہ محمد فاضل خانیاری بھی شریک تھے۔ جب گجرات کاٹھیاواڑ پہنچے تو وہاں دو سو پچاس مساجد تعمیر کیں اور پانچ خلفاء مقرر کئے۔ اور جب شاہ جہان آباد پہنچے تو وہاں بھی اپنی تبلیغی سرگرمیاں کم نہ ہونے دیں۔ پھر دہلی سے پنجاب پہنچے اور لاہور مدینۃ الاولیاء میں قیام فرمایا۔ یہاں چندے قیام فرما کر پشاور ۱۰۸۲ھ مطابق ۱۶۷۱ء میں پہنچے۔ پھر کشمیر پہنچے اور ہزارہا افراد کو راہِ ہدایت دکھائی۔ اس سفر میں بھی حضرت ابوالمکارم آپ کے ہمراہ تھے۔ چھ ماہ کشمیر رہے اور لنگر جاری فرمایا۔ جہاں سے چھ سو آدمی روزانہ کھانا تناول کرتے اور مسکینوں اور غریبوں کو کپڑا بھی دیا جاتا۔ اس کے بعد آپ اپنے چھوٹے بھائی کو وہاں خلافت عطا فرما کر پشاور تشریف لائے۔ پشاور

میں چندے قیام کے بعد کابل تشریف لے گئے بلکہ کابل کا تین بار سفر کیا۔ ان تمام سفروں میں بے شمار مشائخ اور صوفیا آپ کے ساتھ جاتے رہے۔ اور سلسلہ عالیہ قادریہ کی تبلیغ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ گورنر کابل امیر خاں آپ کی بیعت سے مشرف ہوا۔ کابل میں بھی آپ نے لنگر جاری فرمایا تھا بعد ازاں غزنی و ہرات تشریف لے گئے۔

لاہور میں آمد: جیسا کہ قبل ازیں ذکر کیا گیا ہے کہ جب آپ ہندوستان کفرستان میں تبلیغ اسلام کے لئے آئے تو ہندوستان کے دور دراز مقامات سے ہوتے ہوئے لاہور تشریف لائے۔ چندے یہاں قیام فرمایا اور ہزارہا افراد کو اس سلسلہ عالیہ میں تلقین فرمائی۔ بعد ازاں آپ کے صاحبزادے حضرت سید شاہ محمد غوث قادری لاہوری جن کا مزار بیرون دہلی دروازہ ہے۔ مستقل طور پر لاہور میں قیام پذیر ہوئے۔ لکھا ہے کہ ایک دفعہ گورنر کابل نواب امیر خاں نے اورنگ زیب عالمگیر سے جناب سید شاہ محمد غوث قادری لاہوری کے گزر اوقات کے لئے ایک قطعہ اراضی کا فرمان لکھوایا تھا مگر آپ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ لاہور میں آپ حضرت میاں میر قادری سے ملے اور کافی دیر انکے ہاں ٹھہرے۔ لاہور میں اشاعت و تبلیغ میں خوب سرگرمی دکھائی بڑے بڑے علماء آپکے حلقہ ارادت میں آئے۔ کافی مدت لاہور میں رہے پھر گجرات چلے گئے۔ مزید حالات کیلئے کتاب "تذکرہ مشائخ قادریہ حسینیہ" مؤلفہ محمد امیر شاہ قادری پشاوری ملاحظہ فرمائیں۔

وفات: وفات ۱۱۱۵ھ مطابق ۱۷۰۳ء میں ہوئی یہ اورنگ زیب عالمگیر کا عہد حکومت تھا۔

مزار اقدس: مزار اقدس پشاور محلہ یکہ توت میں ہے جہاں آپ کی نہایت عظیم الشان درگاہ ہے۔ موجودہ حالت میں اس درگاہ کے سجادہ نشین حضرت سید محمد امیر شاہ قادری ہیں جو کہ میرے نہایت مخلص دوستوں میں سے ہیں۔

حضرت ابوالمکارم شاہ محمد فاضل قادری

آپ حضرت سید حسن پشاوری قادری کے چھوٹے بھائی تھے۔ آپ نے اپنے برادر کے ہمراہ سندھ۔ پنجاب۔ دہلی۔ گجرات۔ کاٹھیاواڑ تک کا سفر تبلیغ اسلام کے لئے کیا۔ اس سفر میں آپ نے جن اکابر اولیاء سے ملاقات کی ان میں حضرت میاں میر قادری لاہوری۔ حضرت شاہ دولا گجراتی اور حضرت شاہ بری لطیف نور پور شاہاں شامل ہیں۔ اس سفر سے واپسی کے بعد آپ پشاور میں

ٹھہرے رہے اور بعد ازاں اپنے بھائی سید حسن پشاوری کے حکم سے کشمیر کے خلیفہ مقرر ہوئے اور وہاں لوگوں کو راہِ ہدایت کی طرف بلانے لگے۔ الغرض ہزار ہا لوگوں نے آپ سے راہِ ہدایت حاصل کی۔ ولادت آپ کی ۱۰۴۹ھ میں بمقام ٹھٹھہ ہوئی تھی۔ میر بزرگ شاہ بن سید غلام شاہ آزاد بن سید محمود بن سید عبدالقادر قادری بن شاہ محمد فاضل قادری کے پاس حضور غوث الاعظمؒ کا ایک موئے مبارک تھا جس کے لئے آپ نے کشمیر میں ایک عظیم الشان عمارت تعمیر کرائی اور اس میں یہ موئے مبارک رکھا۔ اس جگہ کو خانقاہ دستگیر کہا جاتا ہے۔

آپ کے فرزندوں میں میر وزیر شاہ۔ لطف اللہ شاہ اور فضل اللہ شاہ لاولد فوت ہو گئے تھے اور چوتھے فرزند سید عبدالقادرؒ تھے۔ ان کے فرزند سید محمود حضرت شاہ محمد غوث قادری لاہوری کے داماد تھے۔

وفات :۔ ۱۹ جمادی الآخر ۱۱۱۱ھ مطابق ۱۷۰۰ء میں ہوئی۔ مدفن محلہ خانیلہ واقع کشمیر میں ہے۔

شیخ محمد افضل قادری کلانوری

قصبہ کلانور ضلع گورداس پور بھارت کو قدیم زمانہ سے نہایت اہمیت حاصل رہی ہے۔ قدیم ہندو زمانہ میں وشنو کا مندر کرن ندی کے کنارے ہونے کی وجہ سے اس کو بہت شہرت حاصل تھی۔ اور ہر سال اس دیوتا کے سالانہ تہوار پر لاکھوں ہندو شرکت کیا کرتے تھے۔ بعد ازاں جب اسلام آیا تو عساکر اسلام لاہور و سیالکوٹ سے اسی راستہ دہلی اور سرہند کی طرف گزرتے تھے۔ اور اس زمانہ میں اس کو ایک شاہی پڑاؤ کی حیثیت حاصل تھی۔ عہد مغلیہ میں یہ قصبہ بہت اہمیت حاصل کر گیا اور اس کی آبادی میں کثرت سے اضافہ ہوا اور بے شمار راجپوت بھی یہاں آباد ہو گئے تو اس زمانہ میں حضرت شیخ محمد افضل کلانوری نے لاہور تشریف لا کر حضرت شیخ ابو محمد قادری خلیفہ مجاز حضرت شیخ طاہر بندگی لاہوری سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کی اور پھر پیر و مرشد کے حکم سے واپس کلانور جا کر اشاعت و تبلیغ اسلام میں مصروف ہوئے۔

"پنجاب میں اردو" میں تحریر ہے کہ شیخ محمد افضل کلانوری کی شخصیت نے ادبیات پنجاب پر خاصا اثر ڈالا ہے وہ خود شاعر تھے اور شیخ فاضل الدین بٹالوی اور ان کے متبعین جو اس تحریک کے روح رواں تھے شاعری میں محض اپنے مرشد بزرگوار کی سنت کی پیروی کر رہے ہیں۔ اس لحاظ سے یہ کہنا بے جا نہ

ہوگا کہ اس تحریک کے بانی مبانی دراصل شیخ محمد افضل کلانوری ہیں نہ کہ ان کے مرید شیخ فاضل الدینؒ۔

نمونہ کلام

اے شاہِ شاہاں پیرِ من لینی خبر نامرد کی ۔۔۔ کرنا توجہ از کرم پاؤں خلاصی درد کی
دن رین تجھ بن زار ہوں بیکس پریشاں خوار ہوں ۔۔۔ قربان تیرے نام پہ سُنتی حقیقت فرد کی
پنکھی اکیلا میں پھنسا تھر تھر تڑپتا ہے جیا ۔۔۔ اس ہا تھ ہیری کمٹن کے دیکھی جو تیر دگرد کی
پھانسی پھنسا ہوں سخت تر اس وقت پر کرنا کرم ۔۔۔ مشکل کشا ہو جلد تر پھانسی کٹو اس درد کی
چوپٹ پڑا ہوں گرد میں جگ سے پھٹا ہوں اکیلا ۔۔۔ تجھ بن نہ کوئی پاس ہے نک سار دے اس فرد کی
تجھ بن نہ کوئی ہے مرا ملے شاہِ شاہاں دستگیر ۔۔۔ کر کر نظر اک مہر کی فریاد سن دم سرد کی
محبوب ہو گوشہ پڑا تن پر نہ پردہ پاک ہے ۔۔۔ پردہ ایمانی بخشو مجھے حرمت نہیں بے پرد کی
تم شہ غریب نواز ہو بر سرِ دوران سر تاج ہو ۔۔۔ بینتی سُنو اے بادشاہ افضلؔ مسافر مرد کی

آپ نے قصیدہ غوثیہ کی فارسی زبان میں ایک شرح لکھی تھی جس کے تقریباً دو سو صفحات قلمی تھے۔ یہ کتاب نایاب ہے لیکن اس کی ایک کاپی مولوی شمس دین تاجر کتب کے پاس دیکھی گئی ہے آپ کی زندگی کے حالات بہت کم ملتے ہیں۔ آپ کے خلفاء اور مریدین میں شیخ محمد فاضل الدین قادری بٹالوی اور شیخ محمد نور قادری بہت مشہور و معروف ہیں۔

وفات آنجناب کی ۱۱۲۲ھ مطابق ۱۷۱۰ء کے لگ بھگ بیان کی جاتی ہے اور مرقدِ منور موجوال (جو کلانور کی ایک نواحی بستی ہے) ضلع گورداسپور بھارت میں واقع ہے۔ ساتھ ہی بہت بڑی خانقاہ بشکل چار دیواری اور باغیچہ بھی ہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد حضرات دربار فاضلیہ وہاں جاتے رہے ہیں مؤلف کتاب ہٰذا کئی سال تک اس درگاہ پہ حاضری دیتا رہا ہے۔

سید نور محمد گیلانی قادری

آپ سید محمد امیر گیلانی کے فرزند تھے۔ مادر زاد ولی تھے۔ جب والدِ گرامی نے استاد کے آگے پڑھنے کے لئے بٹھایا تو استاد سے قرآن پڑھنا شروع کرایا اور اس کا ترجمہ سنایا اور خوب روئے جن دنوں آپ اپنے والدِ گرامی سید محمد امیر گیلانی قادری کے ہمراہ دہلی گئے ہوئے تھے تو

اورنگ زیب عالمگیر آپ کے مکان پر آئے اس وقت آپ کے والد مکرم غائب ہو گئے۔ بادشاہ فقط آپ کو ہی مل کر واپس چلے آئے۔ بعد تلاش کے معلوم ہوا کہ سید محمد امیر قطب صاحب کی لاٹھ پہ کھڑے ہیں نور محمد صاحب نے قوالوں کو حکم دیا کہ کچھ کہیں۔ ان کی آواز سن کر نیچے آئے اور پھر واپس وطن آئے۔

آپ کا تعلق سادات حجرہ سے ہے اور لاہور تشریف لائے تھے۔ زہد و تقویٰ اور ریاضت و مجاہدہ میں مقام بلند پر فائز تھے۔

وفات ۱۱۲۶ھ مطابق ۱۷۱۴ء میں ہوئی جو کہ فرخ سیر بادشاہ دہلی کا عہد تھا۔

حضرت مولانا سید حافظ جمال اللہ فقیہ اعظم نوشاہی قدس سرہٗ

آپ سلطان الاولیاء دلیل الاتقیاء عارف ربانی محبوب یزدانی امام اہل شریعت۔ مقتدائے اصحاب طریقت۔ صاحب جذب و عشق و محبت و وجد و سماع تھے۔

آپ کا نام جمال اللہ۔ لقب فقیہ اعظم اور صوفی تھا۔ آپ سید الاخیار امام الابرار حضرت مولانا سید حافظ محمد برخوردار بحر العشق نوشاہی کے فرزند ارجمند اور مرید و خلیفہ اعظم و سجادہ نشین تھے۔ سب فرزندوں میں سے آپ کے ساتھ والد بزرگوار کی کمال محبت تھی۔ آپ کی پیدائش ۱۰۷۶ھ مطابق ۱۶۶۶ء میں اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ کے زمانہ میں بمقام ساہن پال شریف ضلع گجرات ہوئی۔

آپ نے پہلے اپنے والد ماجد سے قرآن مجید حفظ کیا۔ پھر موضع بچہ چھٹہ میں جو اس عہد میں مرکز علوم تھا چلے گئے۔ وہاں حافظ مفتی شکر اللہ اور مولانا مفتی محمد صدیق سے علوم معقول و منقول حاصل کئے ستائیس سال کے بعد وہاں سے فارغ التحصیل ہو کر دستار فضیلت باندھی اور دینی و دنیوی مقاصد حاصل کر کے واپس آئے اور درگاہ نوشاہیہ میں مدرسہ کی بنا ڈالی اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ علم حدیث و فقہ میں وہ کمال تھا کہ علمائے وقت رشک کرتے تھے۔ وعظ و تقریر اس درجہ شیریں ہوتی تھی کہ سامعین پر حالت وجد طاری ہو جاتی تھی۔ فصاحت و بلاغت حد بیان سے باہر تھی۔ درس کے وقت بڑے لطیف نکات و معارف بیان فرماتے۔ آپکو والدہ ماجدہ کی دعا تھی کہ تم ہر میدان میں مظفر و منصور ہو گے۔ چنانچہ ہر طرح کے علمی مناظروں اور مباحثوں میں آپ فتحیاب ہوتے۔ ایک مرتبہ حافظ یار محمد کنگرہ کے جنازہ پر علمائے علاقہ نے آپ سے مناظرہ کیا۔ آپ سب پر غالب آئے۔

آپ نے حضرت شیخ عبدالرحمن پاک صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت بھی کی۔ وہ آپ کے حق میں فرمایا کرتے اس صاحبزادہ کی تاثیر بہت سخت ہوا کرے گی چنانچہ آپ جس کسی پر نگاہِ توجہ ڈالتے۔ وہ مست و مجذوب ہو جاتا۔ اپنے والد بزرگوار جدامجد کی بیعت و وراثت سے آپ بھی درجہ قطبیت سے مشرف ہوئے۔

آپ علمِ تصوف و اشارات فقر میں استاد کامل و مکمل تھے آپ فرمایا کرتے کہ فقیروں کے مراتب و منازل اپنے ہاتھ میں ہیں چراغ کی طرح دیکھتا ہوں۔ مجاہدہ و ریاضت سے کبھی فارغ نہ ہوتے۔ سلطان الاذکار آپ کو جاری تھا۔

آپ اکثر لاہور میں تشریف لے جایا کرتے اور اکابر مشائخ لاہور سے ملاقاتیں کیا کرتے تھے علامہ شریف عبدالحی بن فخرالدین حسنی مدیر سابق ندوۃ العلماء لکھنؤ نے اپنی کتاب نزہۃ الخواطر کی جلد ششم میں نمبر ۱۰۹ پر آپ کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے۔ "الشیخ الفاضل جمال اللہ بن برخوردار بن محمد بن العلاء لاہوری۔"

آپ کے حالات سید شرافت نوشاہی کی کتاب اذکارِ نوشاہی سے لکھے گئے ہیں اس کے علاوہ ان کی کتاب شریف التواریخ کی دوسری جلد الموسوم بہ طبقات النوشاہیہ میں آپ کے مفصل حالات و کرامات لکھے ہوئے ہیں۔

ایک شخص ملا نامی آپ کو تکلیف پہنچاتا۔ آپ کے منہ سے نکلا۔ "ملا نہ رہس جھگا نہ رہس کلا" چنانچہ وہ بالکل غارت ہوگیا۔

آپ کی تصنیف سے ایک کتاب حقائق الآثار ہے جو سید شرافت نوشاہی نے مرتب کی ہے۔

آپ کے دو بیٹے تھے۔

(۱) سید ابوسعید مرتاض متوفی ۱۱۶۷ھ مطابق ۱۷۵۴ء۔

(۲) سید حافظ محمد حیات ربانی متوفی ۱۱۷۳ھ مطابق ۱۷۶۰ء۔

آپ کے خواص مریدین یہ تھے۔

(۱) میر احمد خان فوجدار گجراتی۔ (۲) میر جعفر خان ہیلانی

(۳) شیخ دانا سیالکوٹی۔ (۴) چوہدری جمال بن ابوالخیر تارڑ اگردیہ۔

سید حافظ جمال اللہ فقیہ اعظم کی وفات بعمر چونسٹھ سال بارھویں ربیع الآخر ۱۱۴۳ھ ۱۷۳۰ء میں بعد

سلطنت محمد شاہ بادشاہ ہوئی۔ مزار ساہن پال شریف ضلع گجرات گورستان نوشاہیہ میں ہے

ابوالفرح محمد فاضل الدین قادری بٹالوی بانی سلسلہ فاضلیہ

آپ ۱۰۷۱ھ مطابق ۱۶۶۰ء میں نور پور (چک قاضی) تحصیل شکرگڑھ ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ سیالکوٹ اور لاہور کی تعلیمی درس گاہوں سے اکتساب علم کیا آپ کے والد محترم کا نام سید عنایت اللہ تھا جو اس زمانہ میں جاگیردار تھے ان کے اجداد میں سید بدیع الدین آغا عہد ہمایوں میں برصغیر پاک وہند میں تشریف لائے تھے۔ آغا صاحب تحصیل شکرگڑھ میں مقیم ہوئے۔ حضرت ابوالفرح مزید تعلیم کے لئے دہلی بھی گئے۔ سید عنایت اللہ کو خان بہادر کا خطاب سرکار سے حاصل تھا۔ انہوں نے عربی اور فارسی علوم کی تحصیل مولوی عبدالحکیم سیالکوٹی کے نواسہ ابوالحسن فتح محمد اور میاں محمد غوث لاہوری سے کی ہے۔

بارھویں صدی ہجری میں بٹالہ میں مشائخ کا ایک خاندان آباد ہوا جس کے جد اعلیٰ شیخ ابوالحسن علی بغدادی معروف بہ بدیع الدین شہید حسن الجیلانی ہیں آپ عراق سے ہندوستان آئے تھے ان کا مزار موضع بہاری من مضافات پنجاب میں ہے آپ کی اولاد میں سے حضرت فاضل الدین نے علم وفضل کی وجہ سے بڑی شہرت حاصل کی۔ بیس سال کی عمر میں گھر سے نکلے اور بٹالہ میں اقامت گزینی کر لی۔

قیام بٹالہ: مختلف جگہوں کی سیر وسیاحت کے بعد آپ بٹالہ تشریف پہنچے۔ آپ نے لنگر بھی جاری کیا تھا۔ جس میں صبح وشام سینکڑوں افراد کھانا کھاتے تھے۔ پھر آپ نے اپنی خانقاہ میں مسجد مدرسہ اور مہمان خانے بھی تعمیر کروائے۔ آپ لاہور بھی تشریف لائے تھے۔ آپ کی اولاد سے اب سید بدر محی الدین قادری دربار فاضلیہ اچھرہ میں مقیم ہیں۔

مرزا انورالعین واقف فارسی شاعر کا مولد ومنشا بٹالہ شہر ہی ہے۔ تاج العارفین حضرت عبدالنبی صاحب نقشبندی شامی قدس سرہٗ آپ سے ملنے کے لئے موضع شام چوراسی نزد جالندھر سے بٹالہ تشریف لائے تھے۔

بیعت: قیام بٹالہ میں ایک روز آپ کو حضرت ابو محمد قادری مرید حضرت طاہر بندگیؒ نے ارشاد

فرمایا کہ کلانور کے شیخ محمد افضل قادری سے بیعت کرو چنانچہ آپ نے سلسلہ عالیہ قادریہ میں ان سے بیعت کی اور پھر بٹالہ شریف کو اپنا مستقل مسکن بنالیا۔ جہاں فاضلیہ قادریہ حضرات کی بہت بڑی درگاہ ہے۔

نمونہ کلام:

نا ہیں مرا چھٹ تم کوئی انظر بحالی یا نبی — ہے رین دن غفلت بڑی انظر بحالی یا نبی
اس فضل سوں راکھو مجھے من عزل درجا العفا — فریاد کرتا ہر گھڑی انظر بحالی یا نبی
مَیں ہوں خرابی میں پڑا کالفعل سوء الخلق حیف — اس غم ستی چھاتی سڑی انظر بحالی یا نبی
اس شرم سوں مجھ مکھ نہیں حتی الی ضوالصفا — ہے مرگ بھی سر پہ کھڑی انظر بحالی یا نبی
برنفعہ شریعت سوں رکھو حتی کرن لحم — اس عشق سو کر بیل جڑی انظر بحالی یا نبی
فاضل پکارے رین دن اشفع شفیع المذنبین — فریاد کرتا ہر گھڑی انظر بحالی یا نبی

تصنیفات: لکھا ہے کہ عربی اور فارسی زبان میں آپ نے تقریباً ایک سو کتب تحریر کی ہیں۔ ان میں سے قصیدہ غوثیہ حضرت غوث الاعظم پر آپ کی عربی اور فارسی شروح اور ترجمہ مواہب الرحمٰن کے نام سننے میں آتے ہیں۔ آپ شاعر بھی تھے۔

وفات: آپ نے ۷ ذی الحجہ ۱۱۵۱ھ مطابق ۱۷۳۹ء میں بٹالہ شریف میں وفات پائی اور وہاں ہی مدفون ہوئے۔ یہ محمد شاہ رنگیلا بادشاہ دہلی کا زمانہ تھا۔ آپ کی عمر ۷۰ سال ہوئی "غمِ عام" تاریخ وفات ہے۔

قطب الاقطاب شیخ کمال قادری

آپ شیخ الاولیاء ملا محمدؒ کے صاحبزادے تھے۔ ولادت ۱۰۶۵ھ میں بعہد اورنگ زیب عالمگیر میاں کوٹ ضلع گورداسپور میں ہوئی۔ اپنے والد گرامی سے ابتدائی بیعت قادری سلسلہ میں کی۔ اس زمانہ میں بٹالہ شریف میں خواجہ محمد افضل قادری کلانوری کے خلیفہ مجاز حضرت ابوالفرح محمد فاضل الدین قادری موجود تھے آپ ان کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے تھے اور فیض حاصل کیا تھا۔ دوسری بیعت آپ نے شیخ محمد نور قادری خلیفہ حضرت شیخ محمد افضل قادری کلانوری

سے کی جو اُردو پنجابی زبان کے شاعر تھے اور جنہوں نے حضرت شاہ جیلان کی توصیف میں بہت سی منقبتیں لکھی تھیں۔

آپ کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ آپ نے جھنگی اور چھوٹی کھوئی اور بڑی کھوئی کے درمیان ایک ملہبہ میں ریاضت و عبادت اس قدر کی تھی کہ اس ملہبہ کو ہی پیر ملہبہ کہا جانے لگا۔ آپ کی ریاضت اور عبادت اظہرمن الشمس تھی۔ جب نواب عبدالصمد خاں دلیر جنگ ناظم لاہور اور بندہ بیراگی کی افواج میں گورداسپور اور کلانور کے درمیان جنگیں ہوئیں۔ تو آپ مجاہدانہ طور پر اپنے ساتھیوں کے ساتھ کفر کے خلاف معرکہ آرا ہوئے اور نمایاں کردار ادا کیا۔

آپ بھی لاہور تشریف لائے تھے اور یہاں کے بے شمار علماء اور صوفیاء سے ملاقی ہوئے تھے علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے۔ نیز نہایت خوش رو۔ خوش گو اور خوش خو تھے۔

مزار منور اپنے خاندانی قبرستان میں جو کہ قصبہ میاں کوٹ کے جنوب مشرق میں واقع ہے۔ اپنے والد بزرگوار کی پائنتی میں برلب جوہڑ مدفون ہوئے۔ وفات ۱۱۷۹ھ میں ہوئی۔

شیخ محمد نُور قادری ؒ

آپ حضرت شیخ محمد افضل کلانوری کے مرید اور خلیفہ اور حضرت شیخ فاضل الدین قادری بٹالوی کے پیر بھائی ہیں۔ بٹالہ اور کلانور میں آپ کا آنا جانا تھا۔ نہایت نیک نفس بزرگ تھے اور علم تصوف کے حقائق و معارف پر دستگاہ کامل رکھتے تھے متوکل اور مستغنی المزاج تھے۔ بیشمار لوگ ان کے حلقۂ ارادت میں شامل تھے۔ پیر و مرشد کے ساتھ لاہور آئے تھے۔

آپ شاعر بھی تھے۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو۔

نمونہ کلام

بہر خدا تو اے صبا بغداد جا فریاد کر
دربار میراں شاہ کے کہہ منتی مجھ سر بسر

ڈوبا میں غم کے چاہ سوں کر فضل مجھ بہرِ خدا
تم بن مرا کوئی نہیں میں دست عاصی کا پکڑ

روتا میں اپنے حال سوں غفلت کتی حیران ہو یا
زحمت مو جھے مُضطر کیا دیو و شفا خود کرم کر

تیرے مرید جو خاص ہیں ان کے سگانِ نگاہوں میں سگ — بہرِ خدا و مصطفےٰ کر لطف کی مجھ پہ نظر
حق نے تو تجھے سرور کیا ولیاں میں تم سرتاج ہو — ہو یا نہ کوئی نا ہووے تیرے جیہا تا دن حشر
پوچھا ہے کر تحقیق میں عالی تری درجات ہے — صدقہ علیؓ حسنینؓ کا آ فرق مجھ کے قدم دھر
دامن لگے کی لاج تجھ سن عاجزی مجھ کی شاہا — محفوظ کر دل جان سوں دو جگ گواہ میرے خطر
بن دیکھنے تجھ اے شاہا زندگی میری برباد ہے — چہرا مبارک مجھ دکھا تجھ سوں ذرا دل و جان دسر

افضل سائیں نائب تیرے میرے پھیرے نے دستی جی
برکت اونہوں کے نام کی مجھ ہیں گواہ شور و شر

وفات: ۱۷۴۰ء کے لگ بھگ ہے۔

شیخ نصیر الحق قادری بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ محمد فاضل الدین کے مرید تھے فارسی۔ اُردو۔ پنجابی اور ہندی کے شاعر تھے۔ نصیر یا نصیرا تخلص تھا۔

لکھا ہے کہ ایک دفعہ شام چوراسی سے ایک آدمی بٹالہ گیا تو شیخ نصیر الحق نے اس سے دریافت کیا کہ کیوں بھائی عبدالغنی (تاج العارفین حضرت عبدالنبی نقشبندی شامی قدس سرہٗ) کیسے ہیں۔ اسی رات جناب رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کے پیر حضرت محمد فاضل کی معرفت اس پر عتاب فرمایا کہ تاج العارفین جو اپنے وقت کے قطب ہیں۔ ان کا نام بے ادبی سے کیوں لیا گیا۔ چنانچہ شیخ نصیر الدین اپنے پیر و مرشد حضرت محمد فاضل بٹالوی کو ساتھ لے کر شام چوراسی پہنچے اور حضرت تاج العارفین سے اس معاملہ میں معذرت چاہی۔ تو فرمایا کہ آپ حضرات نے کیوں تکلیف فرمائی۔ میں نے تو اسی وقت معاف کر دیا تھا۔ لاہور میں حضرت شیخ طاہر بندگی قادریؒ کے مرقد منور پر حاضر ہوتے تھے۔

نمونہ کلام

یا غوث سید محی الدین لیتے خبر اس زار کی — کو کر تصدق بالوں کا جھانکی دیہو دیدار کی
دیکھے بناں پیارے سجن کیونکر کٹھوں میں رین دن — لیا دُ مجھے دیو دکھن ہووے مکھ جنجاں کی

وہ پیر ۔۔۔ راو ہے سب جگ کا شاہنشاہ ہے ۔۔۔ وہ محی الدین دل خواہ ہے ہر خاک اس دربار کی
فاضل سائیں کرنا کرم چرنوں لگی کی کرشرم ۔۔۔ لیاؤ مجھے دیوو حرم جہاں کی وہا ۔۔۔ دیار کی
کہہ اے نصیرا کیا کروں برسوں کی چپکہ میں جرمروں ۔۔۔ جتے نہ ہرگز دم بھروں یہ تھورنا گفتار کی

آپ نے پنجابی میں منظوم حُلیہ مبارک حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھا ہے۔ چند اشعار اس طرح ہیں۔

صُورت خاص۔ نہ محرم کوئی آدم۔ جن۔ فرشتے
لکھ یُوسفؑ اک وال نہ جیہا نہ کوئی حُور فرشتے
صُورت پاک نبیؐ دے اتوں جندڑی گھول گھماواں
لکھ لکھ واراں گھہیں جاواں جے اک جھاتی پاواں
بدن مبارک پاک نبیؐ تے مکھی مُول نہ بہندی
سردے اُتے چھاؤں بدل دی نال ہمیشہ رہندی

حضرت فاضل الدین قادری کے مریدوں میں میاں امام بخش قادری بھی ہوئے ہیں جن کا کلام ہی ملتا ہے اس کے علاوہ محمد حیات قادری کا نام بھی اس صف میں شامل ہے۔ وہ بھی اکثر ہندی اشعار کہتے تھے۔ شیخ محمد حاجی قادری بھی حضرت ابوالفرح محمد فاضل الدین قادری کے مریدین میں سے تھے۔

آپ کے نام پر بٹالہ میں نصیرا دروازہ مشہور ہے۔

وفات سنہ [illegible] کے قریب ہے۔

شیخ عبدالرحمان المعروف پاک رحمان قادری نوشاہیؒ

حضرت پاک رحمان بمقام بھڑی مراداں پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا نام شیخ صالح محمد بن شیخ منصور تھا اور والدہ کا نام سلطان بیگم تھا۔ سید شرافت نوشاہی صاحب نے اپنی کتاب "شاہ عبدالرحمان پاک" میں آپ کی تاریخ ولادت سنہ ۹۹۰ھ مطابق ۱۵۸۲ء بعہد اکبر بادشاہ لکھی ہے۔

اس زمانہ میں حضرت شاہ حاجی محمد نوشہ گنج بخشؒ خلیفہ حضرت سخی شاہ سلیمان نوری قادری کا بہت شہرہ تھا۔ ایک مرتبہ وہ سیر و سیاحت کرتے ہوئے بھڑی پہنچے۔ آپ کی عمر اس وقت چار سال تھی ان کے منظور ہوئے۔ والدین نے آپ کو ان کا مرید کرا دیا آپ۔ کچھ عرصہ حضرت نوشاہ عالیجاہ کی خدمت میں رہے علومِ باطنی میں کمال پایا۔ ریاضات و مجاہدات انجام دیئے۔ پیر روشن ضمیر نے خلافت دے کر آپ کو بھڑی بھیج دیا۔

آپ کے زمانہ سے کافی عرصہ پہلے یہ آبادی زنگن پور ڈلا کے نام سے موسوم تھی مگر زلزلوں سے تباہ ہو گئی تھی۔ مسمی ملک قوم ہرل نے اس کو آباد کیا۔ تو یہ بھڑی ہراداں سے معروف ہوئی۔ جب آپ کے یہاں آنے سے اس کی آبادی میں رونق آگئی تو یہ آپ کے نام پر بھڑی شاہ رحمان مشہور ہو گئی

ورُودِ لاہور: آپ سماع سنتے تھے اور وجد کرتے تھے۔ جو حافظ برخوردار مفتی پرگنہ بچہ چھٹا کو ناگوار گزرا۔ اس نے ناظم لاہور اور قاضی القضاۃ قاضی عبدالرحمٰن مفتی اعظم لاہور کو شکایت لکھ بھیجی نواب صاحب نے آپ کو لاہور طلب کیا تاکہ شرعی احتساب کیا جائے۔ آپ شیخ صالح محمد شاہ غریب اور میاں علی قوال کی معیت میں لاہور پہنچے۔ پہلے حضرت داتا گنج بخشؒ کے مرقدِ منور پر حاضری دی پھر اپنے مرید مرزا احمد بیگ لاہوری کے ہمراہ شاہی مسجد لاہور میں تشریف لے گئے۔ جہاں اسی معاملہ پہ اجتماع ہوا تھا آپ نے سماع اور وجد کے متعلق بہترین دلائل دیئے تو وہ سب قائل ہو گئے اس موقع پر قاضی القضاۃ لاہور نے آپ سے خلافت پائی۔ پھر آپ کچھ عرصہ اندرون بھاٹی دروازہ بازار حکیماں میں ایک کمرہ میں معتکف رہے۔ آپ کی وہ چلہ گاہ اب تک موجود ہے۔ آپ پھٹے پرانے کپڑے پہنتے تھے۔ مگر جب لاہور تشریف لائے تھے تو مرزا احمد بیگ نے نئے کپڑے اور عمدہ جوتا نذر کیا جو آپ نے زیبِ تن فرمایا تھا۔

سیر و سیاحت: آپ لاہور کے علاوہ پنجاب کے دوسرے علاقوں مثلاً سیالکوٹ۔ پاک پٹن شریف۔ ساہن پال وغیرہ بھی تشریف لے گئے اور وہاں کے علماء اور بزرگان سے ملاقاتیں کیں۔

آپ کے مرشد طریقت حضرت نوشہ گنج بخشؒ نے آپ کو "پاک" کے خطاب سے نوازا تھا۔

آپ کے بے شمار مرید اور خلیفہ تھے۔ جن میں سے سید شاہ عصمت اللہ حمزہ پہلوان نوشاہی۔ حکیم عبدالمجید المعروف حکیم صاحب (نواسہ)۔ میاں محمد بخاور صاحب (نواسہ) قاضی عبدالرحمٰن۔ مفتی اعظم لاہور وغیرہ بہت مشہور ہیں۔

عادات واطوار: آپ بچپن سے ہی راست گو اور خدا پرست تھے۔ ریاضت نفس کے بڑے قائل تھے اور اس کو نجات کا باعث خیال کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ نفس کے ساتھ جہاد کرنا جہادِ اکبر ہے۔ اس کو ہر طرح کی تکلیفیں اور اذیتیں پہنچا کر اپنے زیرِ فرمان کرنا چاہیئے چنانچہ صفات محویت ان پر ایسی غالب تھی کہ کھانا پینا سونا۔ آپ کا موقوف ہوگیا سماع کا آپ کو بہت شوق تھا اور وجد کے وقت آپ کی ایسی حالت ہوجایا کرتی تھی کہ لوگوں کو آپ کے مرگ کا یقین ہوجایا کرتا تھا۔

اولاد: آپکے ہاں تین صاحبزادیاں پیدا ہوئیں جن میں سے ایک کی شادی حضرت ابراہیم صاحب المعروف عبدالرحیم سے ہوئی جو آپ کے رشتہ دار تھے۔ اس صاحبزادی کے انتقال کے بعد دوسری صاحبزادی کی شادی بھی آپ نے حضرت ابراہیم صاحب سے ہی کی جن سے تین صاحبزادے (۱) عبدالحکیم (۲) حضرت جیو آساب (۳) اور حضرت دُولا محمد زمان پیدا ہوئے۔ حضرت عبدالرحیم کے صاحبزادے حضرت دُولا محمد زمان حضرت نوشہ صاحب کے پوتے حضرت شاہ عصمت اللہ کی بیعت تھے۔ تعلیم کے لئے یہ لاہور تشریف لے گئے وہاں علوم ظاہری کی تکمیل کی غیر شرعی لوگوں سے سخت متنفر تھے۔ آپ نے زرِ کثیر کے صرف سے اراضی خرید کر دربار حضرت شاہ رحمٰن کے نام لگوائی تاکہ دربار کا خرچ چل سکے۔ آپ شاہ رحمٰن ثانی ثابت ہوئے آپ نے سلسلہ قادریہ نوشاہیہ رحمانیہ کی شاخ ڈالی۔

وفات: محرم ۱۱۱۵ھ مطابق ۱۷۰۳ء میں بعہدِ اورنگ زیب شہنشاہ دہلی بھڑی شاہ رحمٰن میں ہوئی۔ جو ضلع گوجرانوالہ میں واقع ہے۔ بھڑی شاہ رحمٰن حافظ آباد سے آٹھ میل دور منجانب شمال مشرق گوجرانوالہ روڈ سے قریباً دو میل کے فاصلے پر واقع ہے۔

مقبرہ آپ کا آنجناب کی وفات سے ۱۲ برس بعد تعمیر ہوا۔ آپ کو مقبرہ کے اندر صندوق میں بند کرکے دفن کیا گیا۔ روضہ تک پہنچنے کے لئے تین سیڑھیوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ اب مرقد منورہ اور خانقاہ محکمہ اوقاف کی تولیت میں ہے۔

شیخ پیر محمد المشہور حضرت پیچیار قادری نوشاہی رح

آپ گکھڑ قوم سے تعلق رکھتے تھے سلسلہ نسب ایران کے کیانی سلاطین سے ملتا ہے۔ دادا بزرگوار کا نام ملک وارث خان تھا جو علاقہ پوٹھوہار کے ایک گاؤں نڑالی تحصیل گوجر خان ضلع راولپنڈی

کے ایک رئیس خاندان سے تعلق رکھتے تھے شیخ پیر محمد کی ولادت بھی اسی گاؤں میں ہوئی۔ آپ ابھی چھوٹے ہی تھے کہ والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا جو ایک قومی جنگ میں شہید ہو گئے تھے چنانچہ والد گرامی کی شہادت کے بعد آپ کی پرورش کی ساری ذمہ داری آپ کی والدہ ماجدہ کے سپرد ہوئی۔ سنِ بلوغت میں قدم رکھتے ہی آپ تلاش مرشد میں نکل کھڑے ہوئے اور سفر کی صعوبتیں جھیلتے وزیر آباد پہنچے اور وہاں سے دریائے چناب کے کنارے ایک گاؤں کالیکے میں یادِ الٰہی میں مصروف ہو گئے۔ والدہ ماجدہ آپ کو تلاش کرتی ہوئی وہاں پہنچ گئیں اور واپس جانے کے لئے کہا مگر آپ نے انکار کر دیا جس پر وہ بھی آپ کے ساتھ وہاں ہی مقیم ہو گئیں۔ چنانچہ مائی صاحبہ نے باقی عمر وہیں بسر کی اور وہاں ہی وفات پائی۔ والدہ کی وفات کے بعد آپ ساہنپال شریف حضرت حاجی محمد نوشہ گنج بخش قادری کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور ان کے حلقہ ارادت میں ہو کر رہ گئے۔ کچھ عرصہ وہاں قیام کیا۔ پھر شیخ کی اجازت سے نوشہرہ میں سکونت اختیار کی۔ یہ نوشہرہ گجرات شہر سے دس میل کے فاصلے پر مشرق کی جانب دریائے چناب کے کنارے واقع ہے۔ آپ مدینۃ الاولیاء لاہور میں تشریف لاتے تھے۔

وفات سنہ ۱۱۲۰ھ مطابق ۱۷۰۸ء میں بعہد بہادر شاہ بادشاہ دہلی ہوئی۔

مزارِ اقدس نوشہرہ میں واقع ہے جو گجرات شہر سے دس میل کے فاصلے پر دریائے چناب کے کنارے آباد ہے۔

حافظ قائم الدین برقنداز قادری نوشاہیؒ

حضرت شیخ پیر محمد سچیار نوشہروی کے اکابر خلیفوں میں سے تھے۔ سبزواری سادات سے ہیں۔ آپ کے بزرگ فارس سے لاہور آئے۔ وہاں سے اجودھن آئے۔ پیدائش پاک پتن میں ہوئی۔ بچپن میں ہی قرآن مجید حفظ کر لیا۔ حضرت بابا فرید چشتی کی بشارت سے آپ نے حضرت پیر محمد سچیار نوشاہی کی خدمت میں جانے کا عزم کر لیا۔ چنانچہ آپ نوشہرہ شریف پہنچے اور آپ سے شرفِ بیعت حاصل کیا۔ آپ لاہور میں تشریف لائے تھے۔

آپ کئی مرتبہ لاہور میں اپنے پیر بھائی شیخ شہیر قلندر کے پاس تشریف لاتے رہے اور

جب کبھی نوشہرہ شریف جاتے تو لاہور سے گذر کر ہی جایا کرتے ۔

آپ کے مفصل حالات سید شرافت نوشاہی نے شریف التواریخ کی تیسری جلد کے دوسرے حصہ موسوم بہ لطایف الاخبار میں درج کیے ہیں ۔

آپ کے بے شمار خلفاء تھے ۔ مشہور یہ تھے ۔ (۱) شاہ عبدالغفور جالندھری ۔ ۲۔ سید میر کلان گیلانی ساکن رکھیاہ شریف علاقہ پوٹھوہار ۔

تاریخ وفات ستائیسویں ربیع الثانی ۱۱۵۵ھ مطابق یکم جولائی ۱۷۴۲ء بعہد محمد شاہ بادشاہ دہلی ہوئی ۔

مزارِ اقدس پاک پتن میں واقع ہے ۔ آپ کا گنبد آپ کے خلیفہ اعظم شاہ عبدالغفور جالندھری نے تیار کروایا تھا ۔

بلھے شاہ قادری شطاری ؒ

آپ حضرت شاہ عنایت قادری لاہوری کے جلیل القدر خلفاء میں سے ہیں ۔ سلسلہ ارادت اس طرح ہے ۔ سید بلھے شاہ قادری مرید شاہ عنایت قادری مرید شاہ محمد رضا قادری ۔ مرید شیخ محمد فاضل قادری لاہوری ۔ مرید شیخ الہ داد قادری اکبرآبادی مرید شیخ محمد جلال مرید سید نور زین العابدین مرید شیخ عبدالغفور مرید شیخ وجیہہ الدین گجراتی مرید شاہ محمد غوث گوالیاری ۔ آبائی وطن آپ کا اوچ شریف تھا ۔ اور حضرت سید مخدوم محمد غوث گیلانی اوچی حلبی کی اولاد سے ہیں ۔ والد ماجد کا نام سخی شاہ محمد درویش ہے جو اوچ سے ساہیوال کی طرف آئے ۔

لاہور میں آمد : جب آپ لاہور تشریف لائے تو آپ نے شاہ عنایت قادری لاہوری سے اونچی مسجد اندرون بھاٹی دروازہ میں بیعت کی جو ان کے خاندان کی تولیت میں تھی ۔

بلھے شاہ کی ولادت بقول مسٹر آسبورن ۱۶۸۰ء تحریر کی ہے ۔ نہایت عابد زاہد بزرگ تھے اور اکثر آپ پر جذب و سکر کی کیفیت طاری رہا کرتی تھی ۔ جب آپ ذرا بڑے ہوئے تو ان کے والد ماجد نے کچھ گھریلو مجبوریوں کی بنا پر گاؤں چھوڑنے کا ارادہ کر لیا اور ساہیوال کے ایک گاؤں ملک وال آ گئے ۔ پھر وہاں سے پانڈو بھٹی چلے گئے اور انہوں نے یہاں آکر چوہدری پانڈو بھٹی کی

درخواست پر گاؤں کی مسجد کی امامت اور درس کی ذمہ داری قبول کر لی۔ اور بلھے شاہ کو قصور میں خواجہ غلام مرتضیٰ قصوری کے پاس بھیج دیا۔ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ آپ مسجد کوٹ قصور کے طلباء میں سے تھے خواجہ صاحب اکثر فرمایا کرتے تھے کہ مجھے دو عجیب شاگرد ملے ہیں ایک بلھے شاہ جس نے علم حاصل کر کے سارنگی پکڑ لی اور دوسرے سید وارث شاہ جس نے عالم ہو کر ہیر رانجھا کے گیت لکھنے اور گانے شروع کر دیئے۔ اس افرا تفری اور انتشار کے زمانہ میں بابا بلھے شاہ نے قصور کو اپنا مرکز بنایا کیونکہ یہی وہ شہر ہے جہاں سے سکھوں کی دو مثلیں بھنگیوں کی مثل اور کنہیوں کی مثل پیدا ہوئیں۔

شاعری:- آپ پنجاب کے مشہور صوفی بزرگ اور شیریں نوا شاعر تھے۔ آپ نے پنجابی زبان کی کافیوں میں معرفت کے وہ دریا بہائے ہیں کہ ان کا نام خدا رسیدہ بزرگوں اور مجذوبوں میں لیا جاتا ہے۔ پاکستان بھر میں ان کی کافیاں زبان زد عام و خاص ہیں جب بلھے شاہ نے شاعری شروع کی تو آپ کے مرشد کو اس کا علم ہو گیا چنانچہ وہ خفا ہوئے مگر جب آپ کے اشعار سنے تو ان کو اطمینان ہو گیا۔ آپ کے کلام میں اٹھارھویں صدی کی افرا تفری اور جنگ و جدل کے اثرات موجود ہیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب مغلیہ خاندان کی ثقافتی قدریں تہ و بالا ہو چکی تھیں۔ مسلمانوں میں وحدت ملی کا جذبہ مفقود تھا۔ معاشرہ ہر قسم کی اجتماعی اور اخلاقی گراوٹ میں مبتلا تھا کنہیوں کی مثل کا بانی جے سنگھ موضع کاہنہ ضلع لاہور کا رہنے والا تھا۔ یہ قصبہ قصور کے قریب واقع ہے۔ قصور اور اس کے مضافات میں اس مثل کے ظالموں نے کیا کیا ظلم و ستم ڈھائے ہوں گے اور ان تباہ کاریوں سے بلھے شاہ نے کیا تاثر لیا ہو گا آپ کی شاعری سے اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ آپ کے کلام میں بڑی سادگی ہے آپ کا کلام پنجاب کی روح کی آواز ہے۔ ذات الٰہی سے آپ کو عشق تھا اور اس عشق سے سرشار ہو کر آپ نے اپنے کلام میں خدا سے باتیں کی ہیں۔ آپ کا کلام ادبی اور معنوی خوبیوں سے مالا مال ہے اشعار میں سکھ عہد کی لاقانونیت اور مظالم کی بھرپور عکاسی کی گئی ہے۔

میاں محمد صاحب مصنف سیف الملوک آپ کے متعلق یوں لکھتے ہیں۔

بلھے شاہ دی کافی سن کے ترٹ پدا کفر اندر دا

وحدت دے دریا دے اندر اوہ دی تردا

جس طرح لاہور کو داتا کی نگری کہا جاتا ہے۔ اسی طرح قصور کو بلھے شاہ کی نگری کہا جاتا ہے۔

نمونہ کلام

در کھلا حشر عذاب دا   بُرا حال ہویا پنجاب دا
وچ ہادیہ دوزخ ماریا   سانوں آ مل یار پیا ریا

جھوٹ آکھاں تے کُجھ بچدا اے   سچ آکھاں بھانبڑ مچدا اے
جی دوہاں گلاں تو جچدا اے   جچ جچ کے جیبھا کہندی اے
مُنہ آئی بات نہ رہندی اے

مُلاں مینوں سبق پڑھایا   اوہنوں اگے کجھ سمجھ نہ آیا
اوتے سبے ہی بے پکاردا ای
مُلاں مینوں ماردا ای

پڑھ پڑھ نفل نماز گذاریں   اُچیاں بانگاں چانگاں ماریں
منبر چڑھ کے وعظ پکاریں   تینوں کیتا حرص خوار
علموں بس کریں او یار
علموں بس کریں او یار

حضرت مولانا سید حافظ محمد حیات ربانی نوشاہی قدس سرہ
ساہن پال شریف۔ ضلع گجرات

آپ شمس المقربین۔ سراج السالکین۔ زبدۃ الاتقیا۔ خاتم الاولیاء۔ بدرِ طریقت۔ ضیائے حقیقت صاحب علم و حلم و ذوق و شوق تھے۔

آپ کا نام محمد حیات۔ لقب ربانی تھا۔ آپ شہبازِ پنجہ ید اللہ حضرت مولانا سید حافظ جمال اللہ

فقیرِ اعظم نوشاہیؒ کے فرزند ارجمند اور مرید و خلیفہ اعظم و سجادہ نشین تھے۔ اپنے تمام برادران ہم جدی میں علم و فضل اور معرفت میں لاثانی اور صاحب کمالات ظاہری و باطنی تھے۔ آپ نے علوم ظاہری کی تحصیل اپنے والد بزرگوار سے کی۔ قرآن مجید حفظ کیا۔ تفسیر۔ حدیث۔ فقہ۔ تصوف اور طب میں کمال حاصل کیا۔ سلوک قادریہ پورا کرکے والدِ ماجد سے خلافت حاصل کی۔ نیز اپنے عم بزرگ حضرت سید شاہ عصمت اللہ حمزہ پہلوان نوشاہیؒ سے خرقہ تبرک پایا۔ فنِ کتابت نسخ اور نستعلیق میں بھی آپ کو خاص مہارت تھی۔ آپ نے دُور دُور تک سیاحت کی۔

آپ ایک مرتبہ شاہجہان آباد میں تشریف لے گئے۔ راستہ میں چند عرصہ لاہور ٹھہرے اور اپنے ہم جدی بھائی سید صبغتہ اللہ نوشاہی لاہوریؒ کے ہاں مقام رکھا۔ شاہجہان آباد کے بزرگوں اور مشائخ سے ملاقاتیں کیں۔ اور وہاں کے لوگوں کو فیض نوشاہی سے مستفیض فرمایا۔ خواجہ مولانا فخرالدین فخرِ جہان چشتی نظامیؒ سے بھی ملاقات کی۔

آپ نہایت فیاض غریب پرور مسکین نواز تھے۔ آپ کا دروازہ ارباب حاجت کے لیے ہر وقت کھلا رہتا۔ ایک مرتبہ موضع اگر دبہ کا ایک آدمی قتل کے جرم میں ماخوذ ہوا۔ چونکہ اس کے عیال و اطفال خورد سال تھے آپ نے ازراہِ غریب نوازی ایک ہزار روپیہ اس کا خون بہا ادا کرکے اس کا جرم اس کے وارثوں سے بخشوا لیا۔

آپ اجابت دعا اور کشف و کرامت میں منصبِ عالی رکھتے تھے۔ مشائخ معاصرین نے آپ کے سکۂ ولایت کو تسلیم کیا ہوا تھا۔ اپنے والد ماجد کے بعد مدرسہ نوشاہیہ کے مدرسِ اعلیٰ آپ ہی تھے۔ علوم ظاہری و باطنی کی تعلیم سے اکثر مخلوق کو نوازا۔ آپ کے زمانہ سجادگی و خلافت میں ۱۱۷۰ھ ایک ہزار ایک سو ستر ہجری میں حضرت نوشاہ عالیجاہ کا مزار شریف دوسری جگہ منتقل ہوا۔

آپ کے حالات کتاب اذکار نوشاہیہ مصنفہ سید شرافت نوشاہی میں سے لئے گئے ہیں۔ اگر آپ کے مفصل حالات مطلوب ہوں تو کتاب شریف التواریخ کے جلد دوم موسوم بہ طبقات النوشاہیہ میں ملاحظہ کریں۔ جو سید شرافت کی مشہور تصنیف ہے۔

آپ صاحبِ تصنیف و تالیف تھے۔ مندرجہ ذیل کتابیں آپ کی یادگار ہیں۔

۱۔ تذکرہ نوشاہی سال تصنیف ۱۱۴۶ھ ۔ حضرت نوشہ صاحب اور ان کے خلفاء کا تذکرہ ۔

۲۔ مجمع اللطائف۔ رموز و نکات تصوف بطور سوال و جواب ۔

۳۔ شرح اسماء اربعین۔ خدا تعالیٰ کے چالیس ناموں کی شرح ۔

۴۔ رسالہ سماع۔ حدیث و فقہ کی رو سے سماع کا جواز۔

۵۔ ترویح القلوب۔ آپ کی مختلف تحریرات کو سید شرافت نوشاہی نے مرتب کیا ہے۔

آپ کے چار بیٹے تھے ۔

۱۔ سید حافظ نور اللہؒ متوفی ۱۲۲۹ھ مطابق ۱۸۱۳ء

۲۔ سید ضیاء اللہ رسول نگریؒ۔ متوفی ۱۲۳۴ھ مطابق ۱۸۱۹ء

۳۔ سید مراد اللہؒ

۴۔ سید عباد اللہؒ

آپ کے خواص مریدین یہ تھے ۔

(۱) شیخ عبدالرحمٰن دہلویؒ۔

(۲) چوہدری برخوردار بن جمال خان تارڑ ساکن اگرویہ ضلع گجرات۔

(۳) چوہدری محمد باقر بن محمد امین تارڑ ساکن اگرویہ ضلع گجرات ۔

(۴) چوہدری اختیار خاں بن گل محمد تارڑ ساکن اگرویہ ضلع گجرات۔

حضرت مولانا سید حافظ محمد حیات ربانی نوشاہیؒ کی وفات ۱۱۷۳ھ مطابق ۱۷۶۰ء میں بعہد عالمگیر ثانی ولد جہاندار شاہ ہوئی۔ مزار ساہن پال شریف۔ ضلع گجرات۔ گورستان نوشاہیہ میں ہے ۔

وارث شاہ قادریؒ

ولادت سید صاحب کی جنڈیالہ شیر خاں ضلع شیخوپورہ میں ہوئی۔ جب ذرا بڑے ہوئے تو برائے تعلیم آپ قصور چلے گئے۔ اور وہاں مولانا غلام محی الدین جامع مسجد کوٹ قصور سے فیض حاصل کیا۔ پھر آپ حضرت مولانا خواجہ غلام مرتضیٰ قصوری کے شاگردوں میں شامل ہوگئے

حضرت بلھے شاہ قادری بھی اس موقع پر آپ کے ساتھ تھے۔ یہاں سے علومِ ظاہری و باطنی کی تکمیل کرکے پاک پتن چلے گئے۔ اور حضرت بابا فرید گنج شکر کی بارگاہ سے باطنی فیوض و برکات حاصل کئے۔ اس کے بعد مختلف شہروں کی شہر نوردی کرتے اور لاہور سے ہوتے ہوئے آپ جنڈیالہ شیر خاں چلے گئے۔ اور وہاں سے تارک الدنیا ہو گئے۔ آپ احمد شاہ ابدالی کے حملوں کے وقت حیات تھے۔

وفات: وفات سنہ مطابق سنہ میں بمقام جنڈیالہ شیر خاں ہوئی اور وہیں دفن ہوئے مؤلف کتاب ۱۹۷۱ء میں آپ کے سالانہ عُرس پر گیا۔ آپ کی قبر ایک چار یا پانچ فٹ اُونچے احاطہ میں گاؤں کے باہر واقع ہے۔ اس چوکھنڈی میں آپ کی قبر کے علاوہ آپ کے والد گل شیر شاہ اور بھائی قاسم شاہ کی قبور ہیں۔ آپ کی کوئی اولاد نہ تھی۔ آپ کے بھائی کی اولاد سے اب خیرات شاہ ولد ولایت شاہ ولد گلاب شاہ ولد حسن شاہ ہیں جن سے ملاقات ہوئی تھی۔

شاہ ولی اللہ قادری شطاری رحمۃ اللہ علیہ

شاہ ولی اللہ صاحب کے ابتدائی حالات دستیاب نہیں ہو سکے۔ غالباً آپ دہلی کے رہنے والے تھے۔ جب لاہور آئے تو اپنے بزرگان سے ملاقات کرکے واپس اپنے وطن چلے گئے تھے جہاں مستقل اقامت گزینی تھی۔

وُرودِ لاہور: آنجناب لاہور میں خواجہ محمد سعید قادری شطاری (مدفون بنک اسکوائر۔ نیلہ گنبد لاہور) کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتے رہے۔ حاجی محمد سعید کے حالات میری تالیف "لاہور میں اولیائے نقشبند کی سرگرمیاں" میں ملاحظہ فرمائیں۔ ان کی وفات لاہور میں ۱۷۵۲ء میں ہوئی تھی۔

حضرت شاہ مُراد قادری نوشاہی رحمۃ اللہ علیہ

وڑائچ قوم سے تعلق رکھتے تھے۔ موضع چوپالہ ضلع گجرات کے رہنے والے تھے۔

بیعت: آپ نے شیخ پیر محمد سچیار خلیفہ حضرت نوشاہ گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ قادریہ میں بیعت

کی اور مرشد کے حکم سے شرقپور تشریف لائے۔ لاہور بھی اکثر دبیشتر آتے رہے۔ اپنے عہد کے مشائخ اور صوفیاء میں بلند مقام رکھتے تھے۔ تادمِ زیست شرقپور میں مخلوق خدا کی ہدایت اور نشر و اشاعتِ اسلام میں مصروف رہے۔

مزار پُرانوار شرقپور شریف میں ہے۔ وصال ۱۱۷۶ھ مطابق ۱۷۶۲ء میں ہوا۔ عُمر ۱۱۰ سال

سیّد غلام قادر قادری فاضلیؒ

آپ کی ولادت بٹالہ شریف میں ہوئی۔ والدِ مکرّم کا نام سیّد ابوالفرح محمد فاضل الدّین تھا۔ آپ اُن کے فرزندِ اکبر تھے۔ مدرسہ قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف سے اکتسابِ علم کیا۔ اور اپنے والدِ گرامی سے بیعت کی۔ والد کی وفات کے بعد سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ گورنر لاہور آپ کا ارادت مند تھا اور آپ اکثر ان کے پاس لاہور تشریف لاتے تھے۔

آپ نے "رمز العشق" ایک کتاب تصنیف کی جو کہ تصوّف سے متعلق ہے۔ علم و عمل۔ زہد و تقوٰی۔ ریاضت و مجاہدات اور حال و قال میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ لقب آپ کا اہل اللہ تھا تصوف پر ایک کتاب صفاء المرأت بھی ہے۔ مثنوی رمز العشق مصنف کے مرید اور برادرِ نسبتی محمد جان نے تحریر کی ہے۔ جو کتابت کا پیشہ کرتے تھے۔

نمونہ کلام:

دین دُنی کا پُشت پناہ — والی میرا فاضل شاہ
قطب حقیقت شمس یقین — نائب سیّد محیی الدّین
عارف کامل دل آگاہ — نُورِ محمّد سرّ الٰہ
اوّل آخر ظاہر باطن — ہاتھ ہمارے اس کا دامن
نا ہیں اُس بن میرا کوئی — اس کا ہُوں مَیں اُس کا چیرا
اپنے شہ کا لے کر نام — کیا رمز العشق تمام

وفات: وفات آپ کی ۵ ربیع الثانی ۱۱۷۶ھ مطابق ۱۷۶۲ء میں ہوئی اور اپنے آبائی

قبرستان بٹالہ شریف میں دفن ہوئے۔

مزارِ اقدس: مزارِ اقدس بٹالہ شریف ضلع گورداسپور بھارت میں ہے۔

بابا شیخ لاہوریؒ

ولادت ۱۱۴۴ھ مطابق ۱۷۳۲ء ہے۔ آپ حضرت قطب الدین مودود چشتی بن خواجہ ابو یوسف چشتی کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کے والد حضرت نصر محمد لاہور میں قیام فرما تھے اور حضرت میاں میر قادری لاہوری کے خدام میں شامل تھے۔ آپ حضرت میاں میر قادری کی دُعا و برکت سے تولد ہوئے۔ کیونکہ بڑھاپے تک آپ کے والد مکرم کے گھر اولاد پیدا نہ ہوئی تھی۔ حضرت میاں میر نے آپ کا نام شیخ احمد رکھا۔ جو بعد میں بابا شیخ لاہوری کے نام سے مشہور ہوا پانچ سال کی عمر میں آپ نے قرآن مجید پڑھا۔ گیارہ سال کی عمر میں حفظ کر لیا۔ پھر سندھ چلے گئے۔ پیر مہر محمد لقب مرشد قبیلہ پگارو کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئے۔ اور خلافت حاصل کی۔ بعد ازاں آپ واپس اپنے وطن جھنگ صدر آ گئے۔ اور وہاں اپنا ڈیرہ قائم کر لیا۔ بے شمار کرامات آپ سے وقوع میں آئیں۔ آپ نے تمام عمر شادی نہیں کی۔ "تذکرہ اولیائے جھنگ" میں آپ کے مزید حالات ملاحظہ فرمائیں۔

وفات: وفات ۱۲۱۵ھ مطابق ۱۸۰۱ء ہے۔ مزار اقدس جھنگ صدر میں ہے۔ جس جگہ آپ کی رہائش تھی وہاں ہی مدفن بنا۔ قیام پاکستان کے بعد پانی پت کے ایک صاحب مفتی عبدالرحیم نے یہ جگہ حاصل کر لی اور یہاں ایک مسجد تعمیر کروائی۔ اور بابا صاحب کا مزار مسجد کے صحن میں شامل کر لیا۔ جب مفتی صاحب فوت ہوئے تو اُن کو بھی بابا صاحب کے ساتھ ہی دفن کر دیا گیا۔

سیّد میر شاکر شاہ قادریؒ

آپ حضرت شاہ محمد غوث قادری لاہوری کے فرزند تھے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والد گرامی سے حاصل کی۔ پھر پشاور، افغانستان اور پنجاب کے علمائے کرام سے بھی علوم متداولہ میں رتبہ حاصل کی۔ بیعت حضرت شاہ محمد غوث سے کی۔ پھر آپ نے جہلم سے ۲۵ میل اندر

کی طرف تحصیل پنڈ دادن خاں میں گرجاک پہاڑ میں جاکر اشاعت اسلام کا کام شروع کیا۔ یہاں ہی شادی کی۔ آپ نہایت عارف کامل بزرگ تھے۔

وفات ۱۱۸۲ھ مطابق ۱۷۶۸ء میں ہوئی اور وہیں دفن ہوئے۔

شاہ عبدالغفور قادری نوشاہیؒ

آپ سلسلہ نوشاہیہ کے بہت بڑے بزرگ تھے اور جالندھر میں نشر و اشاعت اسلام میں مصروف رہے۔ لاہور بھی تشریف لائے تھے۔

آپ اپنے طالبوں کو پہلے قصیدہ غوثیہ کا چلہ کراتے تھے۔

وفات ۱۱۸۶ھ مطابق ۱۷۷۲ء میں بمقام جالندھر ہوئی۔ جیساکہ سید شرافت نوشاہی کی کتاب شریف التواریخ کی تیسری جلد کے تیسرے حصہ موسوم بہ معارف الابرار میں ہے۔

مزار شریف جالندھر میں ہے۔ بستی دانشمنداں میں ہے۔

میر محمد زکریا قادریؒ

نام محمد زکریا ولد میر محمد چاریؒ حضرت سید عبدالقادرؒ جیلانی کی نسل پاک سے تھے۔ آپ کے والد گرامی مولانا میر محمد سلطان اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں لاہور میں خاص منصبدار تھے۔ بعد ازاں ابھی آپ خورد سال ہی تھے کہ آپ کے والد مولانا میر محمد سلطان اورنگ زیب عالمگیر کے محل میں عین عید کے دن شہید کر دیئے گئے آپ کی تعلیم و تربیت نواب عبدالصمد خاں لاہوری کے ذمہ ہوئی۔ تکمیل علوم لاہور کے علماء و فضلاء سے کی۔ بعد تکمیل علوم منصبدار ہوئے۔ اُمراء میں سے ہونے کے باوجود شریعت کے اتباع کا خاص خیال رکھتے تھے ایک دفعہ ملتان گئے تو وہاں اپنے فراش زکریا خاں کو دیکھا جو پہلے فاسق و فاجر تھا۔ مگر اب نہایت دیندار بنا ہوا تھا۔ اس کے کہنے پر لاہور میں مولانا میر محمد زکریا لاہوری کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر بیعت کی۔

بعد ازاں لاہور سے ترک سکونت کر کے دہلی چلے گئے۔ اور جامع مسجد کے قریب اقامت گزین ہوئے۔ ۹ ذی قعدہ ۱۱۸۹ھ مطابق ۱۷۷۵ء وصال فرمایا۔ حضرت خواجہ باقی باللہ نقشبندی کی مسجد

کے عقب میں احاطہ سنگین میں دفن ہوئے۔ مزار کے طاق پر سنگِ مرمر پر نام کندہ ہے۔ آپ اپنے زمانہ کے قطب تھے۔ مشائخ کرام دہلی حضرت مرزا مظہر جان جاناں مجددی۔ حضرت شاہ غلام سادات صابری۔ شاہ عبدالحکیم نقشبندی۔ حضرت مولانا فخر جہاںؒ چشتی۔ حضرت خلیفہ عبدالرحمٰن نقشبندیؒ۔ آپ کی بہت عزت و تکریم کرتے تھے۔

وفات ۱۱۸۰ھ مطابق ۱۷۶۶ء ہے۔

مزار اقدس دہلی میں ہے۔

سیّد عبدالقادر قادریؒ

ولادت ۱۱۱۰ھ مطابق ۱۶۹۸ء ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب ۲۶ واسطوں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور سولہ واسطوں سے حضرت غوث الاعظم تک پہنچتا ہے۔ آپ کے والد محترم سید محمد ابراہیم بارگاہ غوثیہ کے سجادہ نشین سید محمد یٰسین کے خدام میں شامل تھے سات سال کی عمر میں قرآن مجید ناظرہ ختم کیا۔ اور دس سال کی عمر میں حفظ کرلیا۔

ورود لاہور: محمد شاہ بادشاہ دہلی نے بارگاہ غوثیہ کے سجادہ نشین سید محمد یٰسین سے بغداد میں درخواست کی کہ ایک تبلیغی وفد ہندوستان میں روانہ کریں۔ اور خود بھی تشریف لائیں چنانچہ اس درخواست پر آپ کے ساتھ دس بزرگان دین پر مشتمل ایک قافلہ براستہ لاہور دہلی پہنچا۔ ان بزرگان میں سید عبدالقادر جیلانی قادری بھی شامل تھے۔ چھ ماہ کے بعد جب یہ وفد واپس گیا تو چونکہ آپ کو ہندوستان بہت پسند آیا تھا۔ اس لئے آپ پھر ۱۱۴۱ھ مطابق ۱۷۲۸ء میں سندھ پہنچے۔ سندھ میں مہر محمد بقا قادری سے بھی آپ کی ملاقات ہوئی تھی۔ سندھ سے آپ صوبہ سرحد چلے گئے۔ اور کچھ عرصہ وہاں قیام کرکے بغداد شریف واپس چلے گئے۔ اور پھر وہاں سے حج کرتے چلے گئے۔ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی زیارت کے بعد آپ بغداد چلے آئے۔ والد ماجد کی وفات کے بعد آپ پھر بغداد سے کابل پہنچے تو وہاں احمد شاہ ابدالی نے آپ کا استقبال کیا۔ اور وہاں سے جھنگ کے ایک قصبہ پیر کوٹ سرہانہ چلے آئے۔ یہ قصبہ آپ نے ہی آباد کیا تھا۔ آپ نے تین شادیاں کیں۔ پہلا نکاح گوجرانوالہ کے ایک مغل گھرانے کی خاتون سے کیا جس سے سیّد شاہ اور مرزا پیر تولّد ہوئے۔ دوسری شادی سادات بنو ہاشم کی ایک

خاتون سے کی جس کے بطن سے حامد شاہ اور غلام مصطفےٰ شاہ دو فرزند پیدا ہوئے۔ تیسری شادی سید حسن شاہ گیلانی کی دختر سے کی۔ جس کے بطن سے چھ صاحبزادے پیدا ہوئے۔ آپ کا بڑا لڑکا سید گیلانی آپ کے وصال کے بعد سجادہ نشین بنا۔ اب صاحبزادہ سید آفتاب احمد شاہ گیلانی سجادہ نشین ہے تمام جائداد اب محکمہ اوقاف کے قبضہ میں ہے۔ ڈاکٹر ریاض علی شاہ مرحوم انہیں کی اولاد سے تھے۔

وفات سنہ ۱۱۹۰ھ مطابق ۱۷۷۶ء ہے۔ مزارِ اقدس پیر کوٹ سرہانہ میں ہے۔ مزید حالات کے لئے "تذکرہ اولیائے جھنگ" دیکھیں۔

سید غلام غوث قادری فاضلی

ولادت بٹالہ شریف میں ہوئی۔ والدِ گرامی کا نام سید غلام قادر قادری بٹالوی ہے۔ اور بیعت اپنے والد مکرم سے تھے۔ نہایت حسین وجمیل اور زیرک و دراک تھے۔ بیس سال کی عمر میں والد کی وفات پر زیب سجادہ ہوئے۔ اس حساب سے آپ کی تاریخ ولادت ۱۷۴۲ء کے لگ بھگ ہوتی ہے۔

سکھ گردی میں آپ بٹالہ سے ہجرت کر کے وزیر آباد چلے گئے۔ اس وقت آپ کے فرزند سید محمد شاہ قادری بھی وہاں ہی تھے۔ وہاں ہی وفات ہوئی۔ جنازہ آپ کا کلانور ضلع گورداسپور میں لایا گیا اور وہاں حضرت شیخ محمد افضل قادری کلانوری کی خانقاہ میں آپ کے مرقد منور کے پاس سپردِ خاک کر دیا گیا۔ بقول حضرات فاضلیہ قادریہ آپ لاہور بھی تشریف لائے تھے۔

عمر آپ کی بیالیس سال کی ہوئی۔ اور وفات ۱۱۹۸ھ مطابق ۱۷۸۴ء میں بمقام وزیر آباد ہوئی اور لاش کلانور ضلع گورداسپور میں لا کر دفن کی گئی۔

صفدر علی شاہ قادری

حضرت پیر سید صفدر علی شاہ گیلانی الحسنی الحسینی بسلسلہ نسب کے اعتبار سے حضرت پیران پیر سید عبدالقادر جیلانی کے ستارہویں نمبر پہ ہیں۔

تبلیغ حق و تبلیغ و اشاعت دین برحق کے سلسلہ میں ایران بخارا۔ سمرقند اور افغانستان میں ہزارہا افراد کو کلمہ توحید پڑھا کر حلقہ بگوشِ اسلام کیا۔ پھر براستہ درہ خیبر سترھویں صدی کے اواخر میں پشاور

پہنچے۔ تبلیغ و اشاعت اسلام کا بے پناہ شوق تھا اور یہی وہ جذبہ تھا جو آپ کو جیلان سے لکھنؤ لایا تھا۔ پشاور سے آپ براستہ لاہور ہندوستان کی طرف روانہ ہوئے۔ کچھ عرصہ لکھنؤ۔ الٰہ آباد۔ کانپور۔ رام پور۔ آگرہ قیام کیا۔ پھر لکھنؤ میں اپنے فرزند اوّل پیر حیدر علی شاہ کو اپنا جانشین مقرر کر کے پشاور چلے گئے۔ وہاں سے پھر کابل۔ قندھار اور بخارا کے کئی سفر کئے۔ اور اس کے بعد پشاور کو اپنا مستقل مستقر بنا لیا۔

بے حد عبادت گذار اور معمولات ریاضت میں پابند تھے۔ صائم النہار اور زہد و اتقا میں یگانۂ روزگار تھے۔ ایثار و صبر کے پیکر اور راضی برضا تھے۔ آپ کو دینیات کی تعلیمات کے اجراء کا بہت زیادہ شوق تھا۔ آپ نے ایک گھریلو قسم کا مدرسہ قائم کر رکھا تھا۔ جس میں ایران تک سے طالبان علم و عرفان اکتساب فیوض و برکات کے لئے آتے۔ اور گوہر مراد سے دامن بھر کر لے جاتے۔ کرامات اور خوارق آپ سے بے شمار ظہور میں آئے۔

آپ کی اولاد کے مختلف افراد لکھنؤ۔ الٰہ آباد۔ رام پور۔ کانپور۔ لاہور۔ سرگودھا۔ ضلع ساہیوال۔ دیپال پور۔ رائے سر۔ مکھڈ شریف اور پشاور میں اقامت گزیں ہیں۔ آپ کے پوتے پیر سیّد قاسم علی شاہ گیلانی المشہور حاجی پیر کا مزار مکھڈ شریف ضلع کیمبل پور میں ہے۔ آپ کے بڑے پوتے پیر سیّد محمد تقی کا مزار تکیہ اعلی والا لاہور میں واقع ہے۔ یہ تکیہ عقب انار کلی آبکاری روڈ منسلک بجلیہ اخبار واقع ہے۔

مرقد منور پشاور میں ہے۔ وفات اوائل اٹھارہویں صدی میں ہوئی۔

خواجہ حسین قادریؒ

آپ قطب الاقطاب شیخ کمال قادری کے فرزند تھے۔ ۱۷۲۰ء میں پیدا ہوئے۔ ظاہری علوم و فنون کی تکمیل اپنے والد ماجد سے کی۔ پھر سیر و سیاحت کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ اور مختلف مقامات سے بے شمار بزرگان سے اکتساب فیض کیا۔

آپ کے عہد حیات میں کلانور اور مضافات پر جے سنگھ کنہیا نے قبضہ کر لیا تھا۔ اس سے پہلے حسا سنگھ رام گڑھیا کلانور پر حکمران تھا جے سنگھ نے حسا سنگھ کو شکست دے کر ستلج پار دھکیل دیا۔ اس شخص نے اس علاقہ کے مسلمانوں کو اس قدر تکالیف دیں کہ حد سے باہر ہیں بلکہ

مسلمانوں کو نماز اور اذان کی ادائیگی سے منع کر دیا۔ تو ان ایام میں خواجہ حسین نے اس کے خلاف آواز بلند کی جس کی پاداش میں آپ پر بہت سختی کی گئی مگر آپ کے پائے استقلال کو لغزش نہ آئی۔

انہیں ایام میں خواجہ حسین اور آپ کے فرزند ارجمند خواجہ احمد لاہور آتے رہے۔ یہاں انہوں نے حضرت شیخ عبداللہ بلوچ قادری سے شرف بیعت حاصل کیا۔ آپکا لاہور آنے کا راستہ بابجوال نزد شاہدرہ کی طرف سے تھا۔ جہاں سلسلہ عالیہ قادریہ کی ایک عظیم خانقاہ و درسگاہ موجود تھی۔ آپ نے حضرت شاہ سردار قادری۔ حضرت صاحب خاں خورد قادری۔ شیخ جان محمد قادری بابجوال سے تعلقات رکھے تھے۔ جس طرح یہ اصحاب سکھوں کے خلاف اسلامی تنظیم کی کوشش کرتے رہتے تھے۔ اس طرح آپ بھی دین اسلام کی ترقی میں ساری عمر کوشاں رہے۔

۱۷۶۲ء میں جب احمد شاہ ابدالی نے کلانور کو اپنا مستقل ہیڈکوارٹر بنایا اور سکھوں کے خلاف کارروائی کی تو آپ نے بھی اس بادشاہ کی مدد کی۔ بلکہ بلاقی چک میں جو ہزار ہا سکھوں کا قتل عام کیا گیا۔ اس معرکہ میں آپ بھی شریک تھے۔

۱۷۵۳ء میں جب لاہور سے نواب معین الملک المعروف میر منو دورے پر بٹالہ گیا تو اس نے سنا کہ سکھوں نے علاقہ ریاڑکی اور بانگر (وڈالہ بانگر) میں بڑی تباہی مچائی ہوئی ہے۔ تو اس نے فوراً جمیل الدین خاں اور اس کے بخشی غازی بیگ خاں کو سکھوں کا خاتمہ کرنے کے لئے مقرر کیا جنہوں نے ان رہزنوں کا کلانور تک مقابلہ کیا اور بٹالہ۔ لیاگروال۔ کاسن وال سے کلانور تک ان کا قلع قمع کر دیا۔

جہاد کے علاوہ آپ نے ریاضت و عبادت میں بھی اعلیٰ مقام حاصل کر لیا تھا۔ عام طور پر نماز آپ جامع مسجد میاں کوٹ میں ادا کیا کرتے تھے اور عبادت و ریاضت کے لئے آپ نے خانقاہ حضرت حاجی حسین میں مقبرہ حضرت صاحب کے مغرب میں ایک حجرہ مخصوص کر رکھا تھا جس کے پاس کے کمرہ میں کسی زمانہ میں لنگر کا انتظام تھا۔ چونکہ یہ جگہ نہایت سکون اور تنہائی کی تھی اس لئے آپ اکثر عبادت کے لئے یہاں ہی رہا کرتے تھے۔

وفات حسرت آیات ۱۷۹۱ء میں ہوئی۔

مرقد منور اپنے خاندان کے قبرستان میاں کوٹ میں تالاب کے کنارے واقع ہے۔

سید شاہ میر قادری

آپ حضرت شاہ محمد غوث قادری لاہوری کے فرزند تھے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والد گرامی کے زیر اہتمام ہوئی۔ لاہور کے مختلف علوم سے علوم متداولہ کی تکمیل کی کچھ عرصہ یہاں درس بھی دیا اور پھر اپنے والد گرامی کے دست مبارک پر سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کی اور صاحب مجاز ہوئے۔

زاں بعد اپنے بڑے بھائی سید محمد عابد کے پاس کشمیر چلے گئے اور کچھ عرصہ یہاں قیام کرکے مظفرآباد آ گئے اور یہاں مستقل قیام فرمایا اور لنگر جاری کیا۔

آپ کے پانچ فرزند تھے۔

۱. سید میر حسین شاہ
۲. سید محمد علی شاہ۔
۳. سید میرک شاہ
۴. سید میر سلطان شاہ
۵. سید چراغ شاہ

وفات وہاں ہی پائی اور دفن ہوئے۔

"تذکرہ مشائخ قادریہ حسینیہ" مصنفہ سید محمد امیر شاہ گیلانی قادری میں آپ کے مزید حالات ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔

پیر بہادن شاہ قادریؒ

اسم گرامی آپ کا سید عبدالکریم تھا لیکن پیر بہادن شاہ کے نام سے معروف ہوئے۔ آپ سادات عظام بارہ خوانی سے تھے اور سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے والد گرامی سید شاہ بلاق قادری جن کا مزار شریف میو ہسپتال لاہور کے اندر واقع ہے کے مرید و خلیفہ تھے۔ سلسلہ بیعت اس طرح ہے۔

بہادن شاہ مرید شاہ بلاق قادری مرید عبدالرشید قادری لاہوری مرید شیخ محمد مشہور بہ ملا شاہ بدخشانی مرید حضرت میاں میر بالا پیر قادری لاہوری مرید حضرت شاہ خضر سیوستانی مرید سید احمد مرید شیخ عابد کبیر مرید شاہ ابوالقاسم مرید شیخ موسیٰ حلبی شاہ ابوبکر مرید شاہ داؤد۔ مرید شاہ سلیمان۔ مرید شیخ زید مرید شیخ قرشی مرید قطب الافاق سید عبدالرزاق مرید و فرزند حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی بغدادی

اپنے والد گرامی کی وفات کے بعد آپ مسند رشد و ہدایت پر رونق افروز ہونے پہلے مزنگ لاہور میں مقیم ہوئے جب جذب و استغراق کی کیفیت آپ پر طاری ہوئی تو شیخوپورہ میں جا کر بارہ سال تک یاد الٰہی میں مصروف رہے۔ پھر وہاں سے موضع میرلوپر میں تشریف لا کر دامن کوہ میں سکونت اختیار کی ککھڑ قوم کے بہت سے لوگوں نے آپ سے ہدایت پائی۔

وفات آپ کی ۱۲۱۳ھ مطابق ۱۷۹۸ء میں ہوئی۔

مزار پُر انوار میرپور چونگہ میں ہے۔

شمس الدین قادری گیلانیؒ

آپ سید عبدالرسول بن سید غلام مصطفیٰ بن سید حاجی ہاشم ہیں۔ اپنے زمانہ کے بڑے پایہ کے بزرگ تھے۔ سادات گیلانیہ اوچ شریف سے تعلق رکھتے تھے جو کہ سید محمد غوث قادری گیلانی اوچی حلبی تک منتہی ہوتا ہے خلق کثیر نے آپ سے استفادہ کیا اور مخلوق خدا کو راہِ حق دکھانا ان کا مشغلہ تھا۔

لاہور اکثر و بیشتر تشریف لاتے رہتے ہیں۔

بزرگان تکیہ اہلی والا۔ لاہور کی اولاد سے ہیں۔

وفات ۱۸۰۰ء کے لگ بھگ ہوئی۔

مزار اقدس بمقام ضلع ڈنالہ میں ہے۔

رفیع الدین مُراد آبادی قادری ؒ

شیخ محمد غوث لاہوری کے مرید تھے اور مدینۃ الاولیاء لاہور میں کچھ مدت مقیم رہے تھے اور یہیں انہوں نے اپنے پیرومرشد سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں شرفِ بیعت حاصل کیا تھا۔ طلبِ حق کے لئے ہندوستان کے اکثر شہروں کی سیاحت کی تھی۔ نہایت باخدا بزرگ تھے۔ بعدازاں اپنے وطن مالوف واپس جاکر سلسلہ قادریہ کی تبلیغ میں ساری عمر گزار دی۔

وفات ۱۲۱۹ھ مطابق ۱۸۰۴ء میں ہوئی۔

مزار مراد آباد میں ہے۔

سیّد محمد شاہ قادری فاضلی ؒ

آپ حضرت سید غلام غوث قادری بٹالوی کے فرزند تھے۔ ہجرت کے دوران اپنے والدِ ماجد کے ساتھ وزیر آباد میں تھے جہاں سے آپ واپس بٹالہ آئے اور سجادہ جانشین بنے۔ آپ اپنے والد کے اکلوتے فرزند تھے اور انہیں سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت تھے۔ مدینۃ الاولیاء میں حضرت شیخ طاہر بندگی ؒ قادری کے مقبرہ عالیہ پر حاضری دیتے رہے۔

وفات آپ کی ۱۲۲۴ھ مطابق ۱۸۰۹ء میں بمقام بٹالہ شریف ہوئی اور وہاں ہی اپنے آبائی قبرستان (خانقاہ) میں دفن ہوئے۔ یہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کا عہد حکومت تھا۔

مزارِ اقدس بٹالہ شریف ضلع گورداسپور، انڈیا میں ہے۔

شیخ نور احمد المشہور نور حسین قادری ؒ

آپ نے خرقۂ خلافت حضرت شیخ عبدالکریم بہادن شاہ لاہوری المتوفی ۱۱۹۰ھ سے پایا اور مقتدائے زمانہ بنے۔ سُکر و جذب آپ کی طبیعت پر اس قدر غالب تھا کہ برس ہا برس تک بے خبر بیٹھے رہتے۔ محیر العقول کرامات و خوارق آپ سے ظاہر ہوئے۔ ایک دفعہ آپ کے گاؤں سے کچھ جا نور

چوری ہو گئے۔ آپ کو معلوم ہوا تو آپ نے چوروں کو پیغام بھیجا کہ ہمارے مویشی واپس کر دو۔ انہوں نے اس کی طرف مطلقاً توجہ نہ دی۔ چنانچہ آپ کی بددعا سے وہ گاؤں تمام وکمال جل کر خاک سیاہ ہو گیا۔

وفات آپ کی ۱۲۲۶ھ مطابق ۱۸۱۱ء میں ہوئی۔ آپ کے خلفاء میں شیخ رسول شاہ بہت بزرگ تھے جن کا انتقال ۱۸۷۴ء میں ہوا تھا۔

حضرت مولانا سید حافظ نور اللہ شاہ فرشتہ صفات نوشاہی قدس سرہٗ ساہن پال شریف۔ ضلع گجرات

آپ عاشق ذات خدا۔ محبوب حضرت کبریا۔ عمدۃ العلماء۔ زبدۃ الفضلاء۔ غوث جہان۔ قطب زمان صاحب زہد و تقوٰی و ورع و خوارق و کرامات تھے۔

آپ کا نام نور اللہ شاہ۔ القاب فرشتہ صفات۔ قاضی القضاۃ تھے۔ آپ مخزن البرکات حضرت مولانا سید حافظ محمد حیات ربانی نوشاہیؒ کے فرزند اکبر اور مرید و خلیفہ اعظم و سجادہ نشین تھے۔ ولایت و نجابت و علم موروثی رکھتے تھے۔ آپ کی ولادت انیسویں ۱۹ جمادی الآخر ۱۱۴۷ھ مطابق ۱۷۳۴ء میں بعہد محمد شاہ بادشاہ بمقام ساہنپال شریف ہوئی۔

آپ نے تحصیل علوم ظاہری اپنے والد بزرگوار اور دوسرے اساتذہ سے کی۔ قرآن مجید حفظ کیا۔ معقول و منقول ازبر کیا۔ تفسیر و حدیث و فقہ میں بلند پایہ رکھتے تھے۔ واعظ و مقرر خوش بیان تھے۔ بوقتِ وعظ حاضرین کو رقت قلب اور وجد ہوا کرتا تھا۔ آپ کا علوم شرعیہ میں بے مثل ہونا اس بات سے بخوبی ظاہر ہے کہ چوہدری غلام محمد ولد پیر محمد چیچہ متوفی ۱۲۰۳ھ مطابق ۱۷۸۸ء رئیس اعظم منچر چیچہ ضلع گوجرانوالہ نے جو زمانہ طوائف الملوکی میں حدود ملتان تک خود مختار حاکم تھا اپنے علاقہ کے ستر علماء میں سے آپ کو منتخب کر کے قاضی القضاۃ کا منصب دیا تھا۔ آپ نے اپنا دارالافتاء رسول نگر کو مقرر کر رکھا تھا۔

آپ نے بیعت طریقت اپنے والد بزرگوار سے کی اور مقامات سلوک طے کرنے کے بعد خلافت و اجازت حاصل کی۔ نیز اپنے عم بزرگ حضرت سید ابو سعید مرتاضؒ سے خرقہ تبرک حاصل کیا۔ آپ مراتب توحید میں درجہ کمال رکھتے تھے۔ کشفِ قبور، کشفِ قلوب، کشفِ ملکوت آپکو بدرجہ اتم حاصل تھا۔

آپ لاہور میں کئی دفعہ تشریف لے گئے۔ فقیر سید عزیز الدین رضا لاہوریؒ کے ساتھ آپ کی مراسلت رہتی تھی۔ خاندان فقیر صاحبان آپ کا بہت احترام کرتے تھے۔

آپ کے تصرفات عجیب و غریب تھے۔ کرامت کا ظہور آپ کی نظر تجلّی اثر کا ادنیٰ کرشمہ تھا۔

ایک مرتبہ اپنے صاحبزادہ سید حافظ الٰہی بخشؒ کو ملک الموت کا دیدار کرایا۔ آپ قوی الجذبہ مستقیم الاحوال تھے۔ تصوف و حقائق میں آپ کا کلام عالی تھا۔ آپ کا ارشاد ہے کہ ہمارے جسم ہماری روحیں ہیں اور ہماری روحیں ہمارے جسم ہیں۔

آپ کے یہ حالات سید شریف احمد شرافت نوشاہی کی کتاب اذکارِ نوشاہیہ اور شریف التواریخ کی دوسری جلد موسوم بہ طبقات النوشاہیہ میں سے لئے گئے ہیں۔

آپ صاحب تصنیف و تالیف تھے۔ چند نام یہ ہیں۔

(۱) نور الفتاویٰ المعروف فتاویٰ نوشاہیہ۔ فقہ حنفی کی بہترین کتاب ہے۔

(۲) مصطلحات الصوفیہ۔ اصطلاحاتِ فقراء کی تشریح۔

(۳) انشائے نور اللہ۔

(۴) رقعات نور اللہ۔

(۵) مکتوباتِ نور اللہ۔

آپ کے دو بیٹے تھے۔

۱۔ مولانا سید حافظ الٰہی بخشؒ مظہر حق متوفی ۱۲۵۳ھ مطابق ۱۸۳۷ء۔

۲۔ سید خدا بخشؒ متوفی ۱۲۷۷ھ مطابق ۱۸۶۰ء۔

آپ کے خواص مریدین و خلفاء یہ تھے۔

(۱) مولانا سید غلام قادر بن سید عبداللہ نوشاہیؒ ساہنپالوی متوفی ۱۳۰۶ھ مطابق ۱۸۸۸ء بعمر ایک سو تین سال۔

(۲) مولانا حکیم شیخ احمد فاروقی رسول نگریؒ متوفی ۱۲۴۳ھ مطابق ۱۸۲۷ء۔

(۳) چوہدری غازی خان بن محمد یار تارڑ ساہنپالویؒ متوفی ۱۲۳۵ھ مطابق ۱۸۲۰ء۔

(۴) حافظ فیض بخش بن دیام خان تارڑ ساکن اگرویہ۔

مولانا سید حافظ نور اللہ شاہ کی وفات بعمر بیاسی سال چھٹی ماہ صفر ۱۲۲۹ھ مطابق ۱۸۱۴ء میں بعہد اکبر شاہ ثانی بن شاہ عالم بادشاہ ہوئی۔ مزار ساہن پال شریف ضلع گجرات۔ مقبرہ نوشاہیہ میں ہے۔

پیر بہرن شاہ قادری نوشاہی

بیعت

آپ نے سلسلہ قادریہ میں حضرت شاہ مراد قادری نوشاہی شرقپوری سے بیعت کی۔ صاحب حال وقال شیخ ہونے کے ساتھ ساتھ فقر، تجرید و تفرید میں عالی شان اور مرتبہ بلند رکھتے تھے۔ ساری عمر دنیا سے مستغنی اور بے نیاز رہے۔

لاہور میں بھی آپ اکثر مرتبہ تشریف لائے۔

مزارِ اقدس شرق پور شریف میں دربار حضرت مراد قادری نوشاہی میں واقع ہے۔

وصال ۲ ذی الحجہ ۱۲۳۵ھ مطابق ۱۱ ستمبر ۱۸۲۰ء میں ہوا۔ اور مرشد کے قدموں میں ہی دفن ہوئے

حضرت شاہ آباد وانی قادری رح

آپ سیالکوٹ کے رہنے والے تھے اپنے والد کے ہمراہ دہلی میں آئے تھے اور حضرت مولانا زکریا قادری رح سے بیعت و خلافت حاصل کی تھی۔ اپنے شیخ کی رحلت کے بعد آپ نے مخلوقِ خدا کو تعلیم و تلقین فرمانی شروع کی۔ بڑے بافیض اور ولی کامل بزرگ تھے۔ تاریخ وفات ۱۲۴۰ھ مطابق ۱۸۲۴ء ہے اور مزار مبارک دہلی میں پیچکوئیوں کے قریب واقع ہے۔

مدینۃ الاولیاء لاہور میں تشریف لائے تھے۔

پیر سید صدر الدین قادری نوشاہی رح

آپ سادات مشہدی کا رضوی سے تھے۔ آباؤ اجداد موضع بدوملہی ضلع سیالکوٹ کے رہنے والے تھے۔ حضرت شاہ عبدالغفور جالندھری سے بیعت کر کے خلافت پائی اور مرشد کے حکم سے بہادل پور میں لوگوں کی ہدایت کے واسطے رونق افروز ہوئے۔ مدت العمر وہیں رہے۔

لاہور تشریف لائے تھے اور یہاں کے لوگوں کو رشد و ہدایت سے نوازا تھا۔ صاحب کمالات و برکات قادری بزرگ تھے۔

وفات سنہ ۱۲۴۰ھ مطابق ۱۸۲۴ء میں ہوئی جیسا کہ سید شرافت نوشاہی کی کتاب شریف التواریخ کی تیسری جلد کے چوتھے حصہ موسوم بہ مآثر الاخیار میں لکھا ہے۔
مزار شریف بہاول پور میں واقع ہے۔

شیخ المشائخ خواجہ احمد قادری رح

آپ حضرت خواجہ احمد قادری کے اکلوتے فرزند تھے۔ پیدائش ۱۷۷۱ء میں میاں کوٹ میں ہوئی ابتدائی علوم کی تکمیل اپنے والد گرامی سے کی اور پھر کشتی اور پہلوانی کرنے لگے۔ اور اس میں نام پیدا کیا۔ اس کے علاوہ شہسواری اور نیزہ بازی میں بھی نام پیدا کیا چونکہ یہ زمانہ انتہائی افراتفری اور انتشار کا تھا۔ اس لئے آپ نے ایک گروہ تیار کیا تھا۔ جس کی آپ قیادت کرتے تھے تاکہ سکھ رہزن اور ڈکیت آپ کے گاؤں کو ہراساں نہ کر سکیں۔ انہوں نے جب بھی حملہ کیا مُنہ کی کھائی۔

آپ صاحب کشف و کرامات تھے۔ بے شمار کرامات اور خوارق آپ سے وقوع پذیر ہوئے نماز کے سختی سے پابند تھے۔ شریعت کی تعمیل و تکمیل میں یکتائے زمانہ تھے۔ تمباکو، حقہ نوشی اور دوسری منشی اشیاء سے قطعاً دُور رہتے تھے اور اس میں ختم غوثیہ کا خاص اہتمام ہوتا تھا۔ جوانی کے ایام میں ظہر اور مغرب تک کا وقت اِردگرد کے دیہات میں تبلیغ اسلام اور احیائے سنت کے لئے اپنے ساتھیوں کے ساتھ صرف کرتے تھے۔ عام طور پہ آپ ڈیڑھ گوار، ارلی بین۔ خوش پور۔ بجر پور جکھم پور۔ دولا درگادار۔ شاہ پور گورسایہ۔ بھنگواں وغیرہ جگہوں پر جا کر غیر مسلموں کو تلقینِ اسلام کی طرف متوجہ کرتے تھے۔ حالانکہ یہ زمانہ انتہائی خلفشار کا تھا۔ اور سکھوں کا بہت زور تھا۔ مگر آپکے تقدس اور بزرگی کے پیشِ نظر وہ لوگ آپ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ آں جناب کی لاہور میں آمد و رفت تھی۔

ان ایام میں حسا سنگھ رام گڑھیا کا بھائی تارا سنگھ کلانور اور مضافات پر قابض تھا

آپ اس کے کئی سال تک ممد و معاون بنے رہے۔ کیونکہ وہ مقابلۃً دوسرے سکھ سرداروں کے زیادہ رحمدل اور خدا ترس تھا۔

وفات آپ کی ۱۸۲۵ء میں ہوئی اور اپنے آبائی قبرستان میاں کوٹ میں مدفون ہوئے۔

سلطان ہاتھی وان قادری رح

ولادت ۱۱۶۸ھ مطابق ۱۷۵۴ء میں ہوئی۔ نام نامی سید امان اللہ۔ ہندوستان کے سادات بارہ کے چشم و چراغ تھے۔ دس سال کی عمر میں یتیم ہو گئے۔ جب ذرا جوان ہوئے تو ریاضت اور مجاہدات کے لئے جنگلوں - ویرانوں اور بیابانوں میں پھرنے لگے۔ ایک رات عالم جذب و وجد میں محو تھے کہ غوث الثقلین جناب محبوب سبحانی قطب ربانی سید عبدالقادر جیلانی رح کی زیارت نصیب ہوئی اور ارشاد فرمایا۔ "آج سے تم سلطان ہو اور میرے ہو" چنانچہ آپ نے جنگل کی عزلت نشینی ترک کر دی اور سیر و سیاحت کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ دلی۔ پٹیالہ۔ لاہور۔ ملتان کا سفر کیا اور پھر دریائے راوی کے کنارے ست گھرا پہنچے۔ جہاں سادات اوچ شریف کا ڈیرہ تھا۔ آپ حضرت محمد غوث۔ بالا پیر گیلانی قادری کے ڈیرہ کے سامنے سے گزرے۔ انہوں نے دیکھا تو پہچان لیا۔ اور اپنے پاس بلا لیا۔ چنانچہ آپ نے ان سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کی۔ پھر مرشد سے اجازت لے کر اوچ شریف پہنچے جہاں سید جلال شاہ بخاری کا فیض جاری تھا۔ وہاں سے بھی استفادہ کیا۔ اور جھنگ چلے آئے۔ اور یہاں تلقین و ارشاد کا سلسلہ شروع کر دیا جو آخری وقت تک قائم و دائم رہا

کرامات آپ کی بے شمار بیان کی جاتی ہیں۔

اولاد: آپ کے دو فرزند تھے۔ ایک کا نام سید محمد اور دوسرے کا نام سید فتح شاہ تھا۔

وفات ۱۲۵۰ھ مطابق ۱۸۳۴ء میں ہوئی۔

مزار چوہ نوار جھنگ میں ہے۔

حضرت مولانا سید حافظ الٰہی بخش رح

مظہرِ حق نوشاہی قدس سرہٗ - ساہن پال شریف - ضلع گجرات -

آپ امام العابدین - رئیس العارفین - قبلۂ واصلان - کعبۂ سالکان شہسوارِ عرصہ احدیت - جانبازِ میدانِ محبت - عالمِ صوری و محقق معنوی - صاحبِ علم و جذب و وجد و سماع تھے ۔

آپ کا نام الٰہی بخش - لقب مظہرِ حق تھا - آپ مقبول بارگاہِ الٰہ حضرت سید حافظ نور اللہ شاہ فرشتہ صفات قادری نوشاہی رح مفتی شہرِ رسول نگر کے فرزندِ اکبر اور مرید و خلیفۂ اعظم و سجادہ نشین تھے آپ کی پیدائش ۱۱۸۰ھ مطابق ۱۷۶۶ء میں ہوئی - علومِ ظاہری کی تعلیم اپنے والدِ بزرگوار سے پائی - قرآن مجید حفظ کیا - علمِ طب میں بھی کمال پایا - جالینوسِ زمان ہوئے - جسمانی اور روحانی امراض کے بیمار آپ سے شفا پاتے تھے ۔

آپ نے اپنے والدِ بزرگوار سے خلافت کبریٰ حاصل کی پھر حضرت سید فتح الدین بن سید محمد عظیم نوشاہی رح سے فیض صحبت پایا - کمالاتِ ولایت پورے طور پر آپ کو حاصل تھے - طالبانِ حق جوق در جوق حاضر ہوتے - اور فیوض دارین حاصل کرتے اوراد و وظائف پر پوری مواظبت رکھتے دلائلِ الخیرات کا ورد دائمی تھا -

آپ متعدد مرتبہ لاہور تشریف لے گئے - ایک مرتبہ ریاست کپورتھلہ میں تشریف لے گئے اور تلونڈی چوہدریاں میں حضرت شاہ شریف نوشاہی رح خلیفہ حضرت سچیار صاحب رح کے مزار پہ رونق افروز ہوئے - آتی اور جاتی دفعہ لاہور میں حضرت داتا گنج بخش رح اور دیگر بزرگوں کے مزارات پر حاضری دی اور لاہور کے لوگوں کو اپنے فیض سے نوازا -

آپ کے خوارق و کرامات بے انتہا ہیں - اجابتِ دعا اور تصرفات میں آپ کا مرتبہ عالی تھا ایک مرتبہ مہاراجہ رنجیت سنگھ والی پنجاب آپ کے سلام کو حاضر ہوا - اور سرکاری دھرم ارتھ سے آپ کا روزینہ مقرر کر گیا -

شیخ کیسر شاہ قادری متوفی ۱۲۸۱ھ مطابق ۱۸۶۴ء ساکن وایانوالی ضلع گوجرانوالہ جو حضرت میاں میر قادری لاہوری کے سلسلۂ فقر میں ایک مشہور بزرگ گذرے ہیں - وہ آپ کی دعا سے تولد ہوئے تھے - ان کے والد میاں غلام حسین قادری رح نے آپ سے دعا کروائی تھی اور جو کچھ ان کو ملا

آپ کی توجہات سے ملا ۔

آپ کے زمانہ سجادگی میں ۱۲۳۸ھ مطابق ۱۸۲۳ء میں حضرت نوشہ صاحبؒ کا مزار شریف تیسری جگہ منتقل ہوا ۔

آپ بڑے مہمان نواز ۔ غریب پرور ۔ فیض رسان تھے یتیموں مسکینوں کی امداد کیا کرتے ۔ آپ کا دروازہ مرجع حاجت منداں تھا ۔

آپ کے حالات سید ابوالظفر شریف احمد شرافت نوشاہی کی کتاب اذکارِ نوشاہیہ اور کتاب شریف التواریخ کی دوسری جلد موسوم بہ طبقات النوشاہیہ سے لکھے گئے ہیں جو نوشاہی خاندان کے حالات میں ایک مبسوط تذکرہ ہے ۔

آپ کے ہاتھ کی ایک قلمی بیاض لکھی ہوئی سید شرافت نوشاہی کے کتبخانہ میں موجود ہے جو انہوں نے بلحاظِ مضامین ابواب اور فصول پر مرتب کر کے بنام الروضۃ الذکیہ فی حقائق علمیہ جمع کر دی ہے ۔

سید حافظ الٰہی بخشؒ کے تین بیٹے تھے ۔

۱۔ مولانا سید حافظ قُل احمد پاک ذات نوشاہِ ثانیؒ متوفی ۱۲۸۶ھ مطابق ۱۸۶۹ء ۔

۲۔ سید غلام احمد المعروف پیر لوٹے شاہؒ متوفی ۱۳۱۸ھ مطابق ۱۹۰۱ء ۔

۳۔ سید فیض احمد المعروف پیر مکھن شاہؒ متوفی ۱۳۳۴ھ مطابق ۱۹۱۶ء ۔

آپ کے خواص مریدین یہ تھے ۔

(۱) شیخ کلیم اللہ مجذوب گجراتیؒ ۔

(۲) شیخ محمد بخش گھمنؒ ۔ کوٹلی شہانی ۔ گجرات ۔

(۳) مولوی برخوردار بھٹیؒ ۔ وارث کوٹی ۔

(۴) مولوی محمد غوث بن حافظ بڈھاؒ ۔ وزیرآبادی

حضرت مولانا سید حافظ الٰہی بخش نوشاہیؒ بعمر اکہتر سال تلاوت قرآن مجید کر رہے تھے جب یہ آیت پڑھی کَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ٥ تو جان بحق تسلیم کی ۔

وفات سانویں رمضان ۱۲۵۳ھ مطابق ۱۸۳۷ء میں بعہد بہادر شاہ ثانی بن اکبر شاہ ثانی ہوئی۔

مزار ساہن پال شریف ضلع گجرات میں گورستان نوشاہیہ میں ہے۔

حاجی غلام محی الدین قادری رح

سیّد حاجی غلام محیّ الدین قادری (والد پیر سیّد محمد شاہ گیلانی لاہوری) بن شمس الدّین بن عبدالرسول بن غلام مصطفیٰ بن سید حاجی محمد ہاشم قادری لاہوری کے والدِ گرامی تھے۔

نہایت صاحبِ کشف و کرامت بزرگ تھے۔ بے شمار خلقِ خدا نے آپ سے استفادہ کیا اور روحانی فیوض و برکات حاصل کئے۔ لاہور میں بھی تشریف لائے تھے۔ صاحب جامع کشف و کرامات تھے۔

وفات ۱۸۵۰ء کے لگ بھگ ہوئی۔

مزارِ اقدس بٹالہ ضلع گورداسپور بھارت میں ہے۔

مخدوم محمّد عُمر بخش قادری رح

والد گرامی کا نام نامی خواجہ احمد تھا۔ ۱۷۹۹ء میں جب کہ رنجیت سنگھ لاہور پہ قبضہ کر رہا تھا آپ کی ولادت ہوئی۔ شروع سے ہی نہایت عبادت گزار اور پرہیزگار تھے۔ ابتدائی تربیت والدِ مکرم کے زیرِ سایہ ہی کی۔ آپ پر اکثر جذب و سُکر کی حالت طاری رہا کرتی تھی۔ اور ارد گرد کے جنگلوں اور ویرانوں میں پھرا کرتے تھے آپ نے حضرت شاہ حسین پیر و مرشد حضرت خواجہ امام علی شاہ نقشبندی مجددی کی زیارت کی ہے اور ان سے فیض بھی حاصل کیا تھا۔ آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ علی الصبح گاؤں سے نکل جاتے۔ اور رحیم آباد کی طرف تکیہ مالی شاہ کے پاس عبادت و ریاضت میں مصروف رہتے۔ آپ کا کاروبار جانوروں کی خرید و فروخت تھا۔ ظہر سے شام تک اسی کام میں مصروف رہتے۔ رات عبادت کے لئے مخصوص تھی۔ نہایت متقی اور پرہیزگار بزرگ تھے اور دُور دُور تک آپ کی بزرگی کا شہرہ تھا۔

لاہور تشریف لاتے تھے۔

۲۵ ستمبر ۱۸۳۳ء میں جب مہاراجہ رنجیت سنگھ کا سرکاری کیمپ دھرم کوٹ اور گھمن سے ہوتا ہوا کلانور پہنچا تو یہ سرکاری کیمپ شہنشاہ اکبر کی تاجپوشی والی جگہ پر نصب کیا گیا۔ کلانور کے فوجدار نے مہاراجہ کو گیارہ سو روپیہ نذر اور ایک گھوڑا پیش کیا۔ کنور کشمیرا سنگھ بھی یہاں ہی مہاراجہ کی سلامی کو حاضر ہوا تھا۔ اس دوران مہاراجہ نے شیوجی کے مندر پر حاضری دی اور ہر ایک برہمن کو پانچ پانچ روپے خیرات دی یہاں پر مہاراجہ نے حکم دیا کہ اہلِ اسلام والوں پر پابندیاں عائد کر دی جائیں کہ وہ مساجد میں اذان نہ دیا کریں آپ نے اس پر مہاراجہ کی سخت مخالفت کی اور اذان اور نماز کی ادائیگی میں پابندی پر قطعاً کوئی پرواہ نہ کی اور ان فرائض کی تکمیل میں آپ نے ہر قسم کی قربانی دینی پسند کی۔ آپ امام مسجد بھی تھے۔ اس لئے آپ نے اپنے مشن کو جاری رکھا اور اس کے انقطاع کی ہر کوشش ناکام بنا دی۔

وصال ۱۸۵۶ء میں فرمایا

مرقدِ منور اپنے آبائی قبرستان میاں کوٹ میں واقع ہے۔

سیّد احمد شاہ قادری فاضلی رح

آپ حضرت سیّد محمد شاہ قادری بٹالوی کے فرزند تھے اور انہیں سے سلسلہ قادریہ میں بیعت تھے بٹالہ میں ولادت ہوئی۔ آپ اس گدی کے پانچویں سجادہ نشین تھے۔ حافظِ قرآن تھے اور علوم ظاہری و باطنی میں ماہر تھے۔

آپ نے علاقہ جات گجرات۔ سیالکوٹ۔ کشمیر۔ جموں۔ جالندھر۔ ہوشیار پور اور لدھیانہ کی کافی سیر و سیاحت کی اور وہاں کے بے شمار لوگوں کو فیوض و برکات سے نوازا۔ علاوہ بریں لاہور بھی تشریف لاتے رہے ہیں اور لوگوں کو راہِ ہدایت سے نوازتے رہے ہیں۔

آپ نے خانقاہ کی عمارات میں اضافہ کیا اور اپنے پیر خانہ کلانور کے مقام پر خانقاہ و مزارات حضرت شیخ محمد افضل کلانوری قادری اور حضرت سیّد غلام غوث سجادہ نشین بٹالوی ثالث کے پاس مسافر خانے اور مسجد بنوائی۔ نیز وسیع خوب صورت باغ بھی لگوایا۔

آپ نے کئی تصنیفات چھوڑیں۔

وصال ۱۸۵۵ء کے لگ بھگ ہے۔

مزار اقدس بٹالہ شریف ضلع گورداسپور میں واقع ہے۔

حضرت مولانا سید حافظ فقل احمد پاکذات نوشاہِ ثانی قدس سرہٗ

ساہن پال شریف۔ ضلع گجرات

آپ پیشوائے سالکاں۔ رہنمائے طالباں نقادۂ دودمان مصطفوی سلسلہ خاندان مرتضوی۔ عارف ربانی۔ محبوب یزدانی۔ مطلوب سبحانی۔ نوشاہِ ثانی۔ قطب دوراں۔ غوث زماں تھے۔ زہد و تقدس و علم و حلم و معرفت میں شان بلند رکھتے تھے۔

آپ کا نام فقل احمد۔ القاب۔ پاکذات۔ نوشاہِ ثانی۔ فخرالاولیاء تھے۔ آپ سعادت نقش حضرت مولانا حافظ الٰہی بخش۔ مظہرِ حق نوشاہی رح کے فرزندِ اکبر اور مرید و خلیفہ اعظم و سجادہ نشین تھے۔

آپ کی ولادت ۱۲۱۲ھ مطابق ۱۷۹۷ء میں بمقام ساہن پال شریف ہوئی۔ آپ کے والد بزرگوار بھلوال شریف جا کر حضرت سخی شاہ سلیمان نوری رح کے مزار پر مراقب ہوئے۔ تو انہوں نے مثالی صورت میں جلوہ گر ہو کر بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ تم کو فرزند نرینہ عطا فرمائے گا جو مرتبہ میں نوشاہِ ثانی اور قطبِ ربانی ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

آپ نے علومِ ظاہری کی تحصیل اپنے جدِ امجد اور والد اکرم اور عم زاد بھائی مولانا سید غلام قادر بن سید عبداللہ نوشاہی رح سے کی۔ چندے علم موضع چکریال ضلع گجرات سے اپنے جدِ مادری سے بھی حاصل کیا قرآن مجید حفظ کیا۔ فنِ کتابت نسخ اور نستعلیق سیکھا۔ آپ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے چھ عدد قرآنِ مجید اور چالیس سے زیادہ علمی کتابیں اب بھی آپ کی اولاد میں سے سید شرافت نوشاہی کے کتب خانہ میں موجود ہیں۔

آپ کی بیعت اپنے جد بزرگوار حضرت مولانا سید حافظ نور اللہ شاہ فرشتہ صفات نوشاہی رح سے تھی۔ تربیت و تکمیل اپنے والدِ ماجد سے پائی دونوں بزرگوں سے آپ کو خلافت و اجازت حاصل تھی زیرِ سایہ نوشاہی مرتبہ غوثیت و قطبیت پر فائز ہوئے۔ آپ کے تصرفات و مکاشفات قوی تھے۔ طبقہ علماء خصوصاً آپ سے مستفیض ہوا۔ آپ کے زمانہ سجادگی میں ۱۲۵۸ھ مطابق ۱۸۴۲ء میں حضرت نوشاہ گنج بخش رح کا روضہ شریف بطرزِ پالکی تعمیر ہوا۔

آپ ایک مرتبہ لاہور تشریف لے گئے۔ آپ کے ہم جدی چچا۔ سید صدیق شاہ بن سید محبوب شاہ نوشاہی لاہور میں سکونت رکھتے تھے۔ ان کے بیٹے سید امام شاہ اور سید پیر شاہ بھی وہیں مزنگ میں رہتے تھے۔ ان کو ملے اور مزاراتِ بزرگان لاہور پہ حاضری دی اور اکثر لوگوں کو اپنے فیض سے نوازا۔

آپ کے حالات کتاب شریف التواریخ جلد دوم موسوم بہ طبقات النوشاہیہ سے لکھے گئے ہیں جو سید شرافت نوشاہی کی تصنیف سے ایک ضخیم قلمی کتاب ہے۔

آپ کی تصنیف سے مندرجہ ذیل کتابیں خطی نسخے سید شرافت نوشاہی کے کتب خانہ میں موجود ہیں۔ جو انہوں نے ہی مرتب کئے ہیں۔

(۱) بستان الاوراد۔ وظائف و عملیات میں۔

(۲) ثمرات الاذکار۔ علم ادب وغیرہ۔

(۳) وسائط العلوم۔ متفرق علمی مقالے۔

آپ کے دو بیٹے تھے۔

۱۔ مولانا سید محمد امین صاحب مختار السالکین۔ متوفی ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸۹۳ء۔

۲۔ مولانا سید محمد شفیع صاحب متوفی ۱۳۱۱ھ مطابق ۱۸۹۴ء۔

آپ کے خواص مریدین یہ تھے۔

(۱) مولانا غلام قادر شائق فاروقی رسول نگری متوفی ۱۳۰۱ھ مطابق ۱۸۸۳ء۔

(۲) مولوی شیخ فیض رسول فاروقی۔ متوفی ۱۲۹۶ھ مطابق ۱۸۸۰ء ساکن لدھیوالہ ضلع گوجرانوالہ۔

(۳) مولوی حکیم کرم الٰہی فاروقی متوفی ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۹۰۲ء ساکن بیگ والہ ضلع سیالکوٹ۔

(۴) شیخ سکندر شاہ متوفی ۱۳۰۶ھ مطابق ۱۸۸۸ء ساکن نور پور چابلاں ضلع گوجرانوالہ۔

مولانا سید حافظ تمل احمد پاک ذات نوشاہ ثانی کی وفات تئیسویں ربیع الآخر ۱۲۸۶ھ مطابق ۱۸۶۹ء میں ہوئی۔ مزار مبارک ساہن پال شریف۔ ضلع گجرات میں گورستانِ حضرت نوشاہ عالیجاہ میں ہے آپ کی عمر چوہتر سال تھی۔

سید پیر احمد شاہ قادری نوشاہیؒ

آپ کے والد کا نام سید فاضل شاہ تھا۔ اپنے عم حقیقی سید صدر الدین قادری نوشاہی بہادلپوری کے مرید ہوئے اور خلافت پائی۔ لاہور تشریف لائے تھے۔

وفات ۱۲۹۱ھ مطابق ۱۸۷۴ء میں ہوئی۔ سید شرافت نوشاہی کی کتاب شریف التواریخ کی تیسری جلد کے پانچویں سنہ موسوم بہ عوارف الانوار میں اسی طرح لکھا ہے۔

مزار اقدس بدوملہی ضلع سیالکوٹ میں واقع ہے۔

سید قاسم علی گیلانی قادری المشہور حاجی پیرؒ

آپ کی ولادت باسعادت بمقام لکھنؤ ۱۲۱۱ھ مطابق ۱۷۹۶ء میں ہوئی۔ آپ کا زہد و اتقاء ریاضت و مجاہدہ اپنے اسلاف بزرگان کے عین مطابق تھا۔

حضرت حاجی پیرؒ اور پیر نظام الدین بوریاں والا

جب سلطان العارفین پیر سید قاسم علی گیلانی قادری جو اپنے آباؤ اجداد کے وقت سے مکان اہلی والا لاہور پر مالک و قابض تھے فریضۂ حج کے لئے بیت اللہ شریف جانے لگے تو لاہور میں پیر نظام الدین جو علاوہ رشتہ دار ہونے کے بیعت شدہ بھی تھے خدمت حفاظت مزارات مقدسہ ان کی تحویل میں دے گئے ۱۸۵۸ء میں جب انگریزی حکومت کا پہلا بندوبست لاہور میں ہوا تو مکان اہلی والا کی ملکیت کے اندراج میں پیر نظام الدین کا نام بجائے سید حاجی پیر کے ہوگیا پیر شاہ سردار گیلانی لاہوری جو حضرت حاجی پیر کے حقیقی بھانجے اور پیر محمد شاہ کے فرزند ارجمند تھے کو خیال ہوا کہ کہیں مکان برباد نہ ہو جائے۔ اس کا انتظام شروع کیا تو پیر نظام الدین نے مزاحمت کی اور کہا کہ یہ مکان میری ملکیت ہے چنانچہ انہوں نے حضرت حاجی پیرؒ سے دریافت کیا جس کے جواب میں انہوں نے ایک خط لاہور میں پیر نظام الدین کو اور دوسرا پیر سید شاہ سردار قادری کو لکھا کہ یہ مکان ہمارا جدی و مملوکہ و مقبوضہ ہے۔ آپ کو صرف مزارات کی خدمت و حفاظت کے لئے تفویض کیا گیا تھا۔ آپ ہمارا نام خانہ ملکیت کاغذات مال میں درج کرادیں۔ مگر پیر نظام الدین

نے اپنے پیر و مرشد کے خط پر کوئی خاص توجہ نہ کی۔ ۲۰ اپریل ۱۸۷۶ء کو انہوں نے دیوانی دعویٰ دائر کر دیا۔ اپریل ۱۸۷۶ء سے مئی ۱۹۱۳ء تک یعنی ۳۷ سال تک مختلف مقدمات کا سلسلہ جاری رہا۔ اور کئی دفعہ چیف کورٹ تک جانے کی بھی نوبت آئی مگر کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ آخر مولوی محرم علی چشتی ایڈووکیٹ ہائی کورٹ کی مساعی جمیلہ سے بیس ہزار روپیہ دے کر ۱۶ مئی ۱۹۱۳ء کو ختم ہوا۔

وفات ۲۳ ذی الحجہ ۱۲۹۱ھ مطابق ۱۸۷۶ء میں ہوئی۔

مزارِ اقدس مکھڈ شریف ضلع کیمبل پور میں واقع ہے۔ مقبرہ پیر سید علی نقی گیلانی نے ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ مطابق ۱۹۰۳ء میں بنوایا۔

مخدوم سید علی شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے والد گرامی کا نام مبارک سلطان العارفین حضرت سید محمد علی شاہ بن شاہ حسن الدین قادری بن شاہ محمد بالا ماہ سلطان الاعظم بن شاہ کبیر الدین عابد قادری بن شاہ محمد شاہ علی زندہ ولی قادری بن حضرت مخدوم شاہ محب اللہ الیاس زیدی۔ والد محترم کے انتقال کے بعد کیتھل کی قادری گدی کے سجادہ نشین مقرر ہوئے۔

ظاہری و باطنی علوم کی تکمیل کے بعد آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ ریاضات و مجاہدات میں بھی نام پیدا کیا۔ تفسیر، حدیث، فقہ میں یگانہ آفاق تھے۔ حضرت مولوی عبدالحق حقانی دہلوی مفسر تفسیر حقانی کو آپ سے بے انتہا عقیدت تھی۔ انہوں نے بھی آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر زانوئے تلمذ تہہ کیا تھا۔ وہ جب کیتھل آتے آپ کے ہاں ہی قیام فرماتے۔

حضرت سید مقبول محی الدین گیلانی قادری اپنے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

آپ صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔ شریعت و طریقت کے جامع تھے۔ بہت سے اکابر مشائخ نے آپ سے استفادہ فرمایا۔ آپ سے فیض پانے والوں میں مولوی عبدالحق مفسر تفسیر حقانی بہت مشہور ہیں۔ معارف و حقائق میں آپ کا کلام خاص شہرت رکھتا تھا۔ بہت سی کرامات بھی آپ سے منسوب کی جاتی ہیں۔ آپ کو شعر و شاعری سے بھی شوق تھا۔ سید تخلص فرماتے تھے۔ لاہور میں حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ، شیخ طاہر بندگی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت میاں حسین زنجانی کے مزارات پر حاضری دیتے۔ قیام لاہور کے دوران

سینکڑوں افراد نے آپ سے روحانی فیض حاصل کئے۔ اور اہل لاہور آپ کے مواعظ و نصائح سے بے حد مستفید ہوئے۔ پیر بہادر علی شاہ سیالکوٹی آپ کے اور آپ کے والد ماجد سے فیض یاب ہوئے۔

تصانیف: رسالہ حفظ الایمان۔ نور الایمان۔ دیوان غزلیات اور رسالہ طب نبوی آپ کی تصانیف ہیں

وفات: آپ کی ۷ رجب المرجب ۱۲۹۴ھ مطابق ۳ اگست ۱۸۷۷ء میں ہوئی اور اپنے آباؤ اجداد کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

سید حسین شاہ قادری فاضلی رح

آپ سید احمد شاہ بٹالوی کے صاحبزادے تھے اور سجادہ نشین ششم دربار قادریہ فاضلیہ بٹالہ شریف تھے۔ باپ سے ہی شرفِ بیعت کیا۔ نہایت عبادت گذار تھے اور علاقہ کے رئیس۔ آپ کو حکومت انگریزی نے پراونشل درباری کا منصبِ اعزازی دے رکھا تھا۔ رؤس البلاد لاہور میں آمد و رفت تھی۔

وفات ۱۲۹۸ھ مطابق ۱۸۸۱ء میں بمقام بٹالہ ہوئی اور اپنے آبائی قبرستان خانقاہ فاضلیہ میں مدفون ہوئے اس وقت ملکہ وکٹوریہ کا عہد حکومت تھا۔

خواجہ ثناء اللہ قادری رح

خواجہ ثناء اللہ خراباتی کشمیری الاصل تھے۔ کشمیر کے معروف ولی اللہ عبدالرحمٰن عرف سید بلبل شاہ سے نسب نامہ ملتا ہے۔ پیدائش ۱۲۲۴ھ مطابق ــــــ بمقام طنگاہ ضلع بلند میر میں ہوئی۔ ولادت اپنے نانا شاہ عبدالغفور کے گھر ہوئی اور انہی کے سایہ میں تعلیم و تربیت کا سلسلہ مکمل کیا۔ اوائل عمر میں رفوگری کا کام سیکھا اور پشمینہ کی تجارت کے سلسلہ میں ایران، کابل اور ہندوستان کے دُور دراز مقامات کلکتہ وغیرہ تک کے سفر کئے۔ پہلے اپنے نانا شاہ عبدالغفور کے مرید ہوئے۔ اس کے بعد حضرت شاہ محمد صادق کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور کامل تینتیس سال ان کی خدمت میں رہے۔ پھر لاہور تشریف لائے اور حضرت میاں میرؒ سے روحانی فیض حاصل کئے۔ ازاں بعد سید محمد گنامی قلندر سے ارادت پیدا کی۔ کلکتہ میں حضرت عبدالوہاب کی خدمت میں رہے۔ وہاں سے کشمیر واپس آئے

اور حضرت طیبب سے فیض حاصل کیا۔ وہاں سے کابل پہنچے اور شاہ قلندر سے فیض حاصل کیا۔ اس کے بعد حضرت غلام الدین خراسانی کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ وہاں سے واپس پنجاب تشریف لائے۔ اور گجرات میں حضرت شاہ دَوُلا دریائی سے فیض حاصل کیا۔ اس طرح آپ نے اپنے زندگی کے پچاس سال سیر و سیاحت اور بزرگان دین سے فیوض و برکات حاصل کرنے میں گزارے۔ آخری عمر میں جلال پور جٹاں ضلع گجرات میں مقیم ہوئے اور وہاں ہی وفات تک رہے۔

آپ اپنے وقت کے عارف باللہ۔ مجیر عالم اور پُرگو شاعر تھے۔ شاہ عبدالغفور کی تربیت سے آپ نے بزرگان دین کی خدمت میں حاضر ہونا شروع کیا اور تا وصال اس چیز پر قائم و دائم رہے اور اس وقت کے عارفان کامل سے ملاقاتیں کیں۔ اور روحانی فیوض و برکات سے مستفید ہوئے۔ آپ نے اپنی کتب میں تمام اولیاء کا تذکرہ نہایت خلوص سے کیا ہے۔ جن سے آپ نے فیض حاصل کیا۔ سیر و سیاحت اور شغل تجارت کے دوران آپ نے ایران۔ افغانستان اور ہند و پاکستان اور کشمیر کے تمام دور دراز مقامات دیکھے اور وقت کے صوفیائے عظام سے ملاقاتیں کیں۔ کچھ عرصہ جموں میں مہاراجہ گلاب سنگھ ڈوگرہ کے کہنے پر اپنی بیوی بچوں کے ساتھ قیام کیا۔

شجرہ مرشدی اس طرح ہے۔ خواجہ ثناءاللہ خراباتی مرید محمد غفار مرید سید حاجی محمد مرید غلام غوث۔ مرید غلام قادر مرید سید محمد غوث مرید شاہ محمد افضل مرید شیخ ابو محمد قادری مرید شیخ محمد طاہر قادری لاہوری۔ مرید شاہ سکندر کیتھلی قادری مرید شاہ کمال کیتھلی مرید شاہ گدا رحمان مرید شاہ شمس الدین مرید شاہ شرف الدین مرید سید عبدالرزاق مرید محبوب سبحانی حضرت غوث الاعظم عبدالقادر جیلانی۔

تصنیف و تالیف: آپ نے بے شمار کتب اشعار اور نثر میں تصنیف فرمائیں تصانیف کا سلسلہ ۱۲۴۵ھ میں شروع کیا اور ایک سو سے زائد کتب تصنیف فرمائیں جن میں سے ان کتب کی اب تک نشاندہی ہوئی ہے

۱۔ دیوان خراباتی۔
۲۔ خلاصۃ الاسرار (جواب مثنوی حضرت بُو علی قلندر پانی پتی)
۳۔ شمع العارفین۔
۴۔ تحفۃ الزمان۔
۵۔ جنت العارفین۔
۶۔ مہاراج نامہ۔
۷۔ بحر الانوار۔
۸۔ جنت الاسرار۔
۹۔ خسرو نامہ
۱۰۔ مجمع البرکات (جواب بوستان شیخ سعدیؒ)

۱۱. مثنوی دردنامہ۔

۱۲. خلاصۃ التوحید۔

۱۳. تذکرۃ الواصلین۔

۱۴. مجمع الفضائل۔

۱۵. سراج الطالبین۔

۱۶. خواب نامہ۔

۱۷. جنت انا علا۔

۱۸. شمع الھدیٰ۔

۱۹. دیوان خراباتی زبان کشمیری۔

۲۰. حقیقت الاولیاء۔

۲۱. قصہ بوالعجب عشق۔ "

۲۲. سبحات آفتابی۔

۲۲. للہ نامہ

۲۳. گنج الافتا۔

۲۴. ساطع العرفان۔

۲۶. صراط المستقیم۔

۲۷. رسیما۔

۲۸. جنات النعیم۔

۲۹. دلیل العارفین۔

۳۰. نسخہ گلبدن۔

۳۱. نصرت نامہ۔

۳۲. عبرت نامہ۔

۳۳. نسخہ لغات۔

۳۴. تذکرۃ الکاملین۔

۳۵. حقیقت الافعال۔

۳۶. تفسیر سناء۔

۳۷. تفریح المجالس۔

آپ ایک زبردست پُرگو شاعر تھے۔ ایک ایک دن میں ایک ایک کتاب تصنیف کر لیتے تھے۔ اس طرح آپ کا مقام عظیم ترین ہستیوں میں متعین کیا جا سکتا ہے۔ لیکن افسوس کہ آپ کے شہر (جلال پور جٹاں) میں نہ تو کوئی آپ کو جانتا ہے اور نہ ہی آپ کی تصنیفات سے شناسا ہے۔ مہاراجہ گلاب سنگھ کی ملازمت اور قیامِ جموں کے دوران آپ نے روس۔ افغانستان۔ ایران اور دیگر ممالک کی سیر و سیاحت کی تھی۔ ڈوگرہ حکومت کی ملازمت کے بعد آپ جالندھر۔ امرتسر۔ سیالکوٹ۔ گجرات بھی قیام فرما رہے۔ اور پھر جلال پور جٹاں میں مستقل اقامت اختیار کی اور عارفانہ زندگی اختیار کر لی۔ بیس سال تک خلوت نشین رہے۔ اور لوگوں سے بات چیت تک نہ کی۔ اس کے بعد بارہ سال حالت سُکر میں رہے اور پھر سلسلہ تصنیفات شروع کیا۔ اور بہترین کتب لکھیں جو کہ تائیدِ غیبی کا ایک کرشمہ تھا۔ یعنی جو کتاب آپنے ایک دن میں لکھی ایک قاری اسکو ایک ہفتہ میں نہیں پڑھ سکتا۔ تحفۃ القادری میں نام

ایسی غزلیات ہیں جو محبوب سبحانی، غوث صمدانی حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی کی تعریف و توصیف میں لکھی گئی ہیں جو کہ سینکڑوں اشعار پر مشتمل ہیں ۔

وفات جلال پور جٹاں میں ۱۷ ذیقعدہ ۱۲۹۶ھ مطابق ۱۸۷۹ء بعمر ۶۷ سال ہوئی۔

مزار کُلاچور متصل جلال پور جٹاں کے کنوؤں کے پاس ہے اور ایک چوکھنڈی میں واقع ہے اور نہایت کس مپرسی کی حالت میں ہے ۔

حضرت غوث علی شاہ قادریؒ

آپ سیّد اعظم علی شاہ بابری کے مرید۔ وہ سیّد عبداللطیف برّی کے۔ وہ سیّد امیر بالا پیر کے۔ وہ سیّد شاہ مقیم محکم الدین حجروی کے۔ وہ شاہ ابوالمعالی حجروی کے۔ وہ بہاول شیر قلندر حجرہ شاہ مقیم کے۔ وہ مرید شیخ عبدالجلال کے۔ وہ مرید سیّد شاہ محمود کے۔ وہ مرید سیّد نور محمد کے۔ وہ مرید سید جلال الدّین کے۔ وہ مرید سید شمس الدین کے۔ وہ مرید سیّد شہاب الدّین کے۔ وہ مرید سید احمد ادنیٰ کے۔ وہ مرید سیّد ابو صالح کے۔ وہ مرید سید عبدالرزاق کے اور وہ مرید خلیفہ حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی غوث الاعظم کے تھے۔ لاہور تشریف فرما ہوئے تھے ۔

آپ کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ و کرامات بے غایات ہیں ۔ جن سے کتابیں بھری پڑی ہیں۔

وفات آپ کی شب دوشنبہ ۲۶ ربیع الاوّل ۱۲۹۸ھ مطابق ۱۸۸۰ء میں ہوئی ۔

مرقدِ منوّر پانی پت میں ہے ۔

پیر غلام محی الدین خان قادری المعروف پیر قادری

سلسلہ عالیہ قادریہ میں آپ نے حضرت نور احمد عرف سائیں منگہ شاہ قادری سے بیعت کی تھی ۔ جو قلندر عبدالرسول شاہ کے مرید و خلیفہ بنے ۔ یہ شجرہ حضرت ابوالفرح محمد فاضل الدین بٹالوی سے جا ملتا ہے ۔ اس کے متعلق کہتے ہیں ۔

مظہر ذات خدا ہیں نور احمد قادری — نور انور مصطفےٰ ہیں نور احمد قادری
شاہ جیلاں غوث اعظم کے وہ نائب خاص ہیں — قبلۂ شاہ و گدا ہیں نور احمد قادری

قادری کیا غم تجھے اب شکر کر دل شاد ہو کیونکہ تیرے پیشوا ہیں نور احمد قادری

آپ عورتوں کو بیعت نہیں کیا کرتے تھے بلکہ آپ اپنے خلیفہ حافظ غلام قادر شاہ کے پاس بھیج دیتے تھے جو ان کو بیعت کرتے تھے۔

آنجناب لاہور بھی تشریف لایا کرتے تھے۔

حضرت حافظ غلام قادر شاہ قادری جالندھری آپ کے ممتاز خلفاء میں سے تھے۔ آپ کا ایک "مجموعہ کلام" "دیوان قادری" کے نام سے موجود ہے۔

نمونہ کلام:

مدد کر اے شہ جیلاں مدد کر تمہارا ہوں تمہارا ہوں تمہارا
کوئی نازاں کسی پر کو کسی پہ سوا تیرے نہیں کوئی ہمارا
عطا کر محو ایسا قادری کو نہ جانے جبین کو نہ ماسوا کو

آفتاب ربّانی محی الدین جیلانی غوث الاعظم الثانی محی الدین جیلانی
ہادیٔ مریدانی شافیٔ مریضانی زینت مسلمانی محی الدین جیلانی
اے غلام محی الدین وردِ خویش کن بہ یقین آں قدر کہ بتوانی محی الدین جیلانی

مرقد منور جالندھر میں ہے۔ وفات سے قبل آپ نے حضرت حافظ غلام قادر شاہ صاحب سے پانی پینے کی خواہش کا اظہار فرمایا تھا۔ حالانکہ اس وقت آپ کے صاحبزادے بھی وہاں موجود تھے۔

آپ کے صاحبزادے غلام احمد خاں قادری المتوفی ۱۳۳۰ھ مطابق ۱۹۱۱ء تھے جن کا مزار جالندھر میں ہے۔ انہوں نے بھی غزلیات اور سی حرفی لکھی ہے جو صاحبزادہ نثار احمد خاں قادری نے چک نمبر ۱۷۷ گ۔ ب۔ تحصیل جڑانوالہ ضلع لائل پور سے شائع کی ہے۔

میاں رحمت اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ

میاں رحمت اللہ قادری حضرت مخدوم محمد عمر قادری کے فرزند اکبر تھے۔ ولادت آپ کی ۱۸۴۲ء عہد رنجیت سنگھ میں ہوئی۔ ظاہری علوم کی تکمیل جامع مسجد خانقاہ میاں کوٹ سے کی۔ بچپن سے ہی طبیعت عبادت اور ریاضت کی طرف مائل تھی۔ اس لئے آپ دن کا اکثر حصہ ڈھاب جنوب اور موضع رسول پورہ کے کنارے اونچے قدیم تھہ پہ گزارا کرتے تھے۔ عبادت کے بعد کبھی گنگانوالی مسجد اور کبھی خانقاہ عالیہ رسول پورہ کی مسجد میں نماز ادا کیا کرتے تھے۔

آپ کی بے شمار کرامات و خوارق مشہور ہیں۔ میرے بڑے بھائی محترمی محمد ابراہیم نسیم کے ہی ہم شکل تھے۔ آپ نے رزق حلال کما کر اپنی اولاد کی پرورش کی۔ والد بزرگوار مولف کتاب ہذا آپ کی راست بازی اور دیانت داری کے واقعات اکثر بیان کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت کرے۔ آمین۔ ثم آمین۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

مدینۃ الاولیاء لاہور میں بھی آپ کی آمد و رفت تھی۔ زندگی کا بیشتر حصہ سیر و سیاحت میں بسر کیا۔

وصال آپ کا ۱۹۰۵ء میں ہوا۔

مرقد منورہ قصبہ میاں کوٹ ضلع گورداسپور بھارت میں ہے۔

حضرت مولانا سید محمد امین مختار السالکین نوشاہی قدس سرہٗ

(ساہن پال شریف۔ ضلع گجرات)

آپ مقبولِ درگاہِ رب العالمین۔ منظورِ بارگاہِ سید المرسلین۔ صاحب مرتبہ فنا و بقا۔ مرکز دائرہ تسلیم و رضا۔ غریقِ بحرِ توحید۔ سائرِ میدان تجرید، اہل عبادت و ریاضت و خوارق و کرامات تھے آپ کا نام محمد امین۔ لقب مختار السالکین تھا۔ آپ محبوب بارگاہ سبحانی حضرت مولانا سید

حافظ قُل احمد پاک ذات نوشاہِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندِ اکبر اور مرید و خلیفہ اعظم و سجادہ نشین تھے آپ کی ولادت پچیسویں ذیقعد ۱۲۴۱ھ مطابق ۱۸۲۶ء میں بمقام ساہن پال شریف ہوئی آپ نے علوم دینیہ مروّجہ کی تحصیل اپنے والدِ بزرگوار اور مولانا سید غلام قادر بن سید عبداللہ نوشاہی رحمۃ اللہ علیہ سے کی بیعتِ طریقت اپنے والد ماجد سے کرکے سلوکِ قادریہ کو انتہا تک طے کیا اور خلافت و اجازت حاصل کی ریاضت و مجاہدہ میں لاثانی تھے۔ روزانہ بوقت نصف شب اُٹھ کر نوافل تہجّد ادا فرماتے صبح تک وظائف قادری نوشاہی کو پورا فرماتے نماز فجر کے بعد تلاوتِ قرآنِ مجید اور درودِ مستغاث شریف بلا ناغہ پڑھا کرتے۔

آپ کی طبیعت میں انکسار و نیستی بدرجہ اتم تھی۔ اتباع نبوی میں مقام مسکنت و غربت آپ کو پورا حاصل تھا۔ مراتب فقر و درویشی میں پایۂ عالی رکھتے تھے جو اوصاف فقیر میں ہونے چاہیئں وہ سب آپ کی ذات میں موجود تھے اس آخری زمانہ میں خدا تعالیٰ کے نشانوں میں سے ایک نشان تھے آپ کے تمام حالات صلحائے متقدمین سے ملتے جلتے تھے۔ عبادت و سخاوت میں بے نظیر تھے۔

آپ قوت حلال کے واسطے اپنی جدّی ملکیّت زمین میں اپنے ہاتھوں سے زراعت کیا کرتے تھے جو کچھ اس سے پیدا ہوتا وہ اپنا اور اہل و عیال کا خرچ چلاتے اور یتیموں۔ بیواؤں درویشوں کو بھی فی سبیل اللہ دیتے جو شخص آپ کی زراعت سے نقصان کرتا۔ وہ سزایاب ہوتا۔ آپ کی کرامات و خوارق کافی ہیں وجد و حالت آپ کی نظر کا ادنیٰ کرشمہ تھا۔ طیّ زمین کی کرامت آپ کو حاصل تھی۔ ایک مرتبہ ساہن پال شریف سے صبح پیدل چل کر ایک سو تیس میل کا فاصلہ طے کرکے ظہر کے وقت امرتسر پہنچ گئے تھے۔

آپ چند مرتبہ لاہور تشریف لے گئے آپ کی چھوٹی صاحبزادی سیدہ روشن بی بی صاحبہ رحمۃ اللہ علیہا سید واصل حق بن سید لکھن شاہ نوشاہی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے شادی شدہ تھیں۔ اس تعلق سے آپ کی لاہور میں آمد و رفت رہتی تھی۔ آپ لاہور کے فقراء نوشاہیہ سے میل ملاقات رکھتے اور لاہور کے بزرگوں کے ساتھ مجلسیں ہوتی رہتیں۔

آپ کے حالات و مقامات سیّد شرافت نوشاہی کی کتاب اذکار نوشاہیہ اور شریف التواریخ کی دوسری جلد موسوم بہ طبقات النوشاہیہ سے لکھے گئے ہیں جو صوفیائے کرام کی تاریخ میں بالعموم

اور نوشاہی خاندان کی تاریخ میں بالخصوص مفصل اور مبسوط تذکرہ ہے۔

آپ کے تین فرزند تھے۔

۱- مولانا سید حافظ روح اللہ متوفی ۱۶ صفر ۱۲۹۴ھ مطابق ۱۸۷۷ء۔

۲- سید پیر فاضل شاہ رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۹ صفر ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۹۱۸ء۔

۳- مولانا سید حافظ محمد شاہ رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۲۲ محرم ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۹۱۸ء۔

آپ کے خواص مریدوں کے نام یہ ہیں۔

(۱) چوہدری اللہ دتہ چیمہ۔ ساکن حسن والی ضلع گوجرانوالہ۔

(۲) میاں سربلند المعروف سربندھی لوہار۔ ساکن سرانوالی۔ ضلع گوجرانوالہ۔

(۳) میاں کرم الٰہی نجار۔ ساکن چک نہالو۔ ضلع گوجرانوالہ۔

(۴) میاں پیر محمد ماچھی۔ ساکن گاکھڑہ کلاں۔ ضلع گجرات۔

حضرت سید محمد امین نوشاہی کی وفات بعمر اٹھہتر سال اٹھارہویں جمادی الاخر ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸۹۲ء میں ہوئی۔ مزار ساہن پال شریف۔ ضلع گجرات میں گورستان نوشاہِ عالیجاہ میں ہے۔

حافظ سید ظہور الحسین قادری فاضلی

حضرت سید حسین شاہ قادری بٹالوی کی وفات کے بعد ان کے فرزندِ اکبر سید ظہور الحسین سجادہ نشین درگاہ فاضلیہ بٹالہ شریف کے ساتویں سجادہ نشین ہیں۔ آپ نے قرآن مجید حفظ فرمایا اور علوم ظاہری و باطنی میں بھی تکمیل کی۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں اپنے والدِ گرامی سے بیعت کی۔

آپ کی بے شمار کرامات ہیں۔ نہایت بلند ہمت انسان تھے۔ لنگر کا انتظام نہایت اہتمام سے کرتے تھے۔ ہمیشہ پالکی میں سوار ہوکر دورۂ تبلیغ کرتے تھے۔ دربار میں بالا خانے کی نہایت پختہ اور خوب صورت عمارت آپ نے ہی بنوائی تھی۔ برطانوی حکومت نے آپ کو پراونشل درباری مقرر کیا تھا۔ لاہور تشریف لاتے تھے۔

وفات آپ کی بمقام بٹالہ شریف ۱۰ شوال ۱۳۱۷ھ مطابق ۱۹۰۰ء عہد ملکہ وکٹوریہ میں ہوئی۔

اور اپنے آبائی قبرستان میں مدفون ہوئے۔

آقا سید پیر جان قادری رح

نام سید اکبر شاہ بن سید عیسٰی شاہ بن علامہ کبیر سید موسٰی شاہ تھا۔ لقب قطب وقت اور آغا پیر جان صاحب تھا۔ پانچ واسطوں سے سید حسن بادشاہ پشاوری سے نسباً ملتے ہیں۔ جب بڑے ہوئے تو اپنے بڑے بھائی سید غلام صاحب سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت کی۔ اور خلافت حاصل کی۔ اس مسلک کی اشاعت و تبلیغ میں آپ نے ہندوستان کابل اور عرب کے متعدد سفر کئے۔ ولادت ۱۲۰۵ھ میں ہوئی۔ سکھوں کا عہد پایا۔

امیر شیر علی خاں والی کابل سے آپ کے اچھے مراسم تھے۔

جب حج کے لئے براستہ لاہور ممبئی پہنچے۔ تو یہاں آپ کے ساتھ خواجہ اللہ بخش تونسوی بھی شامل ہو گئے۔ اس سفر میں آپ کے داماد سید سکندر شاہ بھی ساتھ تھے۔

وفات ۲۸ جمادی الاول ۱۳۱۵ھ میں بروز سہ شنبہ ہوئی۔ اور پشاور میں اپنی آبائی خانقاہ میں دفن ہوئے۔

میاں محمد بخش قادری رح

نسباً آپ فاروقی تھے اور سلسلۂ نسب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ والد گرامی کا نام میاں شمس الدین قادری تھا۔ اور دادا میاں دین محمد قادری تھے جو حضرت پیرا دمڑی والے کے حلقۂ ارادت میں تھے۔ ولادت آپ کی کھڑی شریف ضلع جہلم میں ہوئی۔ دربار کھڑی شریف کی مسند کافی مدت سے آپ کے خاندان کے تصرف میں تھی۔ حضرت میاں شمس الدین کے تین فرزند تھے

۱۔ میاں بہاول بخش سجادہ نشین۔

۲۔ میاں محمد بخش۔

۳۔ میاں علی بخش۔

آپ کی ولادت ۱۲۴۶ھ مطابق ۱۸۳۰ء میں ہوئی۔ آپ نے بچپن سے ہی علوم ظاہری و

باطنی کی تکمیل کر لی تھی ۔ جب ذرا بڑے ہوئے تو ملک کے بیشتر حصوں میں سیر و سیاحت اور بزرگانِ دین سے فیوض و برکات حاصل کرنے کے لئے چل کھڑے ہوئے ۔ کشمیر بھی گئے ۔ وہاں کے بزرگ شیخ احمد ولی کاشمیری سے بھی فیض حاصل کیا ۔ کشمیر کے جنگلوں میں آپ نے کئی ایک مجاہدے کئے ۔ حضرت پیران پیر سیّد غوث الاعظم کی آپ نے زیارت کی تھی ۔ پھر آپ چکوتری شریف چلے گئے ۔ جہاں دریائے چناب کے کنارے بابا جنگو شاہ سہروردی مجذوب سے ملاقات کی ۔

" سید ھاں " پنجابی مصنفہ نجم حسین سید میں لکھا ہے کہ میاں محمد بخش مصنف سیف الملوک لاہور آئے اور اپنے آباؤ اجداد میں سے مولوی عبداللہ کے مکان میں ٹھہرے یہاں میاں صاحب نے پانچ ماہ قیام کیا اور سیف الملوک کتاب کو مکمل کیا ۔ یہ کتاب آپ نے ۳۲ سال کی عمر میں لکھی اور ایک سال میں مکمل کر لی تھی ۔

تصنیفات میں سے تحفہ میراں ۔ قصہ سوہنی مہینوال ۔ قصہ شیخ صنعان ۔ تحفہ رسولیہ کرامات غوث الاعظم ۔ قصہ مرزا صاحباں ۔ عشق سخی ۔ شیریں فرہاد ۔ نیرنگ شاہ منصور ۔ گلزار فقر تذکرہ مقیمی ۔ ہدایت المسلمین اور سیف الملوک مشہور ہیں ۔

نمونہ کلام :

واہ واہ میراں شاہ شہانداں سیّد دو ہیں جہانیں
غوث الاعظم پیر میراں دا ہے محبوب سبحانی
نانک دادک وتوں اُچا سچا حبوں نسبوں
نبیاں نالوں گھٹ نہ رہیا ہر وصفوں ہر وسبوں
آل نبی اولاد علی دی صورت شکل انھاندی
نام لیاں لکھ پاپ نہ رہندے میل اندر دی جاندی
غوثاں دے سر حضرت میراں قدم مبارک دھریا
جو دربار انہاندے آیا خالی بھانڈا بھریا

وفات میاں محمد بخش کی ۱۳۲۴ھ مطابق ۱۹۰۷ء میں ہوئی ۔ اور کھڑی شریف میں اپنے آبائی

قبرستان میں دفن ہوئے۔

حضرت عبدالوہاب قادری المشہود بہ پیر مانکی شریف

حضرت عبدالغفور اخوند سوات کے خلفاء میں ہیں جنہوں نے شمال مغربی سرحدی صوبہ میں سلسلہ عالیہ قادریہ کو غیر معمولی فروغ بخشا۔ ان میں آپ کا نام گرامی ہمیشہ زندۂ جاوید رہے گا۔ آپ نے احیائے ملّت اور اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر بے شمار مصائب و آلام بھی جھیلے۔

آپ کے آباؤ اجداد موضع اکوڑہ خٹک تحصیل نوشہرہ ضلع پشاور کے رہنے والے تھے لیکن سکھا شاہی کے دور میں آپ کے والد مولانا ضیاء الدین اپنا وطن چھوڑ کر بداش میں آگئے اور اس موضع کی مسجد میں امامت کے فرائض انجام دینے لگے۔ حضرت عبدالوہاب اس وقت آپ کے ساتھ تھے۔ اس کے بعد آپ اور آپ کی اولاد ڈیرہ کٹی خیل میں مقیم ہو گئے۔ اس زمانہ میں آپ نے سلسلہ عالیہ قادریہ میں حضرت عبدالغفور اخوند سے بیعت کر لی۔ ۱۸۶۳ء میں جب انگریزی افواج نے ملاکنڈ اور سوات پر قبضہ کرنے کی نیت سے حملہ کیا تو آپ نے اپنے پیر و مرشد کی طرف سے بہادری کے خاصے جوہر دکھائے۔ جس پر آپ کو خلافت ملی۔

قیام مانکی شریف: چونکہ موضع کٹی خیل میں پانی کی کمی تھی۔ اس لئے آپ اپنے مرشد کی ہدایت پر مانکی شریف مستقل طور پر آباد ہو گئے اور پیر مانکی شریف کہلانے لگے آپ کو مغربی تہذیب سے انتہائی نفرت تھی۔ مجالس میں سادگی آپ کا شعار تھا۔ آپ لاہور بھی تشریف لائے تھے۔

آپ کے پانچ صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ صاحبزادوں کے نام یہ ہیں۔

۱۔ عبدالحق ثانی ؒ۔ ۲۔ عبدالرزاق عرف حاجی گلؒ۔

۳۔ عبدالرحمٰن۔ ۴۔ عبدالقیوم۔

۵۔ عبدالواسع۔

آپ کے بہت سے خلفاء تھے مگر مریدین کی تعداد تو بے شمار تھی۔

آپ کی تصانیف میں احکام المذاہب اور ہدایت الابرار بہت مشہور ہیں۔

وفات اکتوبر ۱۹۰۴ء میں ہوئی۔

مزارِ اقدس مانکی شریف میں زیارت گاہِ خاص و عوام ہے۔ وفات کے بعد آپ کے بڑے صاحب زادے عبدالحق ثانی سجادہ نشین ہوئے۔

پیر فقیر اللہ شاہ قادری نوشاہی

آپ کے والد کا نام پیر احمد شاہ بن پیر فاضل شاہ تھا۔ نوشاہی برقندازی سلسلہ میں اپنے والد صاحب کے مرید و خلیفہ تھے۔ آپ شب و ذیل عبادت الٰہی میں ہر وقت مصروف رہتے روحانی اور جسمانی بیماریوں کے معالج تھے۔ امطرا۔ اور جذام والے آپ کے دم مسیحائی سے شفا پاتے تھے۔ بدّو ملہی سے لاہور تشریف فرما ہوا کرتے تھے۔

وفات: آپ کی وفات سید شرافت نوشاہی نے شریف التواریخ کی تیسری جلد کے چھٹے حصے موسوم بہ صحائف الاسرار میں ۱۳۲۴ھ لکھی ہے۔ مطابق ۱۹۰۶ء۔

مزار اقدس بدّو ملہی ضلع سیالکوٹ میں واقع ہے۔

حضرت مولانا سیّد حافظ محمد شاہ صاحب نیک اختر نوشاہی قدس سرہٗ

ساہن پال شریف ضلع گجرات

آپ عاشقِ ذاتِ خدائے لایزال۔ محبوبِ ایزد متعال۔ مظہرِ انوارِ رحمانی معدنِ صفاتِ ربّانی قطب الاقطاب۔ فرد الاحباب۔ یوسف وجاہت۔ ابراہیم سیرت صاحب خلق و محبت و شوق و ذوق تھے۔

آپ کا نام محمد شاہ۔ القاب شاہ صاحب۔ اور نیک اختر تھے۔ آپ حضرت مولانا سیّد محمد امین مختار السالکین نوشاہیؒ کے فرزندِ مکرم اور مرید و خلیفہ اعظم و سجادہ نشین تھے۔

آپ کی ولادت ۱۲۸۰ھ مطابق ۱۸۶۴ء میں ہوئی۔ آپ نے علوم و ظاہری کی تکمیل اپنے والدِ بزرگوار اور عمِ حقیقی سید محمد شفیع نوشاہیؒ اور مولانا سیّد غلام قادر بن سید عبداللہ نوشاہی سے کی بھ چند سال گاکھڑہ کلاں میں مولانا جمال الدّین حنفی کے پاس رہے۔ اور فقہ و حدیث و

طلب وہاں سے پڑھی آپ کا سلسلۂ تلمذ حضرت مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی تک پہنچتا ہے۔ آپ فاضل متبحر، قرآن مجید کے حافظ تھے۔ آپ کو اٹھائیس علوم وفنون میں مہارت تھی۔

آپ کو پانچ سال کی عمر میں اپنے جدِّ امجد حضرت سید حافظ فلک احمد پاکذات نوشاہِ ثانی نے ذکر کلمہ طیبہ کی تلقین سے نوازا اور آپ کے حق میں بہت بشارتیں فرمائیں۔ بعد ازاں اپنے والد بزرگوار کی بیعت سے سرفراز ہو کر مقاماتِ سلوک تا... بہ کو طے فرمایا۔ اور خلافتِ کبریٰ حاصل کی۔ ان کی وفات کے بعد حضرت سید مکھن شاہ نوشاہی قادری لاہوری کے فیض سے مستفیض ہوئے

آپ ظاہر بشریعت آراستہ اور باطن بطریقت پیراستہ تھے۔ اپنے جدّ امجد کی وراثت میں مقامِ غوثیت پہ فائز ہوئے۔ سب سلسلوں کے درویش آپ کے حضور میں آکر سبق حاصل کرتے تھے۔ آپ کی استعداد بہت بلند تھی۔ خوارق وکرامات اکثر صادر ہوتے تھے

آپ کی سجادگی کے پہلے سال میں ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸۹۲ء میں روضہ اقدس نوشہ گنج بخش کی مرمت ہوئی۔ اور سفیدی کرائی گئی۔

آپ کئی مرتبہ لاہور تشریف لے گئے۔ محلہ شاہ ابوالمعالی میں آپ کے کچھ مرید واحباب رہتے تھے اُن کے ہاں ٹھہرتے۔ درگاہ حضرت شاہ ابوالمعالی اور مزار حضرت داتا گنج بخش کی زیارت سے مشرف ہوا کرتے۔

آپ کے حالات کتاب شریف التواریخ جلد دوم موسوم بہ طبقات النوشاہیہ اور کتاب اذکار نوشاہیہ میں سے لکھے گئے ہیں جو سید ابو ظفر شریف احمد شرافت نوشاہی کی تصنیف سے ہیں۔ نیز شرافت صاحب نے آپ کے حالات میں ایک مستقل کتاب "تذکرہ محمد شاہی" لکھی ہے جو تقریباً ایک ہزار صفحہ کی ضخامت رکھتی ہے۔ آپ کے کراماتِ، مقامات، واقعات بتفصیل بیان کئے ہیں۔

آپ کی تصنیف سے مندرجہ ذیل کتابیں سید شرافت نوشاہی کے کتب خانہ میں موجود ہیں۔

۱۔ روزنامچہ محمد شاہی۔ یہ آپ کا ستر سالہ روزنامچہ ہے۔

۲۔ مکتوباتِ محمد شاہی۔ جمع کردہ سید بشارت نوشاہی مرحوم۔

۳۔ ملفوظات محمد شاہی۔ جمع کردہ اعلیٰ حضرت سید غلام مصطفےٰ نوشاہی مرتبہ سید شرافت۔

۴۔ کتاب الفوائد۔ مرتبہ سید شرافت نوشاہی۔
۵۔ فہرست تفسیر حسینی۔ تین مرتبہ مطالعہ کے بعد آپ نے مرتب فرمائی۔
آپ کے دو صاحبزادے تھے۔
(۱) سید سرور عالم۔ بعمر ہفت روزہ انتقال فرمایا۔
(۲) اعلیٰحضرت مولانا سید غلام مصطفیٰ نوشاہی متوفی ۱۳۸۴ھ مطابق ۱۹۶۵ء۔
آپ کے خواص مریدین یہ تھے۔
(۱) میاں غلام محمد فقیر۔ متوفی ۱۳۳۰ھ متوطن اگرویہ۔ مدفون گاکھڑہ۔
(۲) شیخ عمر شاہ درویش۔ متوفی ۱۳۴۱ھ مدفون کوٹلی لوہاراں۔ ضلع سیالکوٹ۔
(۳) سائیں ماہلے شاہ درویش متوفی ۱۳۶۸ھ مطابق ۱۹۴۸ء۔ مدفون سارنگ۔ ضلع گجرات۔
(۴) سائیں فرمان علی خرکتوی بمتوفی ۱۳۶۹ھ مطابق ۱۹۴۹ء۔ مدفون ساہن پال شریف۔

حضرت سید حافظ محمد شاہ صاحب کی وفات بعمر چھپن سال بائیسویں محرم ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۹۱۸ء میں ہوئی۔ مزار ساہن پال شریف ضلع گجرات میں مقبرہ نوشاہیہ میں ہے۔

امام اہلِ سنّت اعلیحضرت مولانا احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۸۵۶ء بمقام بریلی ہوئی۔ سلسلہ نسب اس طرح ہے۔ مولانا احمد رضا خاں بریلوی بن مولانا نقی علی خاں بن مولانا رضا علی خاں بن حافظ کاظم علی خاں بن محمد اعظم خاں بن سعادت یار خاں بن مولانا سعید اللہ خاں۔ بریلی شہر علاقہ روہیل کھنڈ کا مرکزی مقام ہے۔ آپ نے چار سال کی عمر میں قرآن مجید کی تعلیم سے فراغت حاصل کر لی۔ اور چھ سال کی عمر میں ایک مجمع کثیر کے سامنے ربیع الاوّل کے مہینے میں طلبہ یہ رسالہ میلاد پڑھا۔ ۱۲۸۶ھ تک تمام درسی علوم سے فارغ ہوگئے اور معقول و منقول کی تحصیل اپنے والد گرامی سے کر لی۔ اور اس دن انہوں نے فتویٰ نویسی کا کام آپ کے سپرد کر دیا۔ ۱۲۹۴ھ میں حضرت شاہ آلِ رسول قادری مارہروی سے بیعت ہوئے اور تمام سلسلوں کی اجازت و خلافت حاصل کی۔ ۱۲۹۵ھ میں اپنے والد ماجد کے ساتھ زیارت حرمین الشریفین سے

مشرف ہوئے۔ اور وہاں کے اکابر علماء و فضلاء یعنی سید احمد دہلان مفتی شافعیہ اور عبدالرحمن سراج مفتی فقیہہ سے حدیث۔ فقہ۔ اصول تفسیر اور دوسرے تمام علوم و فنون کی تکمیل کی۔ اور سند حاصل کی۔
ایک دن نماز مغرب مقام ابراہیم علیہ السلام میں ادا کی۔ نماز کے بعد امام شافعیہ حسین بن صالح جمل اللیل بغیر کسی سابقہ تعارف کے ان کا ہاتھ پکڑ کر ان کو اپنے گھر لے گئے۔ دیر تک ان کی پیشانی کو تھامے رہے اور فرمایا نُوْرَ اللّٰہِ مِنْ هٰذَا الْجَبِیْن (بیشک میں اس پیشانی سے اللہ کا نور دیکھتا ہوں) اس کے بعد صحاح ستہ کی سند اور سلسلہ عالیہ قادریہ کی اجازت اپنے دستخط خاص سے مرحمت فرمائی۔ بریلی شہر صرف آپ کی وجہ سے ہی اکناف و اطراف دنیا میں مشہور ہوا مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی کئی دفعہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔

مولانا سعید اللہ خاں جو آپ کے اجداد میں سے تھے۔ عہد حکومت مغلیہ میں قندھار سے لاہور تشریف لائے۔ لاہور کا شیش محل انہی کی جاگیر تھا۔ پھر لاہور سے دہلی تشریف لے گئے۔ اس وقت آپ شش ہزاری تھے اور خطاب شجاعت جنگ ملا۔

ورودِ لاہور: مجھے سید ابوالبرکات قادری نے بتایا ہے کہ آپ لاہور تشریف لائے تھے۔ اور کئی دوسرے معتبر حضرات نے اس کی تصدیق کی ہے۔ مفتی اعجاز ولی خاں نے مؤلف کتاب کو بتایا کہ ان سے شیخ محمد دین ٹھیکیدار مل روڈ لاہور نے بتایا کہ جب اعلیحضرت بریلوی لاہور جامعہ نعمانیہ کے ایک اجلاس میں دستار بندی کے لئے تشریف لائے تھے تو شیخ صاحب موصوف نے اعلیحضرت کے پیچھے نماز عصر ادا کی تھی۔ اس کے علاوہ حیاتِ اعلیحضرت میں مولانا ظفر الدین لکھتے ہیں کہ اعلیحضرت جب لاہور انجمن نعمانیہ کے اجلاس میں شرکت کے لئے لاہور تشریف لائے تھے تو مدرسہ ہذا کے منتظمین نے ایک مدرس کی خدمات آپ سے طلب کیں تو آپ نے فرمایا کہ وہ بریلی واپس جاکر ایک مدرس لاہور بھیجیں گے۔ چنانچہ اعلیحضرت نے واپس بریلی جاکر مولانا ظفر الدین کو لاہور میں بھیجا اور وہ کچھ عرصہ جامعہ نعمانیہ میں بطور مدرس کے کام کرتے رہے۔
آپ اپنے وقت کے زبردست عالم عارف مصنف اور فقیہ تھے۔ اور اس صدی کے مجدد تھے۔ متداول علوم عربیہ ادبیہ میں ماہر کامل فنون عقلیہ و نقلیہ میں ایجاد و اجتہاد پر فائز تھے۔ نعت گوئی میں آپ کا مرتبہ کرامت علی شہیدی۔ محسن کاکوروی۔ بیدل رامپور۔ امیر مینائی۔ حسرت موہانی

ظفر علی خاں سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ مفکرِ پاکستان علامہ اقبال قادریؒ نے علی گڑھ میں فرمایا تھا کہ۔ مولانا بریلوی جیسا طباع اور ذہین فقیہہ کم ہی نظر آتا ہے۔ ان کے فتاوی ان کے ذہانت۔ فطانت اور جودت طبع کے شاہد عادل ہیں (فاضل بریلوی اور ترک موالات)۔ آپ کے تبحر علمی کو نہ صرف علمائے ہندوستان بلکہ عرب و عجم خصوصاً مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے مفتیان مذاہب اربعہ بھی تسلیم کرتے ہیں

تصنیفات : آپ نے ساری عمر تصنیف و تالیف کا سلسلہ جاری رکھا۔ کنزالایمان کے نام سے آپ نے قرآن مجید کا ترجمہ لکھا۔ یہ ترجمہ دیگر تمام تراجم سے ممتاز اور منفرد حیثیت کا حامل ہے۔ تراجم سرسید احمد خاں۔ میرزا حیرت دہلوی۔ مولوی فتح محمد خاں جالندھری۔ ڈپٹی نذیر احمد دہلوی۔ مولوی اشرف علی تھانوی۔ شیخ محمود حسن دیوبندی اور مولانا مودودی اس کے مقابل میں کسی گنتی میں نہیں ہیں۔ یہ ترجمہ تفاسیر معتبرہ قدیمہ کے مطابق ہے۔ زبان کی روانی اور سلاست میں بے مثل ہے عوامی لغات اور بازاری زبان سے یکسر پاک ہے۔ حضرات انبیاء کی عظمت و حرمت کا محافظ و نگہبان ہے۔ قرآن مجید کے مخصوص محاوروں کی نشاندہی کرتا ہے

آپ کے خاص فقہی مسائل میں فتاویٰ رضویہ بارہ جلدوں میں بارہ ہزار صفحات پر مشتمل ہے کم وبیش ایک ہزار تصانیف آپ کی یادگار ہیں۔ جو پچاس علوم وفنون پر حاوی ہیں۔ علم تفسیر علم حدیث علم فقہ۔ علم کلام و عقائد تصوّف و اذکار۔ تجوید۔ تاریخ۔ سیر۔ مناقب ادب۔ نحو۔ لُغت۔ عروض علم جبر و مقابلہ۔ نجوم و حساب۔ فلسفہ و منطق وغیرہ سبھی علوم پر آپ کا ذخیرہ کتب موجود ہے۔

فہرست خلفائے کرام اور ارشد تلامذہ

آپ کے بے شمار خلفاء تھے جن میں سے چند ایک کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

(۱) مولانا عبدالعلیم قادری صدیقی میرٹھیؒ (والد ماجد مولانا شاہ احمد نورانی)

(۲) مولانا ضیاء الدین قادری رضوی مدنیؒ

(۳) حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلویؒ۔

(۴) مولانا امجد علیؒ صاحب بہار شریعت۔

(۵) صدرالافاضل مفتی نعیم الدینؒ مراد آبادی

(۶) مولانا دیدار علی شاہ الوریؒ (لاہوری)

۷۔ مولانا محمد حشمت علی لکھنویؒ۔

۸۔ محدثِ اعظم ہند مولانا سید محمد جیلانی کچھوچھویؒ

۹۔ مولانا نواب سلطان احمد خاں بریلویؒ

۱۰۔ مولانا حسن رضا خاںؒ برادر اوسط اعلیحضرتؒ

۱۱۔ مولانا محمد رضا خاںؒ برادر خورد اعلیحضرتؒ۔

(۱۲) مفتی اعظم ہند مولانا مصطفٰے رضا خاں بریلویؒ

(۱۳) مولانا ابو محمد امام الدین کوٹلی لوہاراںؒ سیالکوٹ پنجاب۔

(۱۴) مولانا احمد اشرف اشرفی جیلانی کچھوچھویؒ۔

(۱۵) مولانا محمد شریف کوٹلی لوہاراںؒ ضلع سیالکوٹ۔

(۱۶) مولانا ابوالبرکات سیّد احمد قادری لاہوری۔

(۱۷) مولانا احمد حسین خان امروہویؒ۔

آپ کا نعتیہ کلام:

واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا
"نہیں" سُنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

دھارے چلتے ہیں عطا کے وہ ہے قطرہ تیرا
تارے کھلتے ہیں سخا کے وہ ہے ذرّہ تیرا

مَیں تو مالک ہی کہونگا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

تیری سرکار میں لاتا ہے رضؔا اس کو شفیع
جو میرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا — اُونچے اُونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا

ابنِ زہرا کو مبارک ہو عروسِ قدرت — قادری پائیں تصدّق مرے دُولھا تیرا

بندۂ قادر کا بھی قادر بھی ہے عبدالقادر — سرِّ باطن بھی ہے ظاہر بھی ہے عبدالقادر
قطب ابدال بھی ہے محور ارشاد بھی ہے — مرکزِ دائرہ سرّ بھی ہے عبدالقادر
مفتیٔ شرع بھی ہے قاضیٔ ملت بھی ہے — علمِ اسرار سے ماہر بھی ہے عبدالقادر

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی — سب سے بالا و والا ہمارا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اپنے مولیٰ کا پیارا ہمارا نبی — دونوں عالم کا دولہا ہمارا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
بجھ گئیں جس کے آگے سبھی مشعلیں — شمع وہ لے کر آیا ہمارا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
غمزدوں کو رضا مژدہ دیجے کہ ہے — بیکسوں کا سہارا ہمارا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام — شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا — اُس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام
جس کے سجدے کو محرابِ کعبہ جھکی — اُن بھووں کی لطافت پہ لاکھوں سلام
ہاتھ جس سمت اٹھا غنی کر دیا — موجِ بحرِ سخاوت پہ لاکھوں سلام

رباعی

در حشر گہ جناب عبدالقادر
چوں نشر کنی کتاب عبدالقادر
از قادریاں مجو جداگانہ حساب
مدے شمر از حساب عبدالقادر

اولاد: آپ کے دو صاحبزادے تھے۔

(۱) حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ
(۲) مولانا مصطفیٰ رضا خاں مفتی اعظم ہند مدظلہٗ

وفات: آپ کا وصال ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۹۲۱ء عہدِ انگریزی حکومت میں ہوا۔ مزار پُرانوار بریلی شریف (ہندوستان) میں بنا۔ نماز جنازہ آپ کے صاحبزادے مولانا شاہ حامد رضا خاں نے پڑھائی۔ "شیخ الاسلام والمسلمین" مادۂ وفات ہے۔

آپ کے یومِ وفات پر بریلی شریف میں آپ کا عرس مبارک ہوتا ہے اور لاہور میں مرکزی مجلسِ رضا (لاہور) کے زیرِ اہتمام جامع مسجد نوری بالمقابل ریلوے اسٹیشن۔ لاہور آپ کا یوم نہایت تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔

سیّد احمد اشرفی جیلانی کچھوچھوی قادری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے والد گرامی کا نام سید علی حسین شاہ اشرفی تھا۔ نہایت شکیل و وجیہہ تھے۔

ولادت ۱۲۸۶ھ مطابق ۱۸۶۹ء بروز جمعہ ۱۴ شوال کو ہوئی۔ ابتدائی تعلیم و تربیت اساتذہ کچھوچھہ سے حاصل کی۔ مفتی لطف اللہ علی گڑھی سے درسیات کی تکمیل کی۔ عالم رؤیا میں آنحضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی دستار بندی فرمائی۔

بیعت: اعلیحضرت احمد رضا خاں بریلوی کے اجلّہ تلامذہ میں تھے اور انہیں سے فیوض و برکات حاصل کئے۔

اعلیحضرت کے قصیدہ معراجیہ کے شارح تھے۔ برس ہا برس جامعہ اشرفیہ روح آباد شریف میں مسندِ درس پر فائز رہے۔ لاکھوں کا حلقۂ ارادت تھا۔ وعظ نہایت پُرتاثیر ہوتا تھا۔ لاہور کی حاضری دی تھی۔

وفات ۱۳۴۴ھ مطابق ۱۹۲۵ء میں ہوئی۔ اس وقت آپ کے والد گرامی حیات تھے۔ وصال بمرض طاعون ہوا۔ شاہ محمد مختار اشرف آپ کے بڑے صاحبزادے آپ کے بعد سجادہ نشین ہوئے

حافظ غلام قادر شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت باسعادت جالندھر محلہ خرادیاں میں ۱۸۴۲ء میں ہوئی۔ حافظ غلام رسول جالندھری سے سات برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا جب ذرا بڑے ہوئے تو سلسلہ عالیہ قادریہ

میں حضرت غلام محی الدّین خاں المعروف پیر قادری سے بیعت کی۔ ملٹری ہیڈ کوارٹرز شملہ میں ملازم تھے۔ وہاں سے پنشن لے کر ملازمت سے سبکدوش ہوئے۔ مولانا غلام قادر گرامی آپ کی مجلس میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ شجرہ بیعت اس طرح ہے۔ آپ نے حضرت غلام محی الدّین خاں پیر قادری سے بیعت کی۔ انہوں نے حضرت نور احمد عرف سائیں منگہ شاہ سے۔ انہوں نے قلندر عبدالرّسول شاہ سے۔ انہوں نے شاہ غلام غوث بٹالوی سے انہوں نے حضرت غلام قادر شاہ بٹالوی سے۔ انہوں نے حضرت شاہ فاضل الدّین قادری بٹالوی سے۔

آپ نہایت حلیم الطبع۔ دنیاوی معاملات میں محتاط تھے۔ ہر ایک سے خوش خلقی اور خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے۔ اپنے وقت کے غوث اور قطب مدار تھے۔ سوانح حیات حافظ غلام قادر شاہ میں ملتا ہے کہ ابدال۔ رجال الغیب جو دنیا میں مختلف حصّوں میں موجود ہیں اور مختلف کاموں میں مامور ہیں۔ حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔

آپ کے خلفاء میں حضرت بابا محمد حسین خاں قادری المتوفی ۱۹۱۲ء بہت مشہور ہیں۔ جن کا مزار شملہ میں ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی آپ کے کئی خلفاء تھے۔

حافظ غلام قادر شاہ صاحب لاہور بھی تشریف لاتے تھے۔ راجہ ہرنام سنگھ مہاراجہ کپور تھلہ کا چھوٹا بھائی جب گورنمنٹ پنجاب کے زیرِ عتاب آیا تو آپ کی دعا و برکت سے ہی وہ اس عتاب سے محفوظ ہوا۔

آپ کا وصال جالندھر میں ۵ ربیع الاوّل ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۲ ستمبر ۱۹۲۶ء بوقت پیر بعمر ۸۳ سال ہوا۔ آپ کے بعد میاں شمس الحق قادری آپ کے فرزند سجادہ نشین ہوئے۔ جن کی پیدائش ۱۸۸۲ء میں بمقام شملہ ہوئی تھی۔ قیامِ پاکستان کے بعد ان کی وفات گوجرانوالہ میں ہوئی اور وہیں دفن ہوئے۔ یہ واقعہ ۱۹۴۸ء کا ہے۔

حضرت حافظ محمد عبداللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ

آپ اپنے چچا محترم حافظ محمد صدیق بانی بھرچونڈی شریف کے صحیح جانشین تھے۔ ولادت ۱۲۸۳ھ بمطابق ۱۸۶۶ء میں ہوئی۔ قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد درس نظامی بیس سال کی عمر میں

مکمل کر لیا۔ آپ کے والدِ گرامی کا نام قاضی اللہ بخش تھا۔ جو شیخِ اعظم حافظ محمد صدیق کے برادرِ خورد تھے۔ مزامیر کے سختی سے مخالف تھے اور اسے دین و ایمان میں رخنہ تصور فرماتے۔ حضور سیدنا غوث الاعظم کے عرس کا باقاعدہ اہتمام فرماتے اور اس موقعہ پر بہترین پوشاک کسی درویش یا عالم کو دیتے۔ مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ کی زیارت کی۔ آپ کی محفل میں مسائلِ علمیہ و تصوف کا ایک حسین امتزاج ہوتا تھا۔ اکثر فرمایا کرتے۔ آج کل کے ملا حرام کھاتے ہیں اور یا خانہ حلال پھرتے ہیں نیا کپڑا جب تک دھلوایا نہ جاتا نماز پڑھانے کے قابل نہ سمجھا جاتا۔ سیر و سیاحت کے سلسلہ میں لاہور تشریف لائے تھے۔

تحریک خلافت کے زمانہ میں آپ نے سندھ کو دارالحرب قرار دینے کی مخالفت کی۔ اور برِ صغیر پاک و ہند کے بیشتر علماء سے اس کے متعلق فتاویٰ حاصل کئے۔ جن میں حضرت شاہ احمد رضا خاں بریلوی کا فتویٰ بھی شامل ہے۔ اس لئے بے شمار لوگ نقل مکانی سے بچ گئے۔

وفات آپ کی ۲۵ رجب ۱۳۴۶ھ مطابق ۱۹۲۷ء میں ہوئی۔ اور اپنے خاندانی قبرستان واقع بھر چونڈی شریف علاقہ سندھ میں دفن ہوئے۔

حضرت قاضی سلطان محمود قادری رح

آباؤ اجداد: والد ماجد کا اسم گرامی حضرت غلام غوث تھا۔ جن کا شجرہ نسب اسطرح ہے۔ حضرت غلام غوث بن حضرت غلام مصطفیٰ بن حضرت غلام محمد بن حضرت حافظ محمد محفوظ بن حضرت محمد جمیل بن حافظ محمد جمال۔ حضرت غلام غوث تمام علوم مروجہ میں متبحر کامل تھے۔ خطِ نسخ و نستعلیق دونوں میں شگفتہ تھے۔ عنفوانِ شباب میں قصیدہ بردہ شریف اور دلائل الخیرات وغیرہ کا شغل رہا۔

وفات ۱۳۰۲ھ مطابق ۱۸۸۴ء میں بمقام آوان شریف ہوئی اور وہاں ہی دفن ہوئے۔

ولادت و تعلیم و تربیت: ولادت آپ کی آوان شریف میں ہوئی۔ جو گجرات سے بائیس میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ پہلے اس قصبہ کا نام محمد پور آوان تھا۔ سن ولادت ۱۲۵۶ھ مطابق ۱۸۴۰ء ہے۔ تکمیلِ علوم کے لئے گجرات۔ کھاریاں۔ جہلم۔ پشاور۔ کیمبل پور وغیرہ جگہوں پر گئے اور پچیس ۲۵ سال کی عمر تک تمام علوم پر حاوی ہو گئے۔ آوان شریف میں آپ کا ایک بہت بڑا کتب خانہ تھا جس

سے طالبان دین استفادہ کرتے تھے۔ سلسلہ بیعت اس طرح ہے قاضی سلطان محمود مرید حضرت عبدالغفور اخوند صاحب کے۔ وہ محمد شعیب قادری کے۔ وہ حافظ محمد زاہد کے۔ وہ محمد صدیق قادری کے۔ وہ جنید پشاوری کے۔ وہ احمد ملتانی کے۔ وہ شاہ عالم دہلوی کے۔ وہ شاہ منور علی کے وہ شاہ دولا کبیرالدین کے۔ وہ محبوب سبحانی سید عبدالقادر جیلانیؒ کے۔

بیعت: آپ نے قادری سلسلہ میں حضرت اخوند صاحب قادری سے بیعت فرمائی تھی۔ جن کا قیام سیدو شریف ریاست سوات میں تھا۔ پیر و مرشد کی حاضری کو عین ایمان سمجھتے تھے۔ آپ نے اس دربار میں دس حاضریاں دی تھیں۔ حضرت اخوند صاحب نے آپ سے دو چلّے کرائے تھے۔ ایک چالیس روز کا اور ایک دس روز کا۔ حضرت اخوند صاحب کی وفات ۱۲۹۵ھ میں سیدو شریف میں ہوئی تھی۔

لاہور میں آمد: جب آپ ملتان تشریف لے گئے تو راستہ میں شب لاہور میں ٹھہرے۔ اور حضرت داتا گنج بخشؒ کے مزار منور پر قیام کیا۔ آپ نے ایک دفعہ مولوی عبدالقادر لاہوری کو خط لکھا کہ حضرت داتا گنج بخش علی بن عثمان ہجویریؒ کے حضور جب جاؤ تو قلب حاضر کے ساتھ جاؤ۔ اور دو چار ڈول پانی کھینچ لیا کرو۔ مؤلف کتاب فیوضات غوثیہ میں لکھتا ہے کہ حضرت قاضی صاحب نے حضرت داتا گنج بخشؒ لاہوری کے مزار گوہر بار پر حاضری دی اور رات کو وہاں قیام فرمایا۔ سنا ہے کہ ایک موقعہ پر لوگوں نے حضرت کو مجبور کر کے حضور داتا صاحبؒ کی مسجد میں وعظ کہنے کے لئے منبر پر کھڑا کر دیا۔ حضور کچھ خاموش رہے پھر فرمایا۔ کہ بھائیو۔ پڑھا تو بہت کچھ تھا مگر بھول چکا ہوں۔ بس اتنا کہنا تھا کہ لوگوں پر رقت طاری ہو گئی۔ اور حاضرین نے رونا شروع کر دیا۔

اخلاق عالیہ: آپ کا لباس نہایت سادہ ہوتا تھا۔ تصنع آپ کو قطعاً پسند نہ تھا۔ رسم و رواج کے پابند نہ تھے۔ لوگوں کا کثرت سے آنا جانا ناپسند فرماتے۔ شہرت سے نفرت تھی۔ اور نہ ہی بڑے آدمیوں سے ملنا پسند فرماتے۔ عموماً آپ نذرانہ قبول نہ فرماتے تھے۔ مگر ہدیہ قبول فرما لیتے۔ چھوٹوں پر شفقت فرماتے۔ اتباع نبوی کے نشہ میں ہمہ تن مخمور اور شریعت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے ہمہ تن معمور تھے۔ بلا تفریق مذہب و ملت ہر شخص سے مروت سے پیش آتے۔ اہل خانقاہ۔ درویشوں اور خاندان مشائخ کا نہایت احترام فرماتے۔ طبیعت میں تحمل کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔

خلفائے عظام

۱۔ صاحبزادہ محبوب عالم حقیقی بھتیجا حضرت قاضی صاحب سجادہ نشین۔
۲۔ مولوی عبدالرحمٰن قادری ساکن پنڈی سرہال ضلع کیمبل پور اٹک۔
۳۔ مستری احمد بخش قادری۔ راولپنڈی۔
۴۔ ماسٹر اللہ بخش المتوفی پشاور۔
۵۔ مولوی سراج دین قادری لاہوری اولاد شاہ عنایت قادری لاہوری۔
۶۔ حافظ عبداللہ شاہ گجراتی۔
۷۔ ملّا نیاز الدین تیراہی المتوفی ضلع ہزارہ۔
۸۔ سائیں چپ شاہ المتوفی ضلع ہزارہ۔
۹۔ پیر شیر شاہ پنڈی میانی ضلع گجرات۔
۱۰۔ حضرت سید محمد شاہ قادری ضلع گجرات۔

آپ کے مدّاحین

۱۔ مولانا نبی بخش حلوائی لاہوری۔
۲۔ میاں محمد بخش مصنّف سیف الملوک۔
۳۔ پیر جماعت علی شاہ علی پور سیداں۔

دیگر بیعت شدہ حضرات

۱۔ نواب فخر یار جنگ فنانشل منسٹر نظام حیدر آباد دکن۔

وصال: ساٹھ سال کی عمر میں بیماریوں نے آپ کے جسم کو لاغر اور کمزور کر دیا تھا۔ آخری عمر میں رعشہ بھی ہوگیا تھا۔ وفات سے تین سال قبل آپ آپنے مکان سے گاؤں کے دائرہ (چوپال) میں منتقل ہو گئے تھے۔ اور آخری وقت تک وہاں ہی رہے۔ کیونکہ وہاں ہی آپ کے آباؤ اجداد کی قبور تھیں۔ یہاں آپ کی وفات یکم شعبان ۱۳۳۷ھ مطابق ۲؍ مئی ۱۹۱۹ء میں بروز جمعہ ہوئی۔ تاریخ وصال "قبلہ، سلطان محمود" اور کلُّ نفسٍ ذائقۃ الموت"، سے نکالی گئی ہے۔

۱۹۱۹ء ۱۳۳۷ھ

آپ کے خلیفہ حضرت ملا نیاز الدین تیراہی نے غسل دیا اور نماز جنازہ پڑھائی۔ مرقد منور اکوان شریف ضلع گجرات میں ہے۔

تصانیف و مکتوبات:

آپ بالعموم فارسی میں خطوط لکھا کرتے تھے۔ ان خطوط کا نمونہ آپ کتاب "مقامات محمود" میں مطالعہ کر سکتے ہیں۔ جو کہ آپ نے وقتاً فوقتاً مختلف حضرات کو تحریر کئے تھے۔

حضرت شیخ ابراہیم الجیلانی بغدادی رح

آنجناب حضرت غوث الاعظم بغدادی کی اولاد سے تھے اور بغدادی کی گدی کے سجادہ نشین جب آپ لاہور تشریف لائے تھے تو آپ نے مزنگ میں ایک امیر آدمی کے ہاں قیام فرمایا تھا اسی جگہ حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری آپ سے ملے تھے۔ چنانچہ ان دونوں بزرگان کی آپس میں مذہبی گفتگو ہوئی۔ جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ حضرت میاں صاحب شرقپوری کا بھی مقام بہت بلند ہے۔ بعد میں حضرت شیخ ابراہیم الجیلانی جب ہندوستان گئے تو وہاں بمبئی میں ان کا وصال ہو گیا تھا۔ وصال ۱۹۳۰ء میں ہوا۔

آپ ہی کے خاندان سے ایک بزرگ آج کل پاکستان میں مقیم ہیں۔ "اخبارِ جہاں" کراچی ۲۳ مئی ۱۹۷۰ء ان کے متعلق یوں لکھتا ہے۔

چمن قادریت کے گلِ شاداب

پاکستان میں سابق سفیر عراق السید عبدالقادر الگیلانی مدظلہ کی ذاتِ گرامی چمن قادریت کے عطر بیز گلِ شاداب کی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کی فضا کو خصوصیت کے ساتھ کراچی کی قادریت کی خوشبو سے زیادہ معطر بنانے میں موصوف کی ذات والا صفات کو بڑا درجہ حاصل ہے اور کیوں نہ ہو وہ چشم و چراغ غوثیت ہیں۔ لہٰذا یہ کام انہی کا تھا۔ جولائی ۱۹۴۸ء میں وہ مملکت عراق کے سفیر و کبیر کی حیثیت سے پاکستان تشریف لائے تھے لیکن اب محسوس ہوتا ہے کہ ان کے مورثِ اعلیٰ شیخ

بغداد بھی کے یہ ہم نام ہی ہیں۔ انہوں نے پاکستان میں اپنے سلسلے کی سفارت بھی ان ہی کے سپرد فرمائی اور موصوف نے یہ دونوں فرائض جس خوش اسلوبی سے انجام دیئے۔ اس کو عراق اور پاکستان دونوں ممالک کے عوام وخواص خوب جانتے ہیں۔ مارچ ۱۹۶۲ء میں آپ سفارت کے عہدے سے سبکدوش ہو کر عراق واپس جانے لگے تو اہلِ پاکستان کی محبت نے ان کے قدم پکڑ لیئے۔ آپکا اصل کام ٹوٹے ہوئے دِلوں کو جوڑنا ہی تو ہے پھر بھلا آپ پاکستانیوں اور خاص طور پہ اپنے حلقہ بگوشوں کے دلوں کو توڑ کر کس طرح جا سکتے تھے۔ آپ کے دم سے کراچی جیسے معروف اور کاروباری شہر میں بڑی روحانی آسودگی پائی جاتی ہے۔ آپ کی ملاقات سے ایک عجیب روحانی مسرت حاصل ہوتی ہے۔ آپ کی زندگی میں شیخ بغداد کی سیرت وکردار کا عکس دکھائی دیتا ہے اور یہ کوئی حیرت یا تعجب کی بات ہو بھی نہیں۔ کیونکہ آپ غوث الاعظم کی سولھویں پشت کی شمع رُوشن ہیں۔ آپ کئی دفعہ مدینۃ الاولیاء لاہور تشریف لائے ہیں۔

ایک دوسری معروف ہستی حضرت سید آلِ الگیلانی السید الشریف طاہر علاؤ الدین گیلانی النقیب قادری بغدادی کی ہے جو اس وقت شارع گیلانی۔ دربار غوثیہ۔ کوئٹہ میں حضور غوث الاعظم کے فرمودات وتعلیمات کی شمع روشن کئے ہوئے ہیں۔

مولانا عبدالماجد بدایونی قادری رح

آپ بدایوں کے مشہور عثمانی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ ولادت ۱۳۰۴ھ مطابق ۱۸۸۶ء میں ہوئی۔ بڑے بڑے اساتذہ فن سے تعلیم حاصل کی۔ قیام دہلی میں حکیم اجمل خاں سے بھی طب میں تکمیل کی۔

سیاست میں بھی پورا حصّہ لیا۔ حکیم اجمل خاں۔ پنڈت موتی لال نہرو۔ مولانا محمد علی جوہر اور مسٹر گاندھی کے ساتھ پورے ہندوستان کا دَورہ کامل آزادی حاصل کرنے کے لئے کیا۔ لاہور بھی تشریف لائے تھے۔

قادیانیوں۔ عیسائیوں۔ آریوں اور غیر مقلدوں سے آپ نے بہت سے مناظرے کئے اور اُن کو سر مقام پر شکستِ فاش دی۔ نہایت ولولہ انگیز خطیب تھے۔

اپنے پیر و مرشد مولانا شاہ عبدالمقتدر بدایونی کی معیت میں بغدادِ مقدس کا سفر کیا۔ راجہ صاحب سلیم پور۔ نواب سر حافظ احمد سعید خاں چھتاری اور لارڈ مسٹن گورنر صوبہ یو۔پی۔ آپ کی علمیت کے بہت قائل تھے۔

وفات ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۹۳۱ء میں ہوئی۔

مزار مقدس بدایون میں ہے۔ نماز جنازہ شیخ الاسلام شاہ عبدالقدیر بدایونی نے پڑھائی۔

حضرت قاری حافظ شاہ محمد سلیمان پھلواروی قادری چشتی رح

آپ کی ولادت موضع پھلواری نزد عظیم آباد پٹنہ کی قدیم اور ایک معمولی سی بستی میں ۱۸۵۹ء میں ہوئی۔ والد گرامی کا نام محمد داؤد اور دادا کا نام مبارک شاہ محمد محبوب عالم قادری تھا۔ ابتدائی تعلیم گھر سے ہی حاصل کی اور پھر لکھنؤ میں مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی۔ سہارن پور میں مولانا احمد علی محدث اور دہلی میں سید نذیر حسین محدث مونگیری وغیرہ ہر سہ سرچشموں سے فیض حاصل کیا۔ سلسلہ قادریہ میں شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادی آبادی سے خلافت حاصل کی۔

ورودِ لاہور: آپ انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ اجلاس میں شریک ہوا کرتے تھے۔

ایک دفعہ مولانا محمد سلیمان منصور پوری مصنف رحمۃ اللعالمین۔ مولانا سید سلیمان ندوی۔ مولانا سلیمان اشرف خلیفہ اعلیحضرت اور آپ یعنی چاروں سلیمان پھلواری شریف میں اکٹھے ہوئے۔ تو آپس میں بات چیت کے درمیان آپ نے فرمایا کہ میں ہی صرف سلیمان بن داؤد ہوں جس سے محفل زعفران زار بن گئی۔

۱۹۳۸ء میں جب میں پھلواری شریف گیا۔ تو آپ کی خانقاہ میں حاضر ہوا اور آپ اور آپ کے بزرگان کے مزارات پہ حاضری دی تھی۔

آپ کے مکتوبات ۱۹۶۹ء میں کراچی سے بنام شمس المعارف شائع ہوئے ہیں۔

وفات ۱۹۳۵ء میں ہوئی۔

مزار اقدس پھلواری شریف نزد پٹنہ صوبہ بہار میں واقع ہے۔

حضرت شاہ علی حسین اشرفی قادری رح

اسم گرامی سید علی حسین۔ کنیت ابو احمد۔ لقب خاندانی شاہ پیرا در اعلیحضرت۔ خطاب سجادہ نشین سرکار کلاں اور تخلص اشرفی تھا۔ سلسلہ نسب کئی واسطوں سے حضرت غوث الاعظم عبدالقادر جیلانی سے جا ملتا ہے۔

آپ ۲۲ ربیع الثانی ۱۲۶۶ھ مطابق ۱۸۴۵ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مولانا گل محمد صاحب خلیل آبادی سے حاصل کی۔ پھر مولوی امانت علی کچھوچھوی۔ مولوی سلامت علی گھور کھپوری اور مولوی قادر بخش کچھوچھوی سے حاصل کی۔ ۱۲۸۲ھ مطابق ۱۸۶۵ء میں اپنے برادر کلاں شاہ ابو محمد سے بیعت کی۔ ۱۲۸۵ھ مطابق ۱۸۶۸ء میں آپ کی شادی حمایت اشرف کی صاحبزادی سے ہوئی۔ ۱۲۹۰ھ مطابق ۱۸۷۳ء میں آپ نے آستانہ اشرفیہ پر ایک سال چلہ کشی کی۔ اس کے علاوہ آپ نے حضرت سید عبدالقدیر خلیفہ سید شاہ علی سجادہ نشین بغداد شریف سے بھی اکتساب فیض کیا۔

ورود لاہور : اعلیحضرت متعدد بار لاہور آئے۔ آخری بار ۱۹۳۵ء میں تشریف لائے۔ اقامت بیشتر اوقات انجمن حزب الاحناف کے صدر دفتر واقع مسجد مولوی دیدار علی اندرون دہلی دروازہ میں ہوتی۔ کبھی کبھی نماز جمعہ مسجد ملحقہ دربار داتا گنج بخش میں ادا کرتے۔ اس دوران آپ نے ایک دفعہ نماز جمعہ کے بعد فرمایا۔ کہ میں نہ مفتی ہوں۔ نہ مقرر اور نہ واعظ۔ ایک فقیر ہوں لیکن حضور غوث پاک کا پوتا۔ آخر میں مزار گنج بخش کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ لوگو۔ گنج بخش کی گواہی میں یہ کہتا ہوں کہ جس شخص نے روز قیامت حضور غوث پاک کے جھنڈے تلے اٹھنا ہے وہ اس فقیر سے بیعت کرے۔ یہ کہہ کر اعلیحضرت نے اپنا رومال آگے بڑھادیا۔ لوگوں نے داتا دربار ہی میں رومال سے پگڑیاں باندھ باندھ کر ایک سلسلہ بنا دیا جسے دونوں ہاتھوں سے تھام کر سینکڑوں لوگ سعادت بیعت سے مشرف ہوئے۔

کبھی کبھی قیام لاہور میں ڈاکٹر سید دلاور علی شاہ چونا منڈی لاہور کے مکان پر بھی قیام فرماتے۔

حج بیت اللہ : ۱۲۹۷ھ مطابق ۱۸۷۹ء میں آپ سجادہ نشینی پر متمکن ہوئے۔ چار بار حج بیت اللہ کیا۔ پہلی بار ۱۸۷۷ء میں۔ دوسرا ۱۹۰۵ء میں تیسرا ۱۹۲۰ء میں اور چوتھا ۱۹۲۳ء میں۔

خُلفاء

۱۔ حضرت سید آل حسن حضرت میاں صاحب سجادہ نشین۔

۲۔ صدر الافاضل مولانا مفتی نعیم الدین مراد آبادی۔

۳۔ ابو المحامد سید محمد محدث کچھوچھوی۔

۴۔ ڈاکٹر غلام بھیک نیرنگ۔

۵۔ مولانا ابُو الحسنات قادری لاہوری۔

۶۔ مفتی ابو البرکات قادری لاہوری۔

۷۔ مولانا عارف اللہ۔

کلام:

آپ گاہے بگاہے اُردو فارسی اور ہندی اشعار بھی کہتے تھے۔ لیکن یہ اشعار آپ کے مسلک کے مطابق روحانیت میں ڈوبے ہوئے ہوتے تھے۔ آپ کا پورا کلام عارفانہ ہے یہ کلام "تحائف اشرفی" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

وفات آپ کی ۱۳۵۵ھ مطابق ۱۹۳۶ء میں ہوئی۔

حضرت پیر غلام قادر شاہ قادری نوشاہی رح

اسم مبارک صاحبزادہ غلام قادر شاہ انصاری قادری نوشاہی برقندازی جالندھری ہے آپ کے والد کا نام پیر محمد شاہ بن میاں غلام محی الدین بن مولانا محمد اعظم انصاری تھا۔ جالندھر کے معزز رؤسا۔ اور اکابرین شہر سے تھے تعلیم مولانا خلیفہ محمد ابراہیم جالندھری سے پائی۔ شیخ غلام قادر گرامی کے ہم سبق تھے۔

بیعت۔ شیخ شیر شاہ المعروف قادر شاہ نوشاہی برقندازی لاہوری سے تھی۔ اُن کی ملاقات کے واسطے کئی مرتبہ لاہور آئے۔ اور کئی مرتبہ مفتی غلام سرور لاہوری سے بھی ملاقات کی۔

آپ کے اشعار بہت اچھے ہوتے۔ تخلص آثر تھا۔

تصنیفات: ۱۔ اشارات الشفا۔ ۲۔ انوار القادریہ الملقب ریاض النوشاہیہ۔

۳۔ مثنوی چنان چنیں ۴۔ آئینہ عرفان۔
۵۔ گلدستہ نوشاہی۔ ۶۔ دیوانِ اثر۔

آپ نے "دیوان اثر" مناقبات دستگیر ۱۳۰۲ھ مطابق ۱۸۸۵ء میں تحریر کیا ہے۔
نمونہ کلام اس طرح ہے۔

فدا ہوں دِل سے اپنے طالع مسعود خرم کا
کہ دامن ہاتھ آیا ہے جناب غوث الاعظمؓ کا
مَیں اس کے آستانِ فیض عنواں کا جبیں سا ہوں
کہ جو نائب ہے ختم المرسلینؐ و فخرِ آدم کا
لگا ہو گا اثرؔ یہ اشتہارِ عام محشر میں
نہیں جنت میں داخل ہو گا دشمن غوث الاعظمؓ کا

گدا ہے جو کہ تیری آستان کا یا غوث
حقیقتاً ہے وہ سلطان جہاں کا یا غوث
ادب سے اولیاء ہوتے ہیں سارے سر بسجود
پھر یڑا دیکھ کے تیرے نشان کا یا غوث

زینتِ کون و مکان سید عبدالقادر
فخرِ ہر دورِ زمان سید عبدالقادر
ذرے اس خاک کے بن جاتے ہیں خورشید منیر
پاؤں دھرتے ہیں جہاں سید عبدالقادر

حامیٔ ہر دوسرا ہیں غوثِ اعظم دستگیر شافعِ روزِ جزا ہیں غوثِ اعظم دستگیر

کیوں نہ انکے نور سے سارا جہاں پر نور ہو　　نورِ چشم مصطفیٰ ہیں غوثِ اعظم دستگیر

توقیر و رتبۂ بغداد

جو خوش نصیب ہیں شیدا و والہ بغداد
مزہ وہ پائے گا تسنیم و کوثر کا
نصیب ہوگا جسے آبِ دجلۂ بغداد

سجدہ گاہِ انس وجاں ہے آستانِ محی الدین
ہے نشانِ رحمتِ یزداں نشانِ محی الدین
آپ نے لی ہے کفالت اور کہا ہے لا تخف
دو جہاں میں مطمئن ہیں خاندانِ محی الدین

وفات: غلام قادر شاہ کی وفات ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۹۳۷ء میں ہوئی جبکہ سید شرافت نوشاہی نے اپنی کتاب شریف التواریخ کی تیسری جلد کے آٹھویں حصّہ موسوم بہ شواہد الاذکار میں لکھا ہے۔

مزارِ اقدس: جالندھر بستی شیخ درویش میں ہے۔

حضرت حاجی صاحب ترنگ زئی قادری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام فضل واحد بن فضل احمد نسلاً سادات سے تعلق رکھتے تھے۔ ولادت آپ کی ۱۸۵۶ء میں بمقام ترنگ زئی۔ تحصیل چارسدہ ضلع پشاور میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم مولانا ابوبکر اخوندزادہ سے حاصل کی۔ آپ کو شروع سے ہی جہاد میں شمولیت کا بہت شوق تھا۔ ۱۸۹۷ء میں جب انگریزوں نے دوبارہ ملاکنڈ پر حملہ کیا۔ حاجی صاحب بھی اس معرکے میں شامل ہوئے۔ اور انہوں نے دشمن کے خلاف خوب دادِ شجاعت دی۔ سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت آپ نے حضرت نجم الدین اخوند زادہ معروف بہ بڈے ملا صاحب سے کی۔ ۱۹۰۲ء میں جب بڈے ملا صاحب کا انتقال ہوگیا۔ تو حاجی

ترنگ زئی نے ان کے خلیفہ صوفی عالم گل سے تجدید بیعت کی ۔ اور ان سے قادریہ سلسلہ میں خلافت حاصل کی ۔ ۱۹۰۸ء میں آپ دوبارہ حج کے لئے تشریف لے گئے ۔ واپسی پر آپ نے پشاور اور مردان کے علاقوں میں تبلیغ وارشاد کا سلسلہ جاری کیا ۔ پھر آپ نے دینی مدارس کے قیام کا سلسلہ شروع کیا ۔ اس زمانہ میں آپ کو انگریزوں نے گرفتار کر لیا ۔ اور جیل بھیج دیا ۔ جہاں آپ تین سال تک رہے جیل میں بھی آپ نے بے شمار مجرموں کو راہِ ہدایت پر لگایا ۔ رہائی کے بعد آپ نے اشاعتِ دین ، اصلاحِ رسوم اور اعلائے کلمۃ الحق میں زیادہ وقت دینا شروع کر دیا ۔ جنگِ عظیم ۱۹۱۴ء میں آپ نے ترکِ وطن کیا ۔ اور مورکر میں مستقل طور پر متوطن ہو گئے اور پھر اپنی زندگی کا مقصد انگریز کے خلاف جہاد کرنا بنا لیا ۔ اور کئی دفعہ مختلف مقامات پر حاجی صاحب کے مجاہدین نے انگریزی افواج کے دانت کھٹے کئے ۔ لاہور تشریف لائے تھے ۔

وفات آپ کی ۱۹۳۷ء میں بعمر ۸۱ سال ہوئی ۔ اور آپ کی وصیت کے مطابق آپ کو غازی کی مسجد غازی آباد میں دفن کیا گیا ۔

وفات کے بعد آپ کے تین صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں ۔

مولانا محمد علی قادری مجددی رح

آپ بہت بڑے بزرگ تھے ۔ عالم بھی تھے ۔ اور مفتی بھی ۔ طریقت میں آپ قادریہ مجددیہ میں بیعت فرمایا کرتے تھے ۔ آپ کے دادا حضرت محمد مکرم المعروف نتھا شاہ قادری بہت بڑے بزرگ تھے اور آپ کے والد حضرت نظام الدین قادری بھی بہت عالم فاضل بزرگ تھے ۔ ان حضرات کی مساعی جمیلہ سے دُور دُور تک ظاہری اور باطنی علم پھیل گیا ۔ مدتوں تک لوگ فتویٰ کے لئے خانقاہ عالیہ قادریہ فتح گڑھ سے رجوع کیا کرتے تھے اور اس گھرانے سے بیعت کیا کرتے تھے ۔

بابا کریم بخش قادری مجددی آپ کے ہی خلیفہ مجاز تھے جو کرالی ضلع امرتسر میں رہائش پذیر تھے اور بعد ازاں مدراس آ گئے تھے ۔ لاہور تشریف لائے تھے ۔ اس زمانہ میں مدراس میں ایک بہت بڑے عالم مولانا نواب دین چشتی صابری بھی تھے جو بڑے عالم فاضل تھے ۔

مرقد منور فتح گڑھ چوڑیاں ضلع گورداسپور میں ہے ۔

حضرت مولانا احمد حسین خاں قادری امروہوی ؒ

آپ امروہہ کے مشہور شیخ الطریقت حافظ حاجی محمد عباس علی نقشبندی مجدّدی قادری کے صاحبزادے ہیں۔ آپ ۲۴ شعبان ۱۲۸۹ھ مطابق ۱۸۷۲ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت اپنی والدہ محترمہ کی زیرِ نگرانی حاصل کی۔ اور پھر مولانا احمد حسن محدّث سے بقیہ علم کی تکمیل کی۔ علوم باطنی کا فیض متعدد شیوخ سے پایا۔

آپ مولانا احمد رضا خاں قادری کے خلیفہ تھے۔ مولانا محمد علی جوہر اور شوکت علی (علی برادران) کے رشتہ داروں میں سے تھے۔ حضرت سید معروف علی شاہ قادری حیدر آبادی سے بھی خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ آپ حیدر آباد دکن سے بہ سلسلہ ملازمت منسلک رہے۔ نوجوانی میں مطبع انتظامی کے نام سے امروہہ میں پہلا چھاپہ خانہ ۱۸۹۴ء میں آپ نے قائم کیا۔ اور "گلدستہ نسیم چمن" کے نام سے ایک رسالہ بھی جاری کیا۔

<u>قیام لاہور</u>: لاہور تشریف لاتے تو میر نثار علی شہرت کے یہاں قیام فرماتے اور مزارات پر حاضری دیتے۔

<u>تصانیف و تراجم</u>: آپ نے بے شمار تصانیف یادگار چھوڑیں۔ اور کچھ مشہور معروف کُتب کے تراجم بھی کئے جن میں سے چند ایک کے نام دیئے جاتے ہیں۔

۱۔ لب لباب مثنوی مولانا روم۔	۲۔ مثنوی حضرت خواجہ باقی باللہ۔
۳۔ عوامل احمدیہ۔	۴۔ معارف احمدیہ۔
۵۔ وظائفِ احمدیہ۔	۶۔ جواہر مجدّدیہ۔
۷۔ جواہر معصومیہ۔	۸۔ ترجمہ حضرات القدس۔
۹۔ عقائد مجددیہ۔	۱۰۔ معرفۃ الحق۔
۱۱۔ کحل الجواہر۔	۱۲۔ کنز الہدایت۔

---

۲۷ رجب ۱۳۶۱ھ مطابق ۱۱ اگست ۱۹۴۲ء بروز سہ شنبہ دہلی میں وصال فرمایا۔

نمازِ جنازہ مولانا مظہر اللہ نقشبندی مجددی خطیب مسجد فتح پوری نے پڑھائی۔ اور لاش برائے دفن ان کے آبائی گاؤں امروہہ پہنچائی گئی۔ جہاں آپ کو دفن کیا گیا۔ "پیرِ کامل بود بہ خلد نشین" تاریخِ وفات ہے۔

نمونہ کلام ملاحظہ فرمادیں:۔

آپ کو عربی، فارسی اور اردو نظم گوئی و قصائد پر مکمل عبور حاصل تھا۔ جس کے کچھ نمونے پیشِ خدمت ہیں۔

نشر الحمد الصبت کنوہ ۔۔۔ لا زھار القلوب بالنظہور
وصلی اللہ بالتسلیم منی ۔۔۔ علی من کان سری فی القبور

لمّا رقی بنعالہ ۔۔۔ بالعرش لیل دمالہ ۔۔۔ شرفت بہ وبجالہ
علیاہ فی اکمالہ ۔۔۔ ودنی لقوسِ منالہ ۔۔۔ بجوابہ وسوالہ
بَلَغَ العُلیٰ بِکَمالِہ

جَلّت سَمَاحَۃُ حَالِہ ۔۔۔ وَعَلَت سجاحۃ بالہ ۔۔۔ رقت نکات مَنالِہ
دَقّت عَلاء جَلالِہ ۔۔۔ نزغت شموس فعالہ ۔۔۔ فنفت خیال ظلالہ
بَلَغَ العُلیٰ بِکَمالِہ

اَلنّصر تحتَ ظِلالِہ ۔۔۔ وَالفَتحُ فَوقَ رِحَالِہ ۔۔۔ وَالسّعد نجم نزالہ
وَالیمن فی اقبالہ ۔۔۔ فِی یَوم حرب سجالِہ ۔۔۔ یُبشری العِدیٰ بشمالِہ
بَلَغَ العُلیٰ بِکَمالِہ

لَو مَر رقی برِحَالِہ ۔۔۔ ولقیظ وقت زوالِہ ۔۔۔ وَالوحی فی نزالِہ
لِلّذِینَ فِی اکمالہ ۔۔۔ اَولیٰ لا لِہ محالِہ ۔۔۔ فِی دِینِہ وَعیالِہ
بَلَغَ العُلیٰ بِکَمالِہ

وَدَلُّوا فِی اَموَالِہ وَعُلُومِہ ۔۔۔ وَمَنَا
فہموکما اوصا لِہ ۔۔۔ بسمو کَمَالِ مَنَالِہ ۔۔۔ وَکَمَالِ مَا بَاہِرسالِہ
بَلَغَ العُلیٰ بِکَمالِہ

قصیدہ غوثیہ (عربی) کا آپ نے فارسی ترجمہ کیا تھا۔

تجلّی ذات خود کردم ز خلوت — فنائم در لطائف شد بصفوت
بجز بحر علوم نیست علیے — نہ نقلے جز بیانم صاف وصلے
تمامی جائے شرق و غرب آفاق — زمین شد جملہ یک گامم ز خلاّق
چو نوشانیدہ از عشق او شرابم — نمود از ازل نسبت انتخابم
منم آں قطب اقطاب حقیقت — بہ جملہ قطب واجب ہست عظمت
بخواندم جملہ علم و گشت زینت — ز من او را بہ نزد ربِّ عزّت
بہ عشقش برز مارا بر دریدم — بہ اوج راہ عرفانش پریدم
کہ تا آخر حجاب او رسیدم — ہمہ پردہ شدہ در داد بریدم

ایک اور قصیدہ جو حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب کی منقبت میں ہے۔

لبا لب بھر دے اے ساقی بمئے باقی سے پیمانہ
کہ ہوں مست الست اوّل سے میں جاناں کر دیوانہ
مِلا ہے ساغرِ وحدت جنم باقی باللہ سے
ازل سے ہے خمار اس کا کہ اب تک ہُوں بُیں مستانہ
بشبستان ولایت کے وہی شمعِ ہدایت ہیں
اُنہیں سے بزم ہے روشن اُنہیں کا ہُوں مَیں پروانہ
قدوم فیض کی برکت سے ہندوستاں ہُوا جنّت
جو کفرستان باطل تھا بنا حق کا وہ کاشانہ
بہت مشتاق ہے احمد بھی مدّت سے تجلّی کا
دکھا دو دل میں اے خواجہ کرو آباد ویرانہ

ایک اور قصیدہ حضرت امامِ ربّانی مجدّدِ الفِ ثانیؒ کی شان میں

ملا شجرہ طریقت کا بہم صدیق و حیدر سے — نسب فاروق اعظم کا مجدد الف ثانی کا
حیا و علم عثمان کا کیا حق نے عطا ان کو — بنا احمد مسمّی کیا مجدد الف ثانی کا
طریق قادری میں فیض پایا شہ سکندر سے — ہے جبا مع مشرب والا مجدد الف ثانی کا
طریق نقشبندی میں فیوض خواجہ باقی سے — بنا سینہ گنجینہ مجدد الف ثانی کا
کہے احمد نہ کیوں جب پائے وہ احمد کو احمد میں — کہ جلوہ ہے احمد کا یا مجدد الف ثانی کا

حضرت عزیز الاطبا، علامہ حکیم سید محمد عزیز غوث قادری رضوی

آپ سرکار اعلیحضرت قدس سرہٗ کے ان چیدہ تلامذہ میں سے ہیں جنہیں آپ بہت عزیز رکھتے تھے۔ آپ حضرت ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری کے ساتھی ہیں۔ سرکار اعلیحضرت سے شرف تلمذ کے ساتھ شرف خلافت بھی پایا تھا۔ سادات زیدیہ سے تعلق رکھتے تھے اور نہایت نیک خصلت بزرگ تھے۔ حضرت حجۃ الاسلام فی دارالسلام سے خصوصی تعلقات تھے۔

آپ لاہور بھی تشریف لاتے رہے ہیں۔

۱۳۶۳ھ مطابق ۱۹۴۳ء میں وصال فرمایا۔

حضرت حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں قادری

اعلیحضرت بریلوی کے بڑے فرزند تھے۔ اسم شریف محمد عرف حامد رضا خاں اور لقب حجۃ الاسلام ہے۔ خود اعلیحضرت فاضل بریلوی نے آپ کی تربیت فرمائی۔ ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۵ء میں پیدا ہوئے۔ تمام کتب اپنے والد گرامی سے پڑھیں۔ اور انیس ۱۹ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے۔

ورودِ لاہور: جب آپ لاہور تشریف لاتے تو شاہ محمد غوث قادری کے قرب و جوار میں مقیم ہوتے ۱۹۲۳ء میں جامعہ نعمانیہ میں امتحان لینے کے لئے آئے تھے۔ ۱۹۲۴ء میں مولانا سید دیدار علی شاہ کے چہلم کے موقعہ پر لاہور تشریف لائے۔

حزب الاحناف کے اجلاسوں میں شریک ہوا کرتے تھے۔ لاہور کا فیصلہ کن مناظرہ آپ کا ایک

تاریخی مناظرہ تھا۔ جو ۱۹۲۳ء میں ہوا۔ اس میں مولوی اشرف علی دیوبندی کے خلاف حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاںؒ جو اپنے ساتھیوں حضرت صدر الافاضل مراد آبادیؒ۔ شاہ علی حسین کچھوچھویؒ۔ پیر سید صدر الدین سجادہ نشین حضرت موسیٰ پاک شہید قادری ملتانی۔ حضرت فقیہ اعظم۔ مولانا محمد شریف کوٹلی لوہاراں لاہور آ گئے۔

۱۹۳۵ء میں مسجد شہید گنج کے واقعہ پر آپ نے بادشاہی مسجد لاہور میں تقریر کی مفتی۔ مفتی اعجاز ولی خاں۔ نے مجھے بتایا کہ آپ بے شمار دفعہ لاہور تشریف لائے تھے۔

علم و فضل: آپ عربی فارسی کے بہت بڑے عالم تھے۔ عربی زبان پر آپ کو زبردست دسترس حاصل تھی۔ علوم ادبیہ کے علاوہ دیگر علوم و فنون تفسیر۔ حدیث۔ اصول۔ فقہ۔ منطق فلسفہ۔ ریاضی وغیرہ علوم میں آپ یکتائے زمانہ تھے۔ نہایت متواضع۔ منکسر المزاج اور وسیع اخلاق کے مالک تھے۔ سب کے ساتھ بہت اچھی طرح پیش آتے۔ علم دین حاصل کرنے والے طلباء۔ حاجت مندوں درویشوں اور فقراء پر بہت شفقت فرماتے۔ صدر الشریعت حکیم امجد علی مصنف بہارِ شریعت اور حضرت صدر الافاضل مراد آبادی کا بہت احترام فرماتے۔ آپ نے برس ہا برس دار العلوم منظر اسلام میں درس حدیث دیا اور لاکھوں آدمیوں کو سلسلہ رضویہ میں منسلک کر کے دین حق کی تبلیغ اور رشد و ہدایت کا فریضہ انجام دیا۔ آپ صاحب کرامات ولی تھے۔ اعلیحضرت کی وفات پر آپ نے مواضع سجود پر کافور لگایا تھا۔

خلفاء:

۱۔ شیخ الحدیث مولانا سردار احمد قادری مہتمم جامعہ رضویہ۔ منظہر الاسلام۔ لائل پور۔
۲۔ شیخ القرآن مولانا عبد الغفور ہزاروی۔ وزیر آباد۔
۳۔ مولانا ابراہیم رضا خاں۔ صاحبزادہ۔ بریلی شریف۔
۴۔ مفتی اعجاز ولی خاں شیخ الفقہ جامعہ نعیمیہ۔ لاہور۔
۵۔ علامہ ابو الحسنات محمد احمد قادری لاہوری۔

تصانیف:

آپ نہایت فصاحت اور بلاغت کے ساتھ برجستہ عربی میں اشعار و مضامین و خطبات

تحریر فرماتے. رسالہ جلیلہ کو آپ نے ہی مرتب فرمایا۔ کتاب الدولۃ المکیۃ کا بہترین ترجمہ بھی آپ نے کیا اور علاوہ ازیں بعض دیگر کتب کا بھی عربی خطبہ و اُردو ترجمہ تحریر فرمایا۔

اولاد : آپ کے دو صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں تھیں۔ ایک صاحبزادے مولانا حماد رضا خاں عرف نعمانی میاں صاحب رحلت فرما گئے اور دوسرے صاحبزادے حضرت مولانا علامہ محمد ابراہیم رضا خاں عرف جیلانی میاں صاحب آپ کے بعد جامعہ رضویہ منظر الاسلام بریلی شریف کے مہتمم ہوئے۔ آپ کا بھی انتقال ہو چکا ہے۔

وفات : آخر وفات کا دن آگیا۔ آپ نے ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۹۴۳ء میں بعمر ۷۰ سال انتقال فرمایا اور اپنے والد ماجد کے جوار میں بریلی شریف میں مدفون ہوئے۔ نماز جنازہ شیخ الحدیث مولوی سردار احمد نے پڑھائی۔ مسندِ خلافت پر تئیس ۲۳ سال فائز رہے۔

حضرت بابا کریم بخش قادری مجددی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت بابا کریم بخش قادری بمقام کورالیاں جو فتح گڑھ چوڑیاں سے تقریباً بارہ ۱۲ میل اور سدائکہ سے ۴ میل دُور تھا۔ پیدا ہوئے۔ تعلیم تو آپ کو کوئی نہ مل سکی مگر علم لدُنی میں آپ نے وہ کمال حاصل کیا کہ اس زمانہ میں ایسا فرد ڈھونڈے سے بھی نظر نہ آتا تھا۔ والدِ گرامی کا نام بابا نتھو اور دادا بابا کھیوا تھا۔ ذات کے مُجھٹہ تھے۔ شروع سے ہی آپ یتیم ہو گئے۔ اور بچپن سے عبادت اور ریاضت کی طرف مائل تھے۔

شجرہ بیعت : بابا کریم بخش قادری مرید محمد علی قادری مرید شاہ نظام الدین قادری مرید محمد مکرم عرف نتھا شاہ مرید شاہ محمد کامل مرید علی سرمست مرید پیر علی اصغر امام مرید خواجہ محمد زبیر مرید حضرت حجۃ اللہ مرید خواجہ محمد معصوم مرید حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی۔

بیعت : آپ کے پیر و مرشد مولانا محمد علی قادری مجددی تھے۔ جو فتح گڑھ چوڑیاں میں مقیم تھے۔ یہ بڑے عالم فاضل، متقی اور بزرگ انسان تھے۔ اور سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت فرمایا کرتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ بٹالہ شریف کے بعد قادری سلسلہ کا گڑھ فتح گڑھ چوڑیاں بن گیا ہے۔ پہلے یہاں حضرت محمد الکریم عرف نتھا شاہ قادری پھر ان کے صاحبزادے حضرت نظام الدین قادری اور

پھر اُن کے صاحبزادے مولانا محمد علی قادری مسند ارشاد پہ متمکن ہوئے۔ اردگرد کے مقامات کے ہزارہا افراد نے ان سے قادریہ سلسلہ میں بیعت کی۔ آپ نے حضرت مولانا محمد علی قادری سے بیعت کی تھی۔

عادات: آپ اوراد و وظائف میں بے حد باقاعدگی برتتے۔ فطرتاً ریاضت پسند تھے۔ کام کرنے سے آپ کو کوئی عار نہ تھا۔ رزقِ حلال کمانے کے لئے تیلی کا پیشہ اختیار کیا ہوا تھا۔ بے حد مہمان نواز تھے۔ گاؤں کے یتیموں اور بیواؤں کی حفاظت آپ کے لئے لازمی امر بن چکا تھا اور اس معاملہ میں کبھی بھی غفلت نہ کرتے تھے۔ بے حد امین تھے۔ لوگ آپ کے پاس امانتیں رکھتے کیونکہ پرہیزگاری۔ خوش معاملگی۔ راست بازی اور جذبۂ خدمتِ خلق میں آپ بے مثال تھے۔ ساری عمر مجاہدانہ سرگرمیوں کی تکمیل میں گذاری۔ آپ کی روحانیت کے بے شمار واقعات مشہور ہیں۔

سیر و سیاحت: آپ نے بہت سے شہروں کی سیاحت کی اور وہاں کے بیشمار مشائخ سے ملاقات کی اور فیض حاصل کیا۔ شہروں کے نام یہ ہیں۔ کلانور۔ کسولی۔ کارلکا دہلی۔ رہتک امرتسر۔ قصور۔ لاہور۔ پشاور۔ کپور تھلہ۔ ڈیرہ بابا نانک۔

لاہور میں تشریف آوری: جب آپ لاہور تشریف لائے تو حضرت میاں وڈا سہروردی کے مزار پہ حاضری دی۔ اور حضرت داتا گنج بخش علی ہجویریؒ کے مرقد منور پہ بھی حاضری دی بلکہ اپنے مرید چوہدری کرم شاہ کو بھی حکم دیا۔ کہ لاہور جاؤ اور مزارات پہ حاضری دو۔

ہجرت: ۱۹۲۱ء میں آپ نے موضع کورالیاں سے ہجرت کر لی۔ اور مستقل طور پہ رمداس میں نقل مکانی کر لی۔

محمد شریف۔ لال دین۔ تاج دین آپ کے فرزند تھے۔

وفات: ۱۹۴۶ء میں آپ نے وفات پائی تو آپ کا مزار گاؤں رمداس سے باہر قبرستان خاص میں بنا۔

حضرت صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدّین مُراد آبادیؒ

اسم گرامی محمد نعیم الدین لقب صدر الافاضل ۔ استاذ العلماء ہے ۔ ولادت سنہ ۱۳۰۰ھ مطابق سنہ ۱۸۸۲ء ہے ۔ والد ماجد کا نام معین الدّین تھا ۔ جنہوں نے پہلے مولانا محمد قاسم نانوتوی کے ہاتھ پر بیعت کی تھی ۔ بعد میں جب آپ کو اس کے عقائد کا پتہ چلا تو آپ نے بیعت فسخ کر دی ۔ قرآن مجید آپ نے حافظ حفیظ الرحمٰن خاں سے آٹھ سال کی عمر میں ہی مکمل حفظ کر لیا ۔ اس کے بعد مولانا فضل احمد سے عربی و طب پڑھی ۔ پھر آپ شیخ الکل مولانا محمد گل کے پاس چلے گئے چنانچہ انہوں نے آپ کو فلسفہ منطق ۔ اقلیدس اور حدیث و تفسیر میں یکتائے آفاق بنا دیا ۔ اور انیس سال کی عمر میں فراغت حاصل کر لی ۔ قادری سلسلہ میں بیعت آپ نے محمد گل سے کی ۔

آپ کے آباؤ اجداد مشہد کے رہنے والے تھے ۔ جو اورنگ زیبؒ کے زمانہ میں مشہد سے ہندوستان آئے ۔ بادشاہ نے ان کی بڑی عزت کی ۔ اور ان کو جاگیر عطا کی ۔ پھر آپ اعلیحضرت احمد رضا خاں بریلوی کی خدمت میں چلے گئے ۔ اور ان سے قادری سلسلہ میں فیوض و برکات حاصل کئے ۔ آپ نے ہندوؤں کے خلاف اور مسلمانوں کی حمایت میں بے شمار تحاریک میں حصہ لیا ۔ آپ حضرت امام اہلِ سنّت والجماعت احمد رضا خاں بریلوی کے دستِ راست تھے ۔ آپ لاہور بھی تشریف لائے اور علّامہ ابوالحسنات کے پاس ٹھہرتے رہے ۔ اعلیحضرت فاضل بریلوی کے وصال پر آپ نے ہی کفن شریف بچھایا تھا ۔

آپ نے لاہور سیّد ابوالحسنات کو پاکستان بنانے کے لئے کئی خطوط لکھے ۔ ایک خط میں آپ لکھتے ہیں ۔ پاکستان کی تجویز سے جمہوریت اسلامیہ کو کسی طرح دست بردار ہونا منظور نہیں ۔ خواہ جناح اس کے حامی رہیں یا نہ رہیں ۔ وزارتی مشن سے ہمارا مُدعا حاصل نہیں ہوتا

قیام جامعہ نعیمیہ ؛ مراد آباد میں آپ نے جامعہ نعیمیہ جاری فرمایا تھا ۔ ہندوستان کے ہزارہا اہل سنت والجماعت کے مسلک کے حامی علماء نے اس مدرسہ سے دینی علوم و فنون کی تکمیل کی ۔

نمونہ کلام ؛

حضرت فاطمہؓ کے نورِ نظر ۔۔۔۔ دینِ حق کی ضیاء امام حسینؓ

عابدِ کبریا۔ امام حسینؓ — زاہد بے ریا امامِ حسینؓ
قرۃ العین حضرتِ حیدرؓ — سیّد اولیاء امامِ حسینؓ
گلِ گلزار سیدِ عالم — مہ جبین خوش لقا امامِ حسینؓ

مدینہ کا دیدار مشکل نہیں — نگاہِ عنایت اگر ہو گئی
لئے قلب مضطر مدینہ میں پہنچا — تسلّی زمیں چوم کر ہو گئی
نگاہیں فدا روضۂ پاک پہ — جبین عاشقِ سنگِ در ہو گئی
نعیمِ خطا کار پہ یہ کرم — شفاعت نبیؐ کی سپر ہو گئی

آپ کے تلامذہ میں ابوالحسنات سید محمد احمد قادری لاہوری۔ ابوالبرکات سید احمد قادری لاہوری۔ مفتی محمد عمر محدث کراچی۔ مفتی احمد یار خاں گجرات۔ علامہ سید محمد کرم شاہ بھیروی مفتی محمد حسین نعیمی۔ گڑھی شاہو لاہور بہت مشہور ہیں۔

وفات آپ کی ۱۳۶۷ھ مطابق ۱۹۴۸ء میں بمقام مُراد آباد ہوئی۔ اور وہیں دفن ہوئے۔

حضرت حاجی محمد امجد علی اعظمی قادریؒ

آنجناب اعظم گڑھ یُو۔پی کے ایک علمی خانوادے سے تعلق رکھتے تھے۔ ابتدائی تعلیم حضرت علامہ ہدایت اللہ خاں جونپوری تلمیذ مولانا فضل حق خیرآبادی سے حاصل کی۔ حدیث حضرت شاہ وصی احمد محدث سورتی سے پڑھی۔ والد ماجد کا اسمِ گرامی مولانا حکیم جمال الدین تھا۔ ابتدائی کتابیں اپنے دادا مولانا خدا بخش سے پڑھیں۔

بیعت: اعلیحضرت محمد رضا خاں بریلوی کے ہاتھ قادریہ سلسلہ میں بیعت کی۔ اور خلافت سلسلہ رضویہ اور اجازت حدیث سے مستفیض ہوئے۔ دارالعلوم سلسلہ رضویہ منظر الاسلام میں برسوں حدیث اور دوسرے فنون کی تعلیم دی۔ بارہ سال اجمیر میں صدر المدرس رہے۔ اعلیحضرت نے آپ کے متعلق یوں ارشاد فرمایا ہے۔

میرا امجد مجد کا پکا
اس سے بہت چکیلتے یہ ہیں

اعلیحضرت کے وصال کے بعد آپ نے ہی ان کو غسل دیا تھا۔ اس کام میں آپ کے معاون حافظ امیر حسین مراد آبادی تھے۔ اعلیحضرت آپ کی فقہی مہارت کے مداح تھے۔ لاہور تشریف لائے تھے

تصانیف : تصانیف کثیرہ ہیں طحاوی شریف کا حاشیہ بہت ہی عجیب وعظیم ہے۔ حنفی فقہ میں بہار شریعت کتاب کے سترہ حصص اردو میں لکھ کر اہلِ سنت والجماعت پر احسان عظیم فرمایا ہے صدر الشریعت کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں۔ آپ یگانۂ عصر مفسر۔ محدث۔ فقیہہ اور صاحب ارشاد بزرگ تھے۔

وصال : بارادہ سفر حج بمبئی میں ۲ ذی قعدہ ۱۳۶۷ھ مطابق ۱۹۴۸ء وصال فرمایا۔ شیخ الحدیث مولانا رفاقت حسین۔ شیخ الحدیث مولانا سردار احمد لائل پوری۔ استاذ العلماء حافظ شاہ عبدالعزیز شاہ حبیب الرحمٰن۔ قاضی شمس الدین جونپوری۔ مولانا حشمت علی خاں۔ علامہ عبدالمصطفٰے اعظمی۔ آپ کے نامور تلامذہ میں سے ہیں۔

حضرت میاں خدا بخش قادری رح

میاں صاحب کی ولادت بمقام جالندھر ۱۲۱۵ھ مطابق ۱۸۰۰ء میں ہوئی۔ آپ لڑکپن سے ہی کم گو۔ سنجیدہ اور راست باز تھے۔ بچوں سے کھیل کود سے احتراز فرماتے۔ مادر زاد ولی تھے۔ نوجوانی کے عالم میں اکثر ذکر وفکر میں مشغول رہتے۔ شب بیداری آپ کا معمول تھا۔ تمام رات عبادت اور تلاوت کلام پاک میں گزرتی تھی۔

سفر بغداد شریف : نوجوانی کے عالم میں ہی آپ بغداد شریف چلے گئے۔ اور وہاں چالیس ۴۰ سال تک حضرت غوث الاعظمؓ کے روضۂ مبارک پر قیام پذیر رہے۔ وہاں آپ نے حضرت احمد شرف الدین سید برادر سے بیعت کی۔ جن کا مرشدی سلسلہ اس طرح ہے۔ میاں خدا بخش مرید احمد شرف الدین مرید شیخ سید مصطفٰی مرید شیخ محمد مرید شیخ عبدالعزیز مرید شیخ عبداللہ تقی مرید شیخ عبدالقادر مرید شیخ عبدالرزاق مرید حضرت محمود شاہ مرید شیخ فرح اللہ مرید شیخ محمد مرید شیخ شمس الدین

مرید شیخ شرف الدین مرید شیخ محی الدین مرید شاہ علاؤالدین بدرالدین مرید شیخ شمس الدین مرید شیخ شرف الدین یحیٰی مرید شاہ شہاب الدین احمد مرید شیخ صالح مرید شاہ عبدالرزاق مرید سید عبدالقادر جیلانی غوث الاعظم۔

آمد لاہور: پیرو مرشد کے حکم سے آپ جالندھر واپس تشریف لے آئے اور جالندھر کی نواحی بستی "سید کبیر" میں مقیم ہوئے۔ پھر آپ وہاں سے جالندھر کے قریب آبادپورہ میں مقیم ہوئے۔ جو نکو در جانے والی سڑک پر واقع ہے۔ وہاں سے آپ لاہور تشریف لاتے رہے۔ قیام پاکستان کے بعد بھی آپ یہاں آئے مگر مستقل اقامت ساہیوال میں اختیار کی۔ لاہور میں آپ کے خلفاء میں سے حضرت فضل شاہ قادری المعروف نور والے۔ انفنٹری روڈ۔ مصطفیٰ آباد (دھرم پورہ) میں مقیم ہیں۔ انہوں نے میاں صاحب سے چودہ سال تک فیوض و برکات حاصل کئے۔

وفات: آپ کی ۸۴ سال کی عمر میں ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۶۹ھ مطابق ۱۹ جولائی ۱۹۵۰ء بروز اتوار بہ ساعت خیر مقام اوکاڑہ ضلع ساہیوال ہوئی۔ مزار ساہیوال شہر کے معروف قبرستان میں ہے جس کو پیر بخاری کا قبرستان کہتے ہیں۔ مزید حالات کے لئے سوانح حیات میاں خدا بخش مؤلفہ حافظ نذر الاسلام دیکھیں۔

حضرت مولانا محمد عبدالعلیم صدیقی قادری رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۳ اپریل ۱۸۹۲ء مطابق ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ میں بمقام میرٹھ (یو۔ پی) پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا نام مولانا محمد عبدالحکیم صدیقی تھا۔ جو ایک عظیم المرتبت درویش منش عالم اور بلند پایہ شاعر تھے۔ جوش تخلص تھا۔ ابتدائی عمر میں ہی قرآن مجید ختم کر لیا۔ سولہ برس کی عمر میں جامعہ اسلامیہ قومیہ میرٹھ سے درس نظامی کی سند حاصل کی۔ ۱۹۱۷ء میں آپ نے بی اے پاس کر لیا۔ اور پھر اسلامی تبلیغ کے لئے کمربستہ ہو گئے اس کے بعد بریلی شریف پہنچے اور حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی سے قادری سلسلہ میں بیعت کی۔ اور خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ آپ ایک عظیم مفکر۔ شعلہ نوا مقرر اور بہترین ادیب تھے۔ آپ دنیا کی ہر زبان میں بالخصوص

انگریزی میں بڑی روانی سے تقریر کرتے تھے۔

وُرُودِ لاہور: لاہور میں آپ اکثر و بیشتر مرقد منورہ حضرت داتا گنج بخش لاہور پہ حاضری دیا کرتے تھے اور اس کے علاوہ مدرسہ نعمانیہ اور حزب الاحناف کے اجلاسوں میں شرکت کیا کرتے تھے۔

بحیثیت مبلغ اسلام: آپ نے چالیس سال تک افریقہ۔ امریکہ۔ انگلینڈ۔ انڈونیشیا۔ سنگاپور ملایا وغیرہ کئی دوسرے ممالک میں اپنے محدود وسائل و غیر مساعد حالات کے باوجود اسلام کا پیغام پہنچایا۔ آپ کی اس عالمگیر تبلیغ کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ پچاس ہزار سے زائد غیر مسلموں نے حلقہ اسلام میں داخل ہو کر سعادتِ ابدی حاصل کی۔

آپ نے برما۔ سیلون۔ ملائشیا۔ انڈونیشیا۔ تھائی لینڈ۔ انڈوچائنا۔ چین۔ جاپان۔ ماریشس جنوبی و مشرقی افریقہ کی نوآبادیات۔ سعودی عرب۔ عراق۔ اُردن۔ فلسطین۔ شام اور مصر کے متعدد تبلیغی دورے کئے۔ مذاہب عالم کی کانفرنسیں منعقد کیں۔ مناظرے۔ مکالمے۔ تبلیغی سوسائٹیاں لائبریریاں۔ کالج۔ مدارس اور مساجد قائم کیں۔ حنفی جامعہ مسجد کولمبو سلطان مسجد سنگاپور اور مسجد ناگرہ جاپان آپ نے ہی تعمیر کرائیں۔ ۱۹۵۱ء میں پوری دنیا کا طویل تبلیغی دورہ کیا جس کی وجہ سے بورنیو کی شہزادی۔ ماریشس جنوبی افریقہ کا گورنر۔ مرواٹ اور ٹرینی ڈاڈ کی ایک وزیر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ قائدِ اعظم محمد علی جناح۔ مراکش کے غازی عبدالکریم۔ مفتی اعظم سید امین الحسینی۔ اخوان المسلمین کے سربراہ حسن البنا۔ سیلون کے جسٹس ایم مروانی۔ سنگاپور کے ایس این دت اور مشہور انگریز ڈرامہ نویس اور فلسفی جارج برنارڈ شا آپ کی روحانی و علمی شخصیت سے بے حد متاثر ہوئے۔

آپ نے مولانا عبدالحامد بدایونی۔ سید ابوالحسنات قادری۔ مفتی صاحب داد پیر گوٹھ شریف علامہ سید احمد سعید کاظمی۔ اور شیخ الاسلام حضرت علامہ خواجہ محمد قمرالدین سیالوی صدر جمعیت العلما پاکستان کے علاوہ بے شمار علماء و مشائخ نے دستورِ آئینِ اسلامی کا مسودہ تیار کیا۔ آپ کی کئی تصانیف ہیں۔ جن میں ذکرِ حبیب۔ کتاب تصوف۔ بہارِ شباب۔ احکامِ رمضان کے علاوہ اور بھی کئی کتابیں تحریر کیں۔

وفات آپ کی ۲۲ اگست ۱۹۵۱ء مطابق ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ ہزاروں مسلمانوں نے آپ کے جنازہ میں شرکت کی۔ تذکرہ علمائے اہلِ سنت مصنفہ محمود احمد قادری مطبوعہ ۱۹۷۱ء کانپور میں۔ آپ کی تاریخ وفات ۱۹۵۴ء تحریر ہے۔ نمازِ جنازہ مولانا شاہ ضیاء الدین احمد مدنی نے پڑھائی۔ حضرت علامہ مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی آپ کے فرزندِ رشید آپ کے مشن کی تکمیل کر رہے ہیں۔

حضرت حاجی احمد درویش قادری رحمۃ اللہ علیہ

ولادت ۱۲۶۸ھ مطابق ۱۸۵۱ء ہے۔ دس سال کی عمر ہی میں صوم و صلوٰۃ کے سخت پابند ہو چکے تھے۔ بلکہ نماز تہجد تک اختیار کر لی تھی جس کی ادائیگی مرتے دم تک ہوتی رہی۔ آپ بلوچ قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔

نہایت متشرع۔ متوکل۔ کم گو اور سادگی پسند بزرگ تھے۔ عموماً ذکر الٰہی میں مشغول رہتے خلافِ شرع لوگوں کی صحبت سے گریز کرتے۔ علماء صوفیاء کی صحبتوں میں بیٹھتے۔ رزقِ حلال کے لئے کوشاں رہتے۔ جھنگ کے ڈپٹی کمشنر چوہدری بشیر احمد تارڑ اکثر ان کی خدمت میں حاضری دیا کرتے تھے۔ شریعت کا اس قدر پاس تھا کہ اس کے چھوٹے بڑے تمام احکامات کی مکمل پابندی کرتے تھے۔

جھنگ آنے سے قبل بغداد شریف گئے۔ اور وہاں سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہوئے ۱۸۹۹ء میں آپ نے حج کی سعادت بھی حاصل کی۔ ایک دفعہ آپ نے اپنے ایک ارادتمند حاجی محمد شریف کو کہا کہ آپ کے جب تم لاہور جاؤ تو میرا خط لے جانا اور آستانہ عالیہ حضرت داتا گنج بخش پر پیش کر دینا اور جو جواب آپ دیں۔ اس کی اطلاع مجھے کرنا۔ مرشد کے فرمان کے مطابق حاجی محمد شریف نے وہ خط آستانہ تک پہنچا دیا۔ اُن کا بیان ہے کہ تھوڑی دیر کے بعد داتا صاحب تشریف لائے اور انہوں نے فرمایا کہ خط پڑھ کر سناؤ چنانچہ جب میں نے خط سنایا تو انہوں نے جو کچھ ارشاد فرمایا۔ وہ میں نے مرشد تک پہنچا دیا۔

وفات ۱۳۷۰ھ مطابق ۱۹۵۰ء ہے۔

مزار اقدس جھنگ میں ہے۔

حضرت علامہ ابو محمد امام الدّین قادری رح

آپ فقیہہِ اعظم مولانا محمد شریف کوٹلی لوہاراں کے برادرِ عزیز اور اعلیحضرت فاضل بریلوی کے خلیفہ تھے۔

کتاب محفل میلاد مرتبہ مولوی محمد بشیر کوٹلی لوہاراں میں آپ کا مضمون "سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا نظامِ حیات" شائع ہُوا ہے۔ جو کہ آپ کے متبحر عالم ہونے کی دلیل ہے۔

کئی مرتبہ مدینۃ الاولیا لاہور میں تشریف فرما ہوئے تھے۔

اولاد: آپ کی اولاد میں سے مولانا محمد الیاس بھی اعلیحضرت بریلوی سے شرف تلمذ رکھتے ہیں۔

وصال کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ میں ہُوا اور وہاں ہی اپنے خاندانی قبرستان میں دفن ہوئے

حضرت مولانا محمد شریف قادری رح

فقیہہِ اعظم مولانا ابو یوسف محمد شریف کوٹلوی کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے والد ماجد کا نام مولانا عبدالرحمٰن تھا۔ جو نہایت متبحر عالم اور متقی بزرگ تھے۔ درس نظامی کی تکمیل والد بزرگوار سے کی۔

آپ مولانا احمد رضا خاں بریلوی سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں خلافت یافتہ تھے۔ اور آپ کے بزرگ ترین خلفاء میں سے تھے۔ آپ کو فقیہہِ اعظم کہا جاتا ہے۔ مولانا محمد بشیر کوٹلی لوہاراں آپ کے ہی فرزند ہیں۔ کثرت سے لاہور آتے جاتے تھے۔

امرتسر سے آپ نے "الفقیہہ" کے نام سے ایک ہفتہ وار رسالہ جاری کیا تھا۔ وعظ نہایت دلنشین ہوتا تھا۔ اردو۔ فارسی۔ اور عربی میں بہت عمدہ شعر کہتے تھے۔ تاریخ گوئی میں کمال حاصل تھا۔

صدر الشریعت مولانا امجد علی اعظمی اور صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدّین مراد آبادی

آپ کے علمی

تصانیف: آپ کی تصانیف بہت سی ہیں۔ چند ایک کے یہ نام ہیں۔

۱. اربعین نبویہ۔ ۲. اخلاق الصالحین۔

۳. حنفی نماز مدلل۔ ۴. اربعین حنفیہ۔

۵. کتاب التراویح۔

نوّے سال کی عمر پاکر ۱۵ر جنوری ۱۹۵۱ء میں وفات پائی۔ مولانا نورالحسن امام مسجد ملّا عبدالحکیم سیالکوٹ نے نماز جنازہ کی امامت کی۔

مزار کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ میں ہے۔

حضرت سیّد سلیمان اشرف قادری رح

محلہ میرداد قصبہ بہار شریف ضلع پٹنہ کے باشندے ہیں۔ وہاں ولادت ہوئی۔ اور وہاں ہی فارسی اور عربی کی ابتدائی تعلیم کے بعد مدرسہ حنفیہ جون پور آ گئے۔

اپ اعلیحضرت فاضل بریلوی کے جلیل القدر خلفاء میں سے تھے۔ اور آپ کے ہی ارشاد کے مطابق علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے منسلک ہوئے۔ آپ رشد و ہدایت کے پیکر۔ صداقت اور ریاضت کے مجسمہ تھے۔ سیاسی بصیرت میں لاثانی تھے۔ آپ کے شاگردوں کا حلقہ بہت وسیع ہے۔ لاہور تشریف لاتے تھے۔

نہایت قادر الکلام مقرر تھے۔ کلمۂ حق کہنے میں کسی کی رُو رعایت نہیں کرتے تھے۔ مشہور و معروف پروفیسر براؤن آپ کی علمی قابلیت کا معترف تھا۔

پروفیسر رشید احمد صدیقی نے اپنی تالیف "گنج ہائے گراں مایہ" میں آپ کی شخصیت کا مرقع نہایت عقیدت اور گداز سے مرتب کیا ہے۔

اعلیحضرت فاضل بریلوی کے وصال پہ آپ مولانا محمد رضا خاں۔ مولانا حسنین رضا خاں سید محمود جان۔ سید ممتاز علی کے تعاون سے غسل کے لئے پانی دینے میں مصروف رہے۔

وفات علی گڑھ میں ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۹۳۳ء میں پائی۔ یونیورسٹی کے قبرستان میں شیروانیوں کے احاطہ میں دفن ہوئے۔ حبیب الرحمٰن شیروانی نے قطعۂ تاریخ وفات لکھا۔

حضرت پیر محمد اعظم میرو والی قادری نوشاہی رح

مولانا کے والد کا نام مولوی محمد یار تھا۔ جو نقشبندیہ سلسلہ میں پیر خان عالم باولی شریف والا کے خلیفہ تھے۔ ولادت ۱۸۶۱ء کے لگ بھگ ہے۔

مولانا محمد اعظم کی بیعت قادریہ نوشاہیہ برقندازیہ سلسلہ میں سید پیر فقیر اللہ شاہ بدوملہی والا سے تھی۔ کمالات ولایت حاصل کر کے خلافت پائی۔ کثیر التعداد لوگوں نے آپ سے فیض پایا۔ آپ کے نام پر لاہور میں اعظمیہ سٹریٹ محلہ عثمان گنج۔ بیرون شیرانوالہ دروازہ موجود ہے۔ بے شمار دفعہ لاہور میں تشریف فرما ہوئے تھے۔

تصنیفات:

۱۔ بے مثل بشر۔
۲۔ یارہویں۔
۳۔ اسم اعظم۔
۴۔ غایۃ الغایہ۔
۵۔ مصباح نورانی۔
۶۔ لوامع الاعلام۔
۷۔ تحفۃ الصالحین۔
۸۔ نذر مولیٰ۔
۹۔ عقیدہ یوسنیہ شرح قصیدہ غوثیہ۔
۱۰۔ ہدایت المریدین۔
۱۱۔ تحفہ اخوان الصفا۔
۱۲۔ سوانح عمری سید فقیر اللہ شاہ۔
۱۳۔ قصیدہ امام اعظم درشان رحمۃ للعالمین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شرح۔

خلفاء:

۱۔ مولوی اقبال حسین فرزند آنجناب۔
۲۔ حاجی مولوی حکیم محمد یوسف۔ ساکن مردانہ۔
۳۔ مولوی حاجی حسین بخش۔ ساکن بریار۔
۴۔ صوفی فتح الدین خطیب مسجد غوثیہ۔ بدوملہی۔

وفات: آپ کی وفات ۲۲ر شوال ۱۳۷۵ھ مطابق ۲ر جون ۱۹۵۶ء میں ہوئی۔ جیسا کہ سید شرافت نوشاہی نے اپنی کتاب شریف التواریخ کی تیسری جلد کے ساتویں حصہ موسوم بہ مناہج الآثار میں لکھا ہے مزار اقدس موضع میروال ضلع شیخوپورہ میں واقع ہے۔ مزید حالات کے لئے رسالہ "ہدایت المریدین" مصنفہ مولانا محمد اعظم قادری نوشاہی۔ لاہور ۱۳۹۲ھ ملاحظہ کریں۔

حضرت مفتی غلام جان ہزاروی قادری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے والد ماجد کا نام نامی مولانا احمد جی اور دادا کا نام مولانا محمد عالم تھا۔ ۱۸۹۶ء میں بمقام ادگرہ تحصیل مانسہرہ ضلع ہزارہ میں پیدا ہوئے۔ سلسلہ نسب ۲۲ واسطوں سے حضرت علی کرم تک پہنچتا ہے۔ قرآن پاک اور ابتدائی درسیات کی کتب اپنے والد سے پڑھیں۔ پھر دہلی اور سہارنپور کی درسگاہوں میں چلے گئے۔ اور ہندوستان کی اور بھی کئی درسگاہوں سے علم حاصل کیا۔ پھر امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں کا شہرہ سن کر بریلی شریف پہنچے۔ ۱۹۱۸ء میں امام اہل سنت نے آپ کی دستار بندی کی۔ اور مدرسہ کی طرف سے سند فضیلت عطا ہوئی۔ بریلی شریف سے حضرت خواجہ محمود تونسوی سجادہ نشین حضرت خواجہ سلیمان تونسوی قدس سرہٗ کی دعوت پر مدرسہ سلیمانیہ تونسہ شریف چلے گئے۔ یہاں سے مکھڈ شریف چلے گئے پھر لاہور تشریف لے آئے اور دارالعلوم نعمانیہ کے صدر مدرس اور مفتی مقرر ہوئے۔

آپ کی بہت سی تالیفات ہیں۔

مولانا محمد اعظم میروال والے آپ کے شاگرد رشید تھے۔ آپ نے جدہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں پاپیادہ حاضری دی۔ مدینہ منورہ میں قضائے حاجت کے لئے شہر سے باہر جاتے۔ جب گنبد خضریٰ نظروں سے چھپ جاتا تو قضائے حاجت کرتے۔

۱۳۷۹ھ مطابق ۱۹۵۹ء میں وفات پائی۔ اور غازی علم دین شہید کے مزار کی جنوبی جانب قبرستان میانی میں دفن کئے گئے۔ جنازہ کی نماز علامہ ابوالبرکات سید احمد شاہ قادری نے پڑھائی۔

مولانا مظفر اقبال مدرس جامعہ نعمانیہ لاہور آپ کے فرزند ارجمند ہیں۔

حضرت فقیر نور محمد سروری قادری رح

ابتدائی حالات و بیعت

ولادت آپ کی کلاچی ضلع ڈیرہ اسماعیل خاں میں ہوئی۔ حضرت خواجہ گیسو دراز بندہ نوازؒ کی اولاد سے تھے۔ باپ کا نام حاجی گل محمد تھا۔ پیدائش ۱۸۸۲ء میں ہوئی۔ آپ نسل سے پٹھان تھے۔ آپ کے والد گرامی نے چار حج کئے تھے۔ اور اچھی خاصی عربی فارسی جانتے تھے۔

وُرُودِ لاہور: آپ نے اسلامیہ کالج ریلوے روڈ۔ لاہور میں تعلیم حاصل کی ہے۔ اس کے بعد ۱۹۱۲ء میں بغداد شریف چلے گئے۔ اسی زمانہ میں آپ نے محسوس کیا کہ سلطان العارفین حضرت سلطان باہوؒ قادری کی کم و بیش یک صد کتب کی اشاعت لازمی ہے چنانچہ آپ نے مکتبہ سلطانی کے زیرِ انتظام حضرت سلطان باہوؒ قادری کی کتب کی ترتیب و تدوین کی چنانچہ ایک سو میں سے چالیس کے قریب کتب ایڈٹ کر دی گئیں۔ جن میں سے صرف چند کتب ہی زیورِ طبع سے آراستہ ہو سکیں۔ لاہور جب آتے تو مولوی تاج دین قادری خطیب و امام مسجد کہنہ قصاب والی۔ گاف گراؤنڈ گڑھی شاہو سے ضرور ملتے۔ بیعت آپ نے حضرت سلطان باہو کے سجادہ نشین سوئم حضرت صالح محمد قادری سے کی۔

اولاد: آپ کے صاحبزادے کا نام فقیر عبدالحمید کامل سروری قادری ہے۔ دوسرے صاحبزادے فقیر عبدالرشید خاں سروری قادری ہیں۔ جن کی رہائش کلاچی میں ہے۔

تصانیف: آپ کی تصانیف میں سے

۱۔ عرفان حصہ اوّل۔ ۲۔ عرفان حصہ دوم (انگریزی)

۳۔ حکم نامہ۔ اردو ترجمہ کلید الہدیٰ فارسی مصنفہ حضرت سلطان العارفینؒ۔

۴۔ مخزن الاسرار۔ بہت معروف ہیں۔ سلطان الاوراد بھی آپ نے ہی تصنیف فرمائی ہے۔

وفات: وفات آپ کی ۱۷۔۱۸ اکتوبر ۱۹۶۰ء میں ہوئی۔ اور کلاچی شریف میں دفن ہوئے۔ جو ڈیرہ اسماعیل خاں سے ۴۲ میل کے فاصلے پر ہے۔ وفات لائیلپور میں ہوئی تھی لیکن بعد ازاں لاش کلاچی لے جا کر دفن کی گئی۔ جہاں آپ کا مقبرہ بنا۔

حضرت پیر عبدالرحمان قادری رح

آپ حضرت پیر حافظ محمد عبداللہ بھرچونڈی شریف کے صاحبزادے تھے۔ ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸۹۲ء میں آپ کی ولادت ہوئی۔ جب ذرا بڑے ہوئے تو ظاہری علوم و فنون کی تکمیل کے بعد باطنی علم کی طرف مائل ہوئے۔ اور جب آپ کے والد ماجد انتقال کر گئے تو آپ درگاہ بھرچونڈی شریف کے سجادہ نشین بنے۔

نہایت سادہ زندگی گزارتے تھے۔ جاہ و جلال سے سخت متنفر تھے۔ نماز با جماعت کے ایسے پابند تھے کہ زندگی بھر میں شاید ہی کوئی نماز اکیلے ادا کی ہو۔ بیماری کی حالت میں جب کہ چلنے پھرنے کی طاقت نہ ہوتی۔ چارپائی پر اپنے آپکو اٹھوا کر جماعت میں شرکت فرماتے۔ علماء و مشائخ کی بہت عزت کرتے۔ اذان میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ کے نام اقدس پر انگوٹھے چومنا ادب اور محبت کا قرین سمجھتے تھے اور اسے عشق رسول کی علامت قرار دیتے۔ قیام اور تعمیر پاکستان میں آپ نے بہت نمایاں کردار ادا کیا۔

۲۷ اپریل ۱۹۴۶ء میں جب بنارس میں صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی اور سید محمد شاہ محدث کچھوچھوی کے ایماء پر آل انڈیا سنی کانفرنس کا انعقاد ہوا تو اس میں آپ بھی شامل ہوئے۔ سندھ میں جب مسجد منزل گاہ سکھر کا مسئلہ آیا تو آپ نے اس میں اپنی کامل شمولیت فرمائی اور آپ قید میں ڈال دیئے گئے۔ لاہور میں اکثر آپ کا آنا ہوا ہے

وصال پُرملال پشت کے سرطان سے ۹ ربیع الاول ۱۳۸۰ھ مطابق ۳۰ اکتوبر ۱۹۶۰ء میں بھرچونڈی شریف میں ہوا۔ اور وہیں دفن ہوئے۔

آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے پیر عبدالرحیم سجادہ نشین مقرر ہوئے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا سردار احمد قادری رح لائلپوری

خاندانی حالات

آپ دیال گڑھ ضلع گورداسپور (بھارت) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن مالوف میں ہی حاصل کی۔ اس کے بعد آپ نے اسلامیہ ہائی سکول بٹالہ سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ والد

گرامی کا نام چوہدری میراں بخش تھا۔

وُرُودِ لاہور: میٹرک پاس کرنے کے بعد آپ مزید تعلیم کے لئے لاہور تشریف لے آئے۔ مگر کالج کی تعلیم چھوڑ کر بریلی میں حجۃ الاسلام حامد رضا خاں کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہاں سے مولانا امجد علی مصنف بہارِ شریعت کے ساتھ اجمیر میں سات سال تک مقیم رہے۔ اور پھر دوبارہ بریلی تشریف لے آئے اور پندرہ سال تک متواتر آپ بریلی میں تدریس و خطابت کی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ قیام پاکستان کے بعد لاہور ہوتے ہوئے لائل پور پہنچے اور اس جگہ کو اپنا مستقل مستقر بنا لیا۔ اور لائل پور کو بریلی شریف بنا دیا۔ قادری سلسلے میں بیعت آپ نے شاہ حامد رضا سے کی تھی جن دنوں آپ لاہور میں ایف اے کی تیاری کر رہے تھے تو انہیں دنوں مرکزی انجمن حزب الاحناف کے زیرِ اہتمام ایک بڑے تاریخی جلسہ میں اعلیحضرت فاضل بریلی کے بڑے صاحبزادے شاہ حامد رضا خاں نے بھی شرکت کی تھی۔ تو جلسہ کے بعد آپ نے شاہ صاحب سے بریلی جانے کی درخواست کی۔ جو قبول کر لی گئی اور اپنے ساتھ بریلی ان کو لے گئے۔ قیام بریلی میں آپ جامعہ رضویہ کے صدر مدرس اور شیخ الحدیث کے بلند پایہ منصب پر تعینات رہے۔ قیام بریلی میں آپ ایک دفعہ شاہ مصطفےٰ رضا خاں کے ساتھ حج کے لئے بھی گئے۔ حضرت حجۃ الاسلام کے وصال پر آپ نے ہی ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ لائل پور آپ ۱۹۴۷ء میں گئے تھے۔ سلسلہ چشتیہ میں آپ مولانا سراج الحق گورداسپوری سے بیعت شدہ تھے۔

اخلاقِ عالیہ: آپ بہت سے علوم و فنون کے جامع تھے۔ ساتھ ہی اسلامی اخلاق و عادات کی دل نشین جاذبیت ہر حرکت میں فطری طور پر اُجاگر تھی۔ آپ کو علم فقہ۔ تفسیر۔ ادب اور منطق میں غایت درجہ کی لیاقت و قابلیت تھی۔ خاص طور پر علمِ حدیث میں وہ کمال حاصل تھا کہ اپنے خداداد علم و فضل کی وجہ سے آپ محدّثِ پاکستان کے لقب سے ممتاز ہوئے۔ آپ اہلِ سنّت والجماعت کی ایک ممتاز اور منفرد شخصیت تھے

وفات: وفات آپ کی ۱۹۶۲ء میں کراچی میں ہوئی۔ وہاں سے لاش لائل پور لائی گئی۔ تقریباً ۳ لاکھ مسلمانوں نے نماز جنازہ ادا کی۔ اور اپنی مسجد و درسگاہ کے قریب دفن ہوئے۔ علّامہ عبدالمصطفےٰ ازہری امجدی نے نمازِ جنازہ کی امامت فرمائی۔

مقبرہ و مسجد: آپ نے مسجد اور جامع رضویہ قائم کئے جوکہ آپ کا ایک تاریخی کارنامہ ہے۔ ابتداً یہ مسجد اور درسگاہ گول باغ جھنگ بازار میں قائم کی مگر بعد ازاں یہی چھپر والی مسجد ایک نہایت رفیع الشان اور پُرشکوہ مسجد کی شکل میں تبدیل ہوگئی جس پر لاکھوں روپے خرچ ہو چکے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے ایک ضروری ہسپتال بھی جاری کرا دیا تھا۔

حضرت مولانا شاہ محمد ظفر الدین قادری بہاری رح

ولادت ۱۳۰۳ھ مطابق ۱۸۸۵ء بمقام میجرہ ضلع عظیم آباد پٹنہ ہے۔ آپ اعلیحضرت محمد رضا خاں بریلوی کے تلمیذِ خاص اور خلیفہ تھے۔ بسلسلہ عالیہ قادریہ میں آپ نے اعلیحضرت سے ہی بیعت کی تھی۔ جوکہ ۱۳۲۲ھ مطابق ۱۹۰۳ء کا واقعہ ہے۔

شجرہ نسب اس طرح ہے۔

ملک محمد ظفر الدین قادری بن ملک منشی محمد عبدالرزاق بن ملک کرامت علی بن ملک احمد علی بن ملک غلام قادر بن ملک بواریتا بن ملک حمید بن ملک رضا بن ملک محمد علی بن ملک فتح اللہ بن ملک غلام نبی بن ملک محمد معصوم بن ملک سعید الدین عرف ملک سدن بن ملک احمد اللہ بن ملک تاتار بن ملک بہاؤ الدین بن ملک محمد اسماعیل بن ملک اللہ داد بن ملک غلام محی الدین عرف ملک گدن بن ملک خطاب الملک بن ملک علاء الملک بن ملک داؤد پسر اکبر بن حضرت سید ابراہیم ملک بیا غازی عرف ملک بیو شہید بن حضرت سید ابوبکر (غزنی) بن سید ابو القاسم عبداللہ بن سید محمد فاروق بن سید ابو منصور عبدالسلام بن سید عبدالوہاب بن حضرت غوث الاعظم رح۔

پٹنہ یونیورسٹی میں حدیث کے صدر رہے۔ لاہور تشریف فرما ہوتے تھے۔

بڑی کتابیں تصنیف فرمائیں اور مسلک حنفی کے مطابق ذخیرہ احادیث فرما کر اُسے "الصحیح البہاری" سے موسوم کیا۔ اس کی چند جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ آپ کی ایک اہم تالیف حیات اعلیحضرت (مظہر المناقب ۱۹۲۳ء) کی جلد اوّل بھی مطبوعہ ہے۔ آپ نے علامہ شیخ شہاب الدین احمد بن حجر مکی متوفی ۹۷۳ھ کی کتاب "الخیرات الحسان" (سیرت امام اعظم ابو حنیفہ) کا اردو میں بھی ترجمہ کیا ہے

حصولِ پاکستان میں نمایاں حصہ لیا۔ بنارس کی آل انڈیا سنی کانفرنس منعقدہ اپریل ۱۹۴۶ء

میں سرگرم کارکن کی حیثیت سے شامل ہوئے۔ اعلیحضرت نے آپ کے بارے میں فرمایا تھا۔

میرے ظفر کو اپنی ظفر دے
اس سے شکستیں کھاتے یہ ہیں

انتقال ۱۳۶۵ھ مطابق ۱۹۴۶ء میں فرمایا۔ آپ کے اکلوتے فرزند جناب مختار الدین احمد آرزو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں صدر شعبہ اُردو ہیں۔

مولانا شاہ سید محمد کچھوچھوی قادری رح

آپ ۱۳۱۱ھ مطابق ۱۸۹۳ء میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد کا نام نامی مولانا حکیم نذر اشرف تھا جائس ضلع رائے بریلی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت یہاں ہی حاصل کی۔ درس نظامی مولانا محمد عبدالباری سے پڑھی۔

بیعت مولانا شاہ احمد اشرف سے تھی۔

لاہور تشریف لائے تھے۔

اپنے عہد کے وحید العصر شمس الافاضل۔ قدوۃ العلماء۔ محدث اعظم تھے۔

چار بار حج حرمین الشریفین سے مشرف ہوئے۔

پانچ ہزار غیر مسلم آپ کے ہاتھوں مسلمان ہوئے۔ لاکھوں افراد نے آپ سے بیعت کی۔

بے شمار کتب تصنیف کیں۔ آپ نے کلام پاک کا بھی ترجمہ کیا تھا۔ آل انڈیا سنی کانفرنس منعقدہ بنارس کے صدر عمومی تھے۔

۱۳۸۳ھ مطابق ۱۹۶۳ء میں بمقام لکھنؤ وفات پائی۔ تجہیز و تکفین کچھوچھہ شریف میں ہوئی۔

حضرت شاہِ ولایت مخدوم علی احمد شاہ قادری الجیلانی رح

آپ خاندان قادریہ کے درخشندہ ستارے تھے۔ سلسلۂ نسب کے اعتبار سے حسنی اور مسلک کے لحاظ سے قادری ہیں۔ جائے ولایت کیتھل شریف ضلع کرنال ہے۔ والد ماجد کا نام تاج السالکین مخدوم سید عبدالعلی شاہ تھا۔ جو اپنے وقت کے عارفِ کامل اور صاحبِ دل بزرگ تھے۔ انہی سے آپ کو خلافت

حاصل ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب شیخ الآفاق حضرت شاہ کمال قادری بغدادیؒ ثم کیتھلی سے ہوتا ہوا بائیسویں پشت میں حضرت غوث الثقلین محی الدین سید عبدالقادر جیلانیؒ سے مل جاتا ہے۔

کہا جاتا ہے آپ مادر زاد ولی اللہ تھے۔ آپ کی پیشانی پر سعادت کے کثیر آثار اور کرامت کے عجیب انوار نظر آتے تھے۔ کم سخن۔ نرم گفتار، عابد و زاہد اور متقی تھے۔ شب و روز یاد الٰہی اور عوامی بھلائی میں بسر فرماتے۔ آپ فرمایا کرتے عمل کے بغیر دین و دنیا میں کوئی فلاح و کامیابی نہیں۔ اپنی تعلیمات میں اخلاق کی درستی اور پاکیزگی پر سب سے زیادہ زور دیتے اور اصلاح احوال پر زیادہ توجہ رکھتے نصیحت کرنے کا انداز بڑا سادہ اور بڑا دل نشین تھا۔ آپ کی نصائح احادیث اور بزرگان کے اقوال سے اس قدر موثر ہوتیں کہ سننے والا متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔ طبیعت میں برداشت اور حلم بہت زیادہ تھا۔ کبھی آپ کے چہرے پر ناراضگی کے اثرات نہیں دیکھے گئے۔ زندگی کے ہر گوشے میں سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نمایاں جھلک تھی۔ آپ نے اپنے فیضان نظر سے ہر دل میں عشقِ مصطفےٰ کو جلوہ گر کر دیا۔

ہر کہ عشقِ مصطفےٰ سامانِ اوست

بحر و بر در گوشۂ دامانِ اوست

قرب و جوار کی ریاستوں اور درگاہوں کے رئیس اور سجادہ نشین آپ کی بارگاہ میں حاضری اپنے لئے باعثِ سعادت سمجھتے اور ان کا یہ معمول تھا کہ گدی پر بیٹھتے وقت آپ ہی کے ہاتھ سے پگڑی بندھواتے اور دعا کراتے تھے۔ بے شمار مخلوق آپ کے فیوض و برکات سے مستفید ہوئی آپ لوگوں کے اخلاق کو سنوارتے اور دلوں میں نیکی اور سچائی کی لگن پیدا کرتے۔ تمام زیست مسلم وغیر مسلم کے دلوں سے غفلتوں اور تاریکیوں کے پردے ہٹاتے رہے۔ آپ نے عوام الناس کو وہ اسرار بتائے جو قلب و روح کے لئے تسکین بخش ہیں۔ غربا کی غم خواری اور دستگیری۔ مساکین کی اعانت۔ بیواؤں کی امداد اور یتیموں کی دل دہی آپ کے مخصوص اوصاف تھے۔ غرض کہ آپکی سادگی۔ حق و صداقت پر قیام۔ فیاض و ایثار و قربانی سے اُسوۂ حسنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیاں تھا۔

آپ کے جدِّ امجد کبیر ملک العشاق حضرت شاہ کمال قادریؒ کا شمار ان مشاہیر میں ہوتا ہے جن کی ذاتِ والا صفات نے برِّصغیر ہندوستان و پاکستان میں کفر والحاد کی تاریکیوں کو صداقت

وحقانیت کی روشنی سے منور کیا اور اپنی حیرت انگیز کرامات سے اسلام کی عظمت و جلالت کو کفار کے سامنے دوبارہ تابندہ کیا۔ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ نے اپنی تصانیف میں متعدد مقامات پر آپ کی عظمت کا اعتراف کیا ہے۔ "مبدء معاد" میں ایک مقام پر رقم فرماتے ہیں کہ "ہم کو جب خاندانِ قادریہ کے مشائخ سلسلہ کا کشف ہوتا ہے تو حضرت غوث الثقلین کے بعد حضرت شاہ کمال قادریؒ جیسا علوئے مرتبت بزرگ نظر نہیں آتا۔" اس قول کی بلیغ معنویت اپنے اجمال و ابہام میں بھی کسی مزید تفصیل و توضیح کی محتاج نہیں۔ یہ قول اس امر کی روشن دلیل ہے کہ آپ فضائل و کمالات علمیہ و عملیہ میں سرآمدِ روزگار تھے۔ اہلِ طریقت پر یہ حقیقت مخفی نہیں کہ حضرت شاہ کمال قادریؒ سے مختلف سلاسل مثلاً خاندانِ چشتیہ، سہروردیہ، نقشبندیہ اور قادریہ کے بزرگان فیض و برکات کی دولت سے مالا مال ہو کر منزلِ مقصود تک پہنچے ہیں۔ آپ کی جلالتِ شان اور عظمت روحانی کا اندازہ مختلف سلاسل کے اکابرین کے فرمودات سے بخوبی ہو جاتا ہے جس کا یہ مختصر مضمون متحمل نہیں ہو سکتا۔ ایک انگریز مسٹر اے ایم سٹو جو لاہور میں فنانشل کمشنری کے منصب پر فائز رہ چکے ہیں نے اپنی کتاب "تاریخ ضلع کرنال" میں آپ کو شاندار الفاظ میں خراجِ عقیدت پیش کیا ہے اور آپ کی اولاد کو عزت و شرافت کی عظیم الشان یادگار مانا ہے۔ آپ کے خاندان کے افراد ہر زمانہ میں دین و دنیا دونوں اعتبار سے صاحبِ علم و عمل، صوفیائے اکمل اور صاحب حشمت و دولت رہے ہیں اس سلسلہ کی موجودہ دَور میں حضرت مخدوم موصوف ایک اہم کڑی تھے۔ آپ فرمایا کرتے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اتباع کے سوا باطنی ترقیوں کے تمام راستے بند ہیں۔ آپ کی محفل میں بلا تفریق ہر مذہب و مشرب کے لوگ آتے وسعتِ خیال۔ وسیع المشربی اور رواداری آپ کی سیرت کا جلی عنوان تھی۔ کسی کی مذمت نہ کرتے فرماتے مسلمان مختلف جماعتوں میں بٹ کر قوت اسلام کو ضائع اور کمزور کر رہے ہیں۔ باہمی وحدت اور اخوت پر زور دیتے۔ تقسیم ہند سے قبل آپ نے عامتہ المسلمین سے اپیل کی کہ جملہ اختلافات کو پسِ پشت ڈال کر وطن کی آزادی کی خاطر مسلم لیگ کو مضبوط بنائیں۔ جب تک مسلمانوں میں رشتۂ محبت مستحکم نہیں ہوگا بقائے دوام کی صورت پیدا نہیں ہوگی۔ سلسلۂ عالیہ قادریہ کمالیہ سکندریہ کے سجادہ نشین اور جمیع اہلِ سلسلہ کو بالخصوص اور جملہ برادرانِ ملت کو بالعموم بھی ہدایت

کرتے رہے۔ آپ کے ارشادات اس دور کے مشہور لیگی اخبار " نوائے وقت " میں شائع ہوا کرتے تھے۔

تقسیم ہند کے بعد آپ کیتھل سے پاکستان تشریف لائے۔ کچھ عرصہ لاہور میں قبولہ ضلع ساہیوال اور ملتان میں قیام فرمایا۔ آخر کار اہل شہر کے زبردست اصرار پر ڈیرہ غازی خاں میں مستقل طور پر قیام فرمایا اس علاقہ میں آپ کی فیض رسانیاں اور لطف ارزانیاں عام تھیں۔ سینکڑوں قلوب آپ کی نگاہ کرامت آثار سے نور لے کر جگمگا اٹھے۔ ہزاروں پیاسے دل آپ کے جام وحدت سے سیراب ہوئے۔ جو سائل یا طالب خالص نیت سے آپ کی بارگاہ میں آگیا وہ قلبی کیفیتوں کی دولت سے مالا مال ہوگیا۔

آپ کے مریدین و معتقدین کی تعداد بے شمار ہے۔ برصغیر ہند و پاکستان میں آپ کے ماننے والے ہر جگہ موجود ہیں۔ شائقین و طالبین کثرت کے ساتھ بلانے کی درخواستیں پیش کرتے تھے آپ کا طریقہ تھا کہ بہت کم باہر جایا کرتے لیکن جب مشاقانِ زیارت کے تقاضے حد سے گزر جاتے تو منظور بھی فرما لیتے تھے۔ آپ کا معمول تھا جب لاہور تشریف لاتے تو پہلے حضرت داتا گنج بخش مخدوم علی ہجویری کی خانقاہ پر حاضری دیتے اور گھنٹوں مراقب رہتے۔ پھر سلطان العارفین حضرت میاں میر قادری کے روضہ پر جاتے اور حضرت ابوالمعالی قادری کے دربار میں ہوتے ہوئے جائے قیام پر واپس آجاتے یہ معمول طویل دورانِ قیام میں بھی جاری رہتا۔

آپ کا وصال ۲۲ دسمبر ۱۹۶۳ء بروز جمعۃ المبارک ڈیرہ غازی خاں میں ہوا۔ اس وقت آپ کی عمر تریسٹھ سال چند ماہ تھی۔ کسی مرید نے آپ کی تاریخ وصال راہبر راہِ خدا علی احمد سے نکالی ہے۔ گو حضرت اقدس ہماری ظاہری آنکھوں سے مستور ہو گئے مگر ان کی روحِ مقدس آج بھی اسی طرح فیض رسانِ عالم اور دستگیر بے کساں ہے جس طرح ظاہری آنکھوں سے جسم ظاہری کی زیارت کی جا سکتی ہے باطنی آنکھوں سے روحِ مقدس کی زیارت اہلِ دل کو ہوتی رہتی ہے اور قیامت تک ہوتی رہے گی وصال کے بعد بھی کرامات کا صدور ہوتا رہتا ہے۔ بہت سے خوارق و کرامات زبان زد خلائق ہیں شہر کے عوام آپ سے بڑی گہری عقیدت رکھتے تھے۔ ہر مکتب فکر کے لوگ آپ کا بے حد احترام کرتے ہیں۔ آپ کے مزار مقدس پر ہر وقت زائرین کا ہجوم رہتا ہے۔ نئے شادی شدہ جوڑے آپکی درگاہ پر حاضری دیتے ہیں اور اپنی ازدواجی زندگی کے لئے دعائے خیر کرتے ہیں۔

آپ کا سالانہ عرس مبارک ۲۲-۲۳ دسمبر کو بڑی شان و شوکت سے منایا جاتا ہے۔

دراز بیرونجات سے لوگ جوق در جوق شریک ہوکر نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہیں۔ عرس کے ایام میں مزار پر برقی قمقموں کا منظر دیدنی ہوتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے گویا نور کی چادر تنی ہے جس میں تاروں کے باغ کی رونق سمٹ آئی ہے۔ سبحان اللہ۔ اللہ والوں کی بھی عجیب شانیں ہیں۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

حضرت مفسرِ اعظم ہند مولانا الحاج محمد ابراہیم خاں قادری ؒ

عرف عام میں جیلانی میاں کہلاتے تھے۔ آپ نبیرہ سیدی اعلیحضرت فاضل بریلوی کے تھے آپ کے برادر عزیز مولانا حماد رضا خاں عرف نعمانی میاں بھی اعلیحضرت بریلوی سے شرف خلافت رکھتے تھے۔ یہ دونوں نبیرگان حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد عرف حامد رضا خاں قدس سرہ کے فرزندگان ہیں۔ آپ صاحب تصانیف و تدریس و تبلیغ تھے۔ کافی مدت تک دار العلوم منظر اسلام بریلی شریف میں شیخ الحدیث رہے۔ حلقۂ ارادت بہت وسیع تھا۔ لاہور تشریف فرما ہوئے تھے۔

اس زمانہ کے فرقہ ارتداد شدھی تحریک سے لے کر پرویزیت تک سب محاذوں پر نہایت پختگی و عزم سے نبرد آزما رہے۔

تیئیس سال تک مسندِ ارشاد پر فائز رہے۔

۱۳ صفر ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۹۶۵ء میں وصال فرمایا۔

حضرت مولانا سید غلام مصطفٰے صاحب نوشاہی قدس سرہٗ
ساہن پال شریف۔ ضلع گجرات

آپ سراج الواصلین، شمس العارفین۔ امام الاولیا۔ افضل الفضلاء۔ صاحب مراتب بلند اور مدارج ارجمند تھے۔

آپ کا نام غلام مصطفٰے تخلص نوشاہی۔ لقب اعلیٰ حضرت تھا۔ آپ مقبول درگاہ الٰہ حضرت مولانا سید حافظ محمد شاہ نوشاہی کے فرزند حق پسند اور مرید و خلیفہ اعظم و سجادہ نشین تھے۔

آپ کی پیدائش ستائیسویں جمادی الآخر ۱۳۰۷ھ مطابق ۱۸۹۰ء میں مقام ساہن پال شریف ہوئی مادۂ تاریخ "ریاض رسول" ہے۔

آپ نے تعلیم ظاہری اپنے والد بزرگوار سے پائی۔ علم ادب کی فارسی درسی کتابیں پڑھیں۔ پھر مولانا محمد شیخ احمد حنفی نقشبندی مجددی دھریکوی سے علم صرف۔ نحو اور منطق پڑھے۔ چند اسباق مولانا قاضی محمد امین فاروقی بھکھر مباولوی سے پڑھے۔ فقہ۔ حدیث۔ تفسیر۔ تصوف میں آپ نے خاص ملکہ حاصل کیا۔

آپ کی بیعت طریقت اپنے والد بزرگوار سے تھی۔ وظایف و اوراد قادریہ اعظمیہ کی اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے۔ حضرت سید مکھن شاہ نوشاہی لاہوری نے وفات کے بعد مثالی صورت میں ظاہر ہوکر آپ کو کلاہ تبرک عنایت فرمایا۔ آپ کو خواب میں حضرت نوشہ گنج بخش نے بیعت کیا اور ذکر کلمہ طیبہ بطریق نفی اثبات جہر تلقین فرمایا اور دوسری مرتبہ خواب میں السلام علیک فرمایا۔

آپ کو خواب میں اور بیداری میں اکثر مرتبہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ دیگر انبیائے کرام اور صحابہ عظام اور اولیائے ذوالاحترام کی اکثر زیارتیں آپ کو ہوتی رہتی تھیں۔ آپ قرآن مجید کی تلاوت اکثر فرماتے تھے۔ تیسرے روز ختم کیا کرتے۔ اور انبیاء و اولیاء کے ارواح کو ایصال ثواب کر دیا کرتے۔ کلمہ طیبہ اور درود شریف کئی ہزار مرتبہ آپ کا روزانہ ورد تھا آپ کو عالم مشاہدہ میں محمد عبدالرحمٰن۔ فیاض الناس اور ابن نور اللہ وغیرہ خطاب ملے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کو خواب میں ایک جنتی حور کا دیدار ہوا جس کا نام خجستۃ الرحمٰن تھا۔

آپ گاہ بگاہ لاہور تشریف لے جایا کرتے۔ آپ کی پھوپھی صاحبہ لاہور موچی دروازہ میں رہتی تھیں۔ ان کے ہاں مقام رکھتے۔ درگاہ حضرت داتا گنج بخش اور درگاہ شاہ محمد غوث۔ درگاہ میاں میر قادری۔ درگاہ شاہ ابوالمعالی قادری۔ درگاہ سید میر میراں گیلانی قادری کی زیارتوں سے مشرف ہوا کرتے۔

آپ کے حالات کتاب شریف التواریخ کی دوسری جلد موسوم بہ طبقات النوشاہیہ کے پہلے طبقہ میں سے لئے گئے ہیں جو آپ کے بیٹے سید شرافت نوشاہی کی تصنیف ہے۔

آپ کی تصانیف بہت ہیں جو مفید عام و خاص ہیں۔

۱۔ فیض محمد شاہی۔ دس جلدوں میں ہے۔ بے شمار علمی مضامین کا خزانہ ہے۔

۲۔ مکتوباتِ نوشاہی ۔ سینکڑوں مکاتیب ہیں ۔
۳۔ رقعاتِ نوشاہی ۔ سینکڑوں رقعات ہیں۔
۴۔ پنج گنج نوشاہی ۔
۵۔ دیوان نوشاہی ۔
۶۔ غزلیات نوشاہی۔
۷۔ تفسیر نوشاہی۔
۸۔ رسالہ طاعون ۔
۹۔ رسالہ رفع سبابہ ۔
۱۰۔ رسالہ الخواص ۔
۱۱۔ ترجمہ بوستان سعدی۔
۱۲۔ ترجمہ گلستان سعدی۔
۱۳۔ ترجمہ محمود نامہ ۔
۱۴۔ ترجمہ نام حق ۔
۱۵۔ ترجمہ شیخ عطار۔
۱۶۔ ترجمہ کریما ۔ وغیرہ۔

آپ کے دو بیٹے ہوئے ۔

۱۔ سید ابوالظفر شریف احمد شرافت نوشاہی متولد ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۹۰۷ء ۔ اس وقت ۱۳۹۱ھ مطابق ۱۹۷۱ء میں زندہ موجود ہیں ۔

۲۔ سید ابوالرضا بشیر احمد بشارت مولد ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۹۱۰ء متوفی ۸ صفر ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۹۶۱ء ۔

آپ کے خواص مریدین کے نام یہ ہیں ۔

۱۔ سائیں خدا بخش فقیر متوفی ۱۳۴۹ھ مطابق ۱۹۳۰ء ۔

۲۔ سائیں جمعدار مجذوب گاکھڑوی متوفی ۱۳۴۶ھ مطابق ۱۹۲۷ء ۔

۳- میاں کرم الدین کشمیری مرحوم پنڈوریوالہ۔

۴- میاں علی احمد خلیفہ نور پوری سلمۂ اللہ۔

اعلیحضرت سید غلام مصطفےٰ نوشاہی کی وفات بعمر ستتّر سال ۱۸ شوال ۱۳۸۴ھ مطابق ۲۱ فروری ۱۹۶۵ئہ میں ہوئی۔ مزار شریف اپنی حویلی کے صحن میں بمقام ساہن پال شریف ضلع گجرات موجود ہے۔

حضرت ذاکر حسین شاہ قادری گیلانی رح

۳۵ واسطوں سے آپ کا سلسلہ نسب حضرت امام حسنؓ اور ۲۱ واسطوں سے حضرت غوث الاعظمؒ تک پہنچتا ہے۔ آپ گیارہ اپریل ۱۸۷۹ئہ میں اپنے ننھال بٹالہ میں تولّد ہوئے۔ ابتدائی تعلیم بٹالہ میں پائی۔ ۱۸۹۶ئہ میں پنجاب یونیورسٹی سے میٹرک کا امتحان پاس کیا اور میڈیکل کالج لاہور اور ڈنگر نری کالج لاہور میں داخلہ لینے کی کوشش کی مگر داخلہ نہ ملنے پر آپ نے محکمہ انہار میں ملازمت اختیار کرلی۔ اور یہی سلسلہ ملازمت آپ کو شاہ کوٹ ضلع شیخوپورہ میں اپنے خواہرزادہ محمد حسین شاہؒ گیلانی کے پاس لے آیا۔ کچھ عرصہ بعد آپ نے ملازمت چھوڑ دی اور تلاشِ مرشد کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ بے شمار جگہ گئے۔ اور بالآخر موضع چھاپانوالی میں شاہ محمد مقصود حسن قادری سے بیعت کرلی۔ مرشد کی خدمت میں آپ نے بارہ سال سے زائد عرصہ گزارا۔

آپ ظاہری و باطنی علوم پر کامل عبور رکھتے تھے۔ تصوف و سلوک کی منازل طے کرنے کے لئے آپ نے حضرت میاں میر قادری لاہوریؒ۔ حضرت شاہ ابوالمعالی قادری لاہوریؒ۔ حضرت شاہ جلال تھانیسریؒ۔ شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ۔ حضرت سید علاؤالدین علی احمد صابرؒ۔ حضرت بابا فرید پاکپتنؒ۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ۔ خواجہ معین الدین چشتیؒ کے مزارات پہ حاضری دی۔ اور کسبِ فیض کیا۔

۹ اگست ۱۹۶۹ئہ میں آپ دو ماہ بیمار رہ کر وفات پا گئے۔ اس وقت آپ کی عمر ۸۰ سال تھی۔

مزارِ اقدس شاہ کوٹ ضلع شیخوپورہ میں ہے۔

حضرت سُلطان جیب قادری رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قادری کے آٹھویں گدی نشین اور سجادہ نشین تھے۔

کئی مرتبہ لاہور تشریف لائے۔ نہایت باخلاق اور بامروت انسان تھے۔ طریقت کے علاوہ شریعت کے بھی جامع تھے۔

۱۹۶۹ء میں وصال فرمایا اور اپنے آبائی قبرستان درگاہ حضرت سلطان باہو قادری میں مدفون ہوئے۔

حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی قادری رحمۃ اللہ علیہ

آپ ۱۸۹۸ء میں یو۔پی کے مشہور شہر بدایوں کے ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے خاندان میں مولانا شاہ فضل رسول بدایونی قادری جیسے اہل علم پیدا ہوئے۔ والد گرامی کا نام حکیم محمد عبدالقیوم قادری تھا۔ آپ کی والدہ سید بہاء الدین دہلوی کی صاحبزادی تھی۔

آپ اہل سنت والجماعت کے ممتاز اکابرین سے تھے۔ جنہوں نے تحریک خلافت تحریک پاکستان تحریک شدھی۔ تحریک ختم نبوت۔ عالم اسلامی کے اتحاد اور مسئلہ کشمیر کو عالم اسلام سے روشناس کرانے میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ تحریک خلافت میں آپ نے مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی اور نواب محمد اسماعیل خاں کے ساتھ کام کیا۔ لکھنؤ میں منعقدہ اجلاس میں آپ کے علاوہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی۔ مولانا ولایت حسین الہ آبادی۔ اور علمائے فرنگی محل بھی شامل تھے۔ مؤلف کتاب ہذا نے آپ کی بہت سی تقاریر سنی ہیں۔ آپ کی آواز میں ترنم تھا اور تقریر مخصوص الفاظ میں جھوم جھوم کر کرتے تھے۔ اور سارے مجمع پر چھا جاتے تھے۔ ۱۹۴۵ء میں قائد ملت لیاقت علی خاں کے ایماء پر حیدر آباد دکن گئے۔ اور نواب میر عثمان علی خاں تاجدار دکن سے ملے اور حضرت قائد اعظم محمد علی جناح کی ملاقات کے لئے راہ ہموار کی۔ ۱۹۴۶ء میں آپ نے مکہ معظمہ پہنچ کر مسلمانان عالم کو تحریک پاکستان سے آگاہ کیا۔ تحریک ختم نبوت میں گرفتار ہوئے۔ ابوالحسنات قادری لاہوری کی وفات کے بعد آپ جمعیت العلمائے پاکستان کے صدر بنے۔ تحریک آزادی کشمیر میں بھی آپ نے نمایاں کردار

ادا کیا۔ آپ نہایت پُرجوش اور شعلہ بیان مقرر تھے۔ لاہور تشریف لائے تھے۔

آپ سچے صوفی مشرب مسلمان تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے آستانہ پاک سے گہرا تعلق تھا۔ ائمہ اطہار اور اولیائے کرام سے بے پناہ عقیدت تھی۔ انہوں نے پوری زندگی میں ۲۲ مرتبہ حج ادا کیا۔ اور روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر حاضری دی۔

آپ کی کئی ایک تصانیف موجود ہیں۔ جن میں

۱۔ اسلام کا معاشی نظام اور سوشلزم کی مالی تقسیم۔
۲۔ اسلام کا زراعتی نظام۔
۳۔ تصحیح العقائد۔
۴۔ عبادات اسلامی۔
۵۔ کتاب وسنّت غیروں کی نظر میں۔
۶۔ تاثرات رُوس۔
۷۔ دورۂ آزاد کشمیر۔
۸۔ حُرمت سُود۔
۹۔ عائلی قوانین۔
۱۰۔ الجواب المشکور فی اسئلۃ القبور بہت مشہور ہیں۔

وفات ۲۱ جولائی ۱۹۷۰ء میں کراچی میں پائی اور وہاں ہی مدفون ہوئے۔ وفات فالج کے حملہ سے ہوئی۔

حضرت سیّد مغفور القادری رحمۃ اللہ علیہ

ولادت ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹۰۶ء میں گڑھی اختیار خاں ضلع رحیم یار خاں میں ہوئی۔ آپ کا خاندان حضرت لال شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق ہے۔ والد ماجد کا نام سیّد سردار محمد القادری ہے۔ جو علاقہ بہاولپور اور سندھ کے مشہور بزرگ طریقت تھے۔ انہوں نے سات حج پاپیادہ کئے۔ سرکارِ اعظم کے حکم سے تین برس مدینہ منورہ میں رہے۔ جہاں آپ کو شیخ احمد ہندی کا لقب حاصل تھا

حضرت مغفور القادری نے دربار بھرچونڈی شریف میں مولانا عبدالکریم ہزاروی سے اکتساب علم کیا۔ پھر قطب الوقت شیخ محمد عبداللہ ساکن بھرچونڈی شریف ضلع سکھر سندھ سے بیعت کی اور خلافت حضرت پیر عبدالرحمان بھرچونڈی شریف سے حاصل کی۔

سندھ اور بہاول پور کے بے شمار مقامات پر مساجد اور مدارس قائم کئے۔ آپ کی دینی اور مذہبی بے شمار خدمات ہیں۔ آل انڈیا سنی کانفرنس منعقدہ بنارس میں ۱۹۴۶ء میں آپ نے شرکت کی تھی۔ سحر بیان خطیب ہونے کے علاوہ نہایت فاضل بزرگ تھے۔ آپ کئی مرتبہ لاہور تشریف لائے تھے۔

تصانیف: عبادالرحمن (تذکرہ مشائخ بھرچونڈی شریف) کے علاوہ کلام مغفور (غیر مطبوعہ) اور الرسول (غیر مطبوعہ) بھی ہیں۔

۱۳۹۰ھ مطابق ۱۹۷۰ء میں وفات پائی۔ حکیم محمد موسیٰ امرتسری نے آپ کی یاد میں ایک کتاب تصنیف کی ہے۔ جس کا نام "ذکرِ مغفور" ہے۔ وصال کے بعد سید محمد فاروق القادری سجادہ نشین شاہ آباد شریف گڑھی اختیار خاں۔ بہاول پور بنے۔

حضرت حاجی حسین بخش قادری نوشاہی رح

قصبہ بریار نو نزد ریلوے سٹیشن مہتہ سوجا (نارووال لائن) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت گاؤں سے ہی حاصل کی۔ پھر حضرت مولانا محمد اعظم میروالی قادری نوشاہی سے اس سلسلہ میں بیعت فرما کر ان کے خلیفہ مجاز بنے۔ ساری عمر تبلیغ و ارشاد میں بسر کی۔ ولادت ۱۳۰۴ھ میں ہوئی۔

حج بیت اللہ شریف سے مشرف ہوئے۔ نیز ممالک اسلامیہ کے اکثر شہروں کی زیارت بھی کی۔

اولاد میں مولانا محمد لطیف زار حال مقیم لاہور اور حاجی محمد شریف ہیں۔

وفات ۱۳۹۰ھ میں اپنے آبائی قصبہ میں پائی اور وہیں مسجد کے پاس مدفون ہوئے۔

حضرت پیر عبدالرحیم قادری رح

آپ کی ولادت ۱۳۳۰ھ مطابق ۱۹۱۱ء میں بھرچونڈی شریف سندھ میں ہوئی۔ والد کا نام پیر عبدالرحمان تھا۔ ابتدائی تعلیم گھر سے حاصل کی۔ پندرہ سیپارے حفظ اور پندرہ ناظرہ پڑھے۔ پھر مولانا عبدالکریم سے تعلیم حاصل کی۔ آپ اپنے آٹھ بھائیوں میں سب سے بڑے تھے۔ آپ کا نام شیخ ثانی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے دادا نے رکھا تھا۔

مسجد منزل گاہ سکھر کے معاملے میں جس جرأت اور شجاعت کا مظاہرہ کیا تھا۔ وہ اپنی مثال آپ ہے۔ لاہور کثرت سے تشریف لاتے تھے۔ اور دربار حضرت داتا گنج بخش لاہور پر حاضری دیا کرتے تھے۔

۲۱ ستمبر ۱۹۷۱ء میں آپ کو دشمنوں نے گولی مار کر شہید کر دیا۔ یہ منگل کا دن تھا۔ آپ شام کے وقت ڈہرکی شہر میں کھڑے تھے کہ دشمن مسلح ہو کر آئے۔ اور آتے ہی گولیوں کی بارش کر دی اور بعد ازاں آپ کو شہید کر کے آپ کی لاش بھی ساتھ لے گئے۔ ۴۸ گھنٹوں کے بعد لاش ملی تو آپ کو آبائی قبرستان میں حضرت حافظ محمد صدیق قادری کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ نماز جنازہ میں ہزارہا افراد نے شرکت کی۔

مزید حالات کے لئے "عباد الرحمٰن" "تذکرہ مشائخ بھرچونڈی شریف مؤلفہ سید مغفور القادری ملاحظہ کریں۔

حضرت حاجی حسین قادریؒ

آپ کی تاریخ ولادت کا پتہ نہیں چل سکا۔ عام طور پر مشہور ہے کہ آپ بلخ سے سرزمینِ پاکستان میں تشریف لائے تھے۔ مگر " فرحت الناظرین " مولفہ محمد اسلم بن محمد حفیظ انصاری پسروری کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ عراق عرب سے تشریف فرما ہوئے تھے۔ لاہور سے ہوتے ہوئے صوبہ لاہور کے ایک قدیم مردم خیز قصبہ کلانور کے قرب و جوار (کوٹ میاں صاحب) میں اقامت گزین ہوئے اور رشد و ہدایت اور تلقین و ارشاد میں سرگرم عمل ہوئے۔ چندے قیام کے بعد آپ پھر حرمین الشریفین کی زیارات و سیر و سیاحت کے لئے روانہ ہو گئے۔ آپ کا پہلا اس جگہ آنا عہد اکبری میں تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ تمام ممالک اسلامیہ کی سیر و سیاحت کرتے ہوئے عہد شاہجہان میں پھر اسی جگہ آ گئے اور ایک تکیہ (خانقاہ) بنا کر رہائش پذیر ہوئے۔ زاں بعد آپ نے اپنے سلسلہ عالیہ کی تبلیغ اور نشر و اشاعت میں زندگی بسر کر دی۔ مؤلف فرحت الناظرین نے آپ کے سوانح بعنوان " حاجی محمد حسینؒ چمڑہ پوش سیاح " کے نام سے تحریر کئے۔ آپ مظہر کمالات و خوارق تھے شاہجہان بادشاہ کئی مرتبہ اس تکیہ میں آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ مگر چونکہ آپ بادشاہوں کی ملاقات سے اجتناب فرماتے تھے اس لئے آپ نے بادشاہ کی طرف کم التفات کی۔ گوت قادری فقیر تھی۔ خاندان قاضیاں و مفتیاں دیپل پور آپ کے اور آپ کے خلفاء کے بے حد معتقد اور ارادت مند تھے۔

شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر اپنی شاہزادگی کے زمانہ میں آپ کی خدمتِ اقدس میں اسی خانقاہ میں حاضر ہوا تھا۔ حضرت حاجی حسین قادریؒ نے شاہجہان کے مقابلے میں اورنگ زیب عالمگیر کی طرف توجہ فرمائی۔

کسی زمانہ میں اس خانقاہ کے قریب ابراہیم پور اور بہرام پور دو موضع جات تھے جو امتدادِ زمانہ سے مٹ چکے تھے۔ خانقاہ عالیہ کے نہایت وسیع و عریض دو احاطے ہیں جن کی چاردیواری سولہ فٹ بلندی سے کم نہیں ہے۔ کلانور کو جاتے ہوئے دائیں ہاتھ کی چاردیواری میں قبور اور آم و جامن کے درخت ہیں اور بائیں ہاتھ کی چاردیواری میں اراضی برائے کاشت۔ باغ۔

مسجد۔ مہمان خانہ۔ کنواں۔ چاردیواری احاطہ قبورہ پرانوار حضرت حاجی حسین ہیں۔ تمام سجادہ نشینان کی قبور پختہ اس جگہ ہیں۔ گاؤں میں ایک نہایت عظیم الشان مسجد اور سرائے کے علاوہ رہائشی مکانات بھی ہیں۔ قیام پاکستان کے بعد ان پر غیر مسلموں کا قبضہ ہے۔

ساری عمر پاک توکل اور لنگر میں گزار دی۔ ان کے سلسلہ عالیہ میں یہ امر مسلّمہ تھا کہ جس شخص کو اپنے بعد خلیفہ بنانا مقصود ہوتا تھا اس کو اپنی بیماری کے زمانہ میں نماز پنجگانہ کی امامت پر مقرر کر دیتے تھے۔ اور علوم دینی میں اس سے استفادہ کرتے تھے۔ نیز شادی نہیں کرتے تھے اور تجرّد کی زندگی بسر کرتے تھے۔

اس نواح میں حضرت قاضی شیخ محی الدین قادریؒ المتوفی ۱۶۳۶ء۔ شیخ الاولیا مُلّا محمد قادریؒ المتوفی ۱۶۹۵ء حضرت شاہ کمال قادریؒ المتوفی ۱۷۲۹ء اور حضرت خواجہ حسین قادریؒ المتوفی ۱۷۹۶ء کی بھی قبور ہیں یہ بزرگان اس خانقاہ عالیہ کے انتہائی عقیدت مند تھے۔

وفات آپ کی ماہ شوال ۱۰۷۴ھ مطابق ۱۶۶۳ء میں کوٹ میاں صاحب نزد کلا نور میں ہوئی اور وہیں آپ کی خانقاہ پاک میں مرقدِ منوّر بنا۔ یہ شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کا عہدِ حکومت تھا۔

آپ کے وصال کے بعد حاجی محمد عادل المتوفی ۱۰۹۵ھ مطابق ۱۶۸۴ء آپ کے خلیفہ و جانشین ہوئے انہوں نے اپنے پیرو مرشد کے جاری کردہ لنگر کو قائم رکھا۔ نیز ایک نہایت شاندار تکیہ (خانقاہ) بنوایا۔ مسافروں کے قیام کے لئے مہمان خانہ اور عبادت کے لئے مسجد بنوائی۔ توکل میں آپ اپنے پیرو مرشد سے بھی بڑھ کر زندگی بسر کرتے تھے۔

وفات ۱۶۸۱ء میں بعہد اورنگ زیب عالمگیر ہوئی۔ اور حضرت حاجی حسین علیہ الرحمۃ کے پاس دفن ہوئے۔ شیخ الاولیاء ملّا محمد قادری کے آپ کے ساتھ خصوصی تعلقات تھے۔ جن کی وفات ۱۶۹۵ء میں ہوئی تھی۔

حاجی محمد عادل کی وفات کے بعد حاجی شاہ نورالدینؒ اس گدی کے جانشین ہوئے ان کو خلافت حاجی محمد عادل سے عطا ہوئی تھی ۱۶۷۹ء میں جب کہ آپ حضرت شاہ مدارؒ کے مقبرہ پر حاضری کے لئے جا رہے تھے تو اس خانقاہ میں وارد ہوئے۔ اس زمانہ میں مسجد خانقاہ

بن رہی تھی اور جو مزدور اور خادم مسجد بنا رہے تھے وہ بغیر وضو کے اینٹ اور گارے کو ہاتھ نہ لگاتے تھے۔ آپ نے بغیر وضو کے ہی اس کام کو شروع کر دیا جس سے خدام ناراض ہوئے بالآخر آپ کے مرشد حضرت حاجی عادلؒ کی نظرِ کرم سے آپ ان کے مریدین کے زمرے میں شامل ہو گئے اور بالآخر سجادہ نشین مقرر ہوئے۔

آپ نے چند بار حجاز کا سفر بھی کیا۔ نیز ممالک اسلامیہ کی سیر کی۔

آپ صاحب عرفان اور جامع اخلاق تھے۔ ہمیشہ متوکل رہتے تھے۔ خرق عادات کے مالک اور کرامات کے مظہر تھے۔ اس کی ایک ادنیٰ سی مثال یہ ہے کہ دو سیر آٹا پکا کر ہزارہا انسانوں کو کھانا تقسیم کر دیتے تھے مگر کمی نہ ہوتی تھی۔

وفات ۱۱۲۹ھ مطابق ۱۷۱۷ء میں بعہد فرخ سیرؔ ہوئی۔ اور اپنے پیر و مرشد کے جوار میں اس خانقاہِ عالیہ میں دفن ہوئے۔

قیامِ پاکستان پر متولی گدی ہذا تمام سجادہ نشینان کی فہرست اس طرح بتاتے تھے۔

۱۔ حضرت حاجی حسینؒ۔
۲۔ محمد اعظمؒ۔
۳۔ حاجی عبداللہؒ (ممکن ہے حاجی محمد عادلؒ ہو)
۴۔ حاجی عظمت اللہؒ۔
۵۔ میاں نور دینؒ۔ (حاجی شاہ نور الدین)
۶۔ میاں صاحب دادؒ۔ (حاجی سعد اللہ)
۷۔ میاں پیر شاہؒ۔
۸۔ میاں شہاب الدینؒ۔
۹۔ میاں الٰہی بخشؒ۔
۱۰۔ میاں عبدالکریمؒ۔

حاجی شاہ نور الدین کے وصال کے بعد آپ کے جانشین حاجی سعد اللہؒ ہوئے۔ مریدوں کو ارشاد و تبلیغ کے ساتھ ساتھ تقویٰ اور پابندِ شریعت میں عدیم المثال تھے۔

مصنّف فرحت الناظرین کئی دفعہ ان کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر فیض یاب ہُوا تھا۔

صاحب خرق و عادات تھے سخاوت، ایثار اور مروت میں اپنی مثال آپ تھے۔

ان حضرات کی عبادت و ریاضت کی جگہیں قیام پاکستان تک محفوظ تھیں مثلاً جھنگی پیراں پیر ملہا اور نِھہ کوٹ میاں صاحب۔

وفات سنہ ۱۱۷۰ھ مطابق سنہ ۱۷۵۷ء بعہد عالمگیر دوم میں ہوئی اور اپنے پیرو مرشد کے قریب خانقاہ میں مدفون ہوئے۔ اس خانقاہ پاک کا ایک مقدمہ نمبر ۲۰۱ سال ۱۹۲۱ء مسٹر جسٹس مہر چند مہاجن اور جسٹس تیجا سنگھ کے پاس لگا تھا۔ وقف جائیداد کی تفصیل اس طرح تھی۔

		مرلے	کنال
موضع کوٹ میاں صاحب	=	۱۲ -	۵۰۵۷
موضع خوش پورہ	=	۲ -	۲۲۰
ارلی بھن	-	۴ -	۵۰
میزان	=	۱۸ -	۵۳۲۷

چونکہ شہنشاہ شاہجہان اور اورنگ زیب عالمگیر اس تکیہ میں ان حضرات کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے ہیں اس لئے عین ممکن ہے کہ یہ وقف اراضی شاہانِ مُغلیہ نے ہی عطا کی ہو۔

قبلۂ عالم حضرت مخدوم سید علی شاہ گیلانی رح

آپ صاحب کشف وکرامت بزرگ تھے۔شریعت وطریقت کے جامع تھے بہت سے اکابر مشائخ نے آپ سے استفادہ فرمایا ہے۔آپ سے فیض پانے والوں میں مولوی عبدالحق مفسر تفسیر حقانی بہت مشہور ہیں۔معارف وحقائق میں آپ کا کلام خاص شہرت رکھتا ہے۔بہت سی کرامات بھی آپ سے منسوب کی جاتی ہیں آپ کو شعروشاعری سے بھی شوق تھا۔سید تخلص فرماتے تھے۔آپ کی تصانیف میں رسالہ حفظ الایمان، دیوان غزلیات موسوم بہ قندنبات اور رسالہ طب نبوی ہیں اور غیر مطبوعہ ہے۔ آپ اکثر وبیشتر لاہور آئے۔حضرت داتا گنج بخش رح شیخ طاہر بندگی رح اور حضرت میراں حسین زنجانی کے مزار پہ حاضری دیتے۔

لاہور میں قیام کے دوران سینکڑوں افراد نے آپ سے روحانی فیض حاصل کئے اور اہل لاہور آپکے مواعظ ونصائح سے بے حد مستفید ہوئے

نام خلفاء

۱۔ حضرت شیخ عبدالحق مفسر تفسیر حقانی رح۔
۲۔ حافظ عبدالعزیز اخوندی رح۔
۳۔ سید بہادر شاہ سیالکوٹی رح۔
۴۔ میاں سید حسن واسطی رح۔
۵۔ مولوی نورالدین بہاری رح۔

نمونہ کلام

فصلِ گُل آمد دلا دیوانہ می باید شُدن
یکسر از خلقِ خدا بیگانہ می باید شُدن
ساقیا نزدیک آمد موسم پیماں شکن!
باز اکنوں بر سر پیمانہ می باید شُدن
استخواں ہائے وجودِ خویش راکن حرفِ عشق!
گہ ترا در زلفِ خوباں شانہ می باید شُدن

سیّدا ہرگز مکن برگفتۂ واعظ خیال
بے تأمل جانبِ میخانۂ باید شدن

دیگر

نہ کر بادِ صبا شِدّت سے زلفِ یار کے ٹکڑے
ہوئے جاتے ہیں اس غم سے دلِ انگار کے ٹکڑے
ہیں وہ دیوانۂ صحرائے وحشت ہوں خدا جانے
کفِ پا سے بنا ڈالوں ہزاروں خار کے ٹکڑے

دیگر

طریقِ عشق میں سالک اگر ثابت قدم نکلے
خدا جانے کہ عزرائیل کا بھی اس سے دم نکلے

تذکرہ

مشائخِ قادریہ

مؤرخِ لاہور جناب محمد دین کلیم قادری

مکتبہ نبویہ ○ گنج بخش روڈ لاہور